اعلیٰ تعلیم کی جویا مسلم خواتین کا سیاق اور اثرات

مقالہ برائے

پی ایچ۔ڈی (سوشل ورک)

مقالہ نگار

فیاض احمد

اندراج نمبر: A161463

نگراں

پروفیسر محمد شاہد رضا

شعبۂ سوشل ورک

اسکول برائے فنون وسماجی علوم

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد، انڈیا

دسمبر-2022

اقرار نامہ

میں یہاں یہ اقرار کرتا ہوں کہ یہ مقالہ بعنوان **اعلی تعلیم کی جویا مسلم خواتین کا سیاق اور اثرات** میں نے مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدر آباد میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے پیش کیا ہے، یہ میرا اپنا کا تحقیقی کام ہے۔اس تحقیقی مقالے کا کوئی بھی حصہ کہیں شائع نہیں ہوا ہے اور نہ ہی کسی اور یونیورسٹی یا ادارے میں کسی ڈگری/ڈپلومہ کے حصول کے لیے پیش کیا گیا ہے۔

فیاض احمد

مقالہ نگار

مقام: حیدرآباد

تاریخ:

मौलाना आज़ाद नेशनल उर्दू यूनिवर्सिटी
مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی
MAULANA AZAD NATIONAL URDU UNIVERSITY
(A Central University established by an Act of Parliament in 1998)
(Accredited with 'A' Grade by NAAC)

تصدیق نامہ

تصدیق کی جاتی ہے کہ یہ مقالہ بعنوان **اعلی تعلیم کی جویا مسلم خواتین کا سیاق اور اثرات** جو مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد کے شعبۂ سوشل ورک، اسکول برائے فنون و سماجی علوم، میں پی ایچ ڈی کی ڈگری کے حصول کے لیے پیش کیا گیا ہے، ایک خالص تحقیقی عمل کا نتیجہ ہے جسے فیاض احمد نے میری نگرانی میں انجام دیا ہے، اور میرے علم اور یقین کے مطابق اس مقالے میں موجود مواد ایسے کسی بھی علمی یا تحقیقی مقالے/ مضمون کا حصہ نہیں ہے جو پہلے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں کسی ڈگری/ڈپلومہ کے حصول کے لیے پیش کیا گیا ہے۔

دستخط صدر شعبۂ سوشل ورک

دستخط نگراں
پروفیسر محمد شاہد رضا

دستخط ڈین
اسکول برائے فنون و سماجی علوم

مقام: حیدرآباد

تاریخ:

मौलाना आज़ाद नेशनल उर्दू यूनिवर्सिटी مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی
MAULANA AZAD NATIONAL URDU UNIVERSITY
(A Central University established by an Act of Parliament in 1998)

Synopsis Authenticity Certificate & Metadata

Name of the Research Scholar	Faiyaz Ahmad
Enrolment No.	A161463
Degree (M. Phil / Ph. D.)	Ph. D.
Department / Centre / Institution	Social Work
Guide/Supervisor	Prof. Md. Shahid Raza
Thesis / Dissertation Title approved in DRC held on :	*Context and Consequences of Muslim Women Pursuing Higher Education* Date:10/10/2014
Registration Date	15/07/2014
Submission Date	29/12/2022
Key words	Muslim women, Higher Education, Context, Challenges, Support, Consequences
Language of Thesis	English and Urdu
Title	*Context and Consequences of Muslim Women Pursuing Higher Education*
Format of accompanying material (PDF file, Image file, Text file, etc.)	PDF

I hereby certify that the Synopsis contained in this CD/DVD is complete in all respect and is same as submitted in print.

Signature of the Scholar **Signature of the Guide** **Signature of the Librarian**

मौलाना आज़ाद नेशनल उर्दू यूनिवर्सिटी مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی
MAULANA AZAD NATIONAL URDU UNIVERSITY
(A Central University established by an Act of Parliament in 1998)

Consent Form for Digital Archiving

Name of the Research Scholar	Faiyaz Ahmad
Degree (M. Phil / Ph.D.)	Ph. D.
Department / Centre / Institution	Social Work
Guide / Supervisor	Prof. Md. Shahid Raza
Thesis / Dissertation Title	*Context and Consequences of Muslim Women Pursuing Higher Education*

1. I do hereby authorize Maulana Azad National Urdu University and its relevant Departments to archive and to make available my thesis or dissertation in whole or in part in the University's Electronic Thesis and Dissertations (ETD) Archive, University's Intranet or University's website or any other electronic repository for Research Theses setup by other Departments of Govt. of India and to make it accessible worldwide in all forms of media, now or hereafter known.

2. I retain all other ownership rights to the copyright of the thesis/dissertation. I also retain the right to use in future works (such as articles or books) all or part of this thesis or dissertation.

Signature of Scholar **Signature & Seal of Guide** **Signature of Librarian**

मौलाना आज़ाद नेशनल उर्दू यूनिवर्सिटी مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

MAULANA AZADNATIONALURDU UNIVERSITY

(A central University established by an Act of Parliament in the year 1998)

CERTIFICATE OF PLAGIARISM CHECK

The following certificate of plagiarism check is issued with certification for the bonafide work carried out by him/her under my supervision and guidance. This thesis is free from plagiarism and has not been submitted previously in part or in full to this or any other University or institution for award of any degree or diploma.

1.	Name of the Research Scholar	Faiyaz Ahmad
2.	Research Programme	Ph.D.
3.	Title of the Thesis / Dissertation	Context and Consequences of Muslim Women Pursuing Higher Education
4.	Name of the Supervisor	Prof. Md. Shahid Raza
5.	Department / Research Centre	Social Work
6.	Acceptable Maximum Limit	10%
7.	% of Similarity of content Identified	9%
8.	Software Used	Turnitin
9.	Date of verification	29/12/2022

Signature of the Scholar

(Signature of the Supervisor) **(Signature of the Co-Supervisor)**

(Head of the Department) **(University Librarian)**

Digital Receipt

This receipt acknowledges that Turnitin received your paper. Below you will find the receipt information regarding your submission.

The first page of your submissions is displayed below.

Submission author:	Faiyaz Ahmad
Assignment title:	article
Submission title:	CONTEXT AND CONSEQUENCES OF MUSLIM WOMEN PURSUI...
File name:	90_Complete_Thesis.PDF.docx
File size:	610.1K
Page count:	180
Word count:	51,324
Character count:	278,399
Submission date:	29-Dec-2022 09:12AM (UTC+0530)
Submission ID:	1987207101

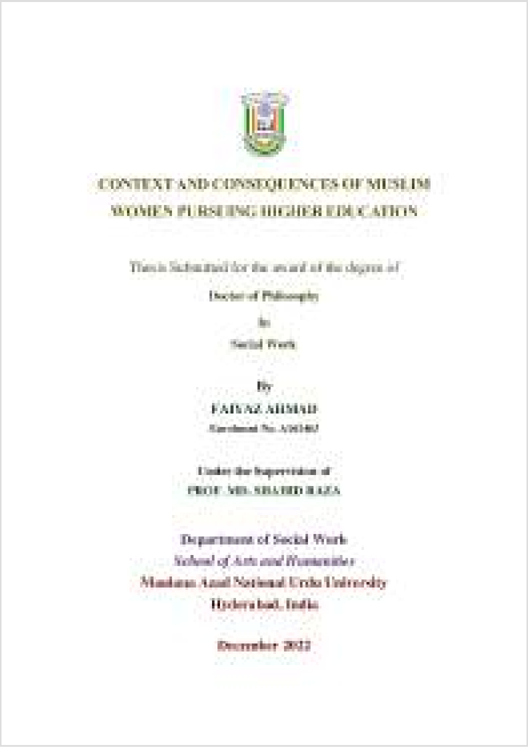
CONTEXT AND CONSEQUENCES OF MUSLIM WOMEN PURSUING HIGHER EDUCATION

Thesis Submitted for the award of the degree of

Doctor of Philosophy

In

Social Work

By

FAIYAZ AHMAD

Under the Supervision of

PROF. MD. SHAHID RAZA

Department of Social Work

School of Arts and Humanities

Maulana Azad National Urdu University

Hyderabad, India

December 2022

Copyright 2022 Turnitin. All rights reserved.

CONTEXT AND CONSEQUENCES OF MUSLIM WOMEN PURSUING HIGHER EDUCATION

ORIGINALITY REPORT

9%	8%	5%	3%
SIMILARITY INDEX	INTERNET SOURCES	PUBLICATIONS	STUDENT PAPERS

PRIMARY SOURCES

#	Source	%
1	www.tandfonline.com Internet Source	1%
2	content.lib.utah.edu Internet Source	1%
3	iosworld.org Internet Source	1%
4	link.springer.com Internet Source	1%
5	Sanyal, S.. "Representation, Identity and Socio-Economic Positioning of Muslim Women in India: Some Reflections through Literature Review", Social Change, 2011. Publication	<1%
6	silo.tips Internet Source	<1%
7	onlinelibrary.wiley.com Internet Source	<1%
8	ir.amu.ac.in Internet Source	

Publication

Exclude quotes	On	Exclude matches	< 14 words
Exclude bibliography	On		

اظہار تشکر

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے مجھے شعور بخشا اور اس قابل بنایا کہ میں اپنی تحقیق کو مکمل کر سکوں۔

اس مطالعہ کی تکمیل اس تعاون کی غمازی کرتی ہے جو مختلف افراد کی طرف سے وقتاً فوقتاً مختلف تجاویز اور مشوروں کی صورت میں مجھے ملتی رہیں اور جن کے بغیر اس تحقیقی عمل کا پایۂ تکمیل تک پہنچنا ممکن نہ تھا۔ اس لیے اس مقام پر میں ان تمام اساتذہ و اسکالرز اور دوست و احباب کا شکر گزار ہوں جو میرے اس علمی سفر پر میرے ساتھ رہے اور جنہوں کسی نہ کسی صورت میں اس مرحلے تک پہنچنے میں میری مدد کی۔

میں شعبۂ سوشل ورک کی اپنی خاتون ریسرچ اسکالرز ساتھیوں کا بہت ممنون ہوں خاص طور پر ڈاکٹر افسانہ، ڈاکٹر شانحہ ترنم، ناہید سرور اور ان تمام خواتین کا جو میرے ریسرچ کا حصہ رہی ہیں، جنہوں نے انٹرویو دہندہ طالبات جن میں سے بیشتر گرلس ہاسٹل میں مقیم تھیں ان تک پہنچنے میں میری مدد کی- اور میں انٹرویو دینے والی تمام طالبات اور ریسرچ اسکالرز کا خصوصی طور سے شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے مجھے اپنا قیمتی وقت دیا، اور اپنے بیانات کے ذریعے اس تحقیقی مطالعے کا مواد فراہم کیا۔

میں اپنے سپروائزر پروفیسر محمد شاہد رضا کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں، جن کے تعاون اور رہنمائی کے بغیر اس مطالعے کی تکمیل ممکن نہ تھی، وہ اس پورے مرحلے میں میری غلطیوں اور کوتاہیوں کو نظر انداز کر کے مسلسل تعاون اور رہنمائی کرتے رہے، جس سے مجھے کسی دباؤ کے بغیر پوری آزادی کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔

میں ریسرچ ایڈوائزری کمیٹی (آر اے سی) کے ممبران: پروفیسر وناجا اور خصوصی طور پر پروفیسر محمد شاہد کا انتہائی ممنون ہوں، جنہوں نے میری کوتاہیوں کے باوجود مجھ پر مسلسل اعتماد اور بھروسہ کا اظہار کیا، اور اپنی قیمتی آراء اور بے لاگ تبصروں سے تحقیق کی راہ پر گامزن رہنے میں میری مدد کی۔

میں اپنے ریسرچ اسکالر ساتھیوں خصوصیت کے ساتھ ڈاکٹر ابوالسالم خان،، ڈاکٹر صبا قادری، شفیق احمد، ڈاکٹر طارق انعام اور اختر حسین کا بے حد مشکور ہوں جو اپنے ریسرچ کے موضوعات کے مختلف پہلوؤں پر

مجھ سے تبادلۂ خیال کرتے رہے، اور اپنے تجربات اور مخصوص صلاحیتوں سے مجھے مستفید کرتے رہے اور جن کی باتوں سے مجھے حوصلہ اور تحریک ملتی رہی۔ اپنے شعبہ کے اسکالر ساتھیوں کے علاوہ میں خصوصی طور پر اپنے دوستوں: ڈاکٹر شمس الحق مصباحی، ڈاکٹر اکمل خان، ڈاکٹر عبدالقادر، ڈاکٹر محمد رحمت حسین مصباحی، غوث محمد ازہری اور عدنان اظہر کا ان کے تکنیکی اور اخلاقی تعاون کے لیے صمیم قلب سے شکر گزار ہوں۔

آخر میں میں اپنے والدین کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جو زندگی کے ہر قدم پر میرے ساتھ رہے۔ میں اپنے بھائیوں، بہنوں اور بھابیوں کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں، خاص طور سے میرے سب سے بڑے بھائی اعجاز احمد کا جنھوں نے والد گرامی کے بعد میرے خاندان کی نگہداشت کی۔ سب سے اخیر میں اپنی اہلیہ صائمہ باری کا بھی تہ دل سے شکر گزار ہوں جو تحقیق کے اس مشقت سے بھرپور راستے پر میرے ہم قدم رہیں اور میری دلجوئی اور حوصلہ افزائی کرتی رہیں۔

تلخیص

پس منظر:

ہندوستان میں تعلیم تک رسائی غیر مساوی طور پر تقسیم ہے اور رسائی میں یہ عدم مساوات تقریباً سبھی مذاہب، علاقوں اور اصناف میں یکساں طور پر پائی جاتی ہے۔ لڑکیوں کی تعلیم تک رسائی کو متاثر کرنے والی مختلف ساختی رکاوٹوں پر ایک جامع بحث ہے۔ مسلم خواتین کی تعلیم تک رسائی تسلی بخش نہیں ہے خاص طور سے اعلی تعلیم میں ان کی نمائندگی خطرناک حد تک کم ہے۔ جب اعلیٰ تعلیم میں ان کی نمائندگی کی بات آتی ہے تو یہاں پر میٹرک اور انٹر میڈیٹ میں ان کی نمائندگی کے مقابلے اچانک گر جاتی ہے۔ اور یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ جیسے جیسے مسلم خواتین تعلیمی سفر میں آگے بڑھتی ہیں اعلی تعلیم کے میدان میں ان کی نمائندگی بتدریج کم ہوتی جاتی ہے۔ مسلمان خواتین کے لیے اعلیٰ تعلیم کے حصول میں صنفی بنیادوں پر چیلنجیز ان کی اقلیتی حیثیت کی وجہ سے کئی گنا بڑھ جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ مسلم خواتین کی اعلیٰ تعلیم تک رسائی اور اعلیٰ تعلیم میں ان کی علمی کامیابیاں اکثریتی طبقے کی خواتین مقابلے بہت کم ہیں۔

تعلیمی پالیسی 2020 میں بھی اس بات کی نشاندہی کی گئی کہ تعلیم اور اعلیٰ تعلیم کے میدان میں نامزد اقلیتوں کی صورتحال تسلی بخش نہیں ہے۔ اس پالیسی نے اس مسئلے کو سلجھانے پر خصوصی توجہ دیے جانے کی تجویز دی ہے۔ اس لیے مسلمان خواتین میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے رجحان کو سمجھنے کے لیے تحقیق کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اس سماجی حقیقت کا اس کے سیاق وسباق، اور مسلم خواتین کے تعلیمی سفر میں درپیش مسائل و چیلنجز، اور ان کے لیے معاون و مددگار عناصر اور تعلیم کے نتائج واثرات سے بہت گہرا تعلق ہے۔ اور چونکہ مسلم خواتین کی زندگی جنس، خاندان اور برادری کے سنگم پر واقع ہے، اس لیے اس مطالعے میں تین بنیادی سطحوں پر اس مسئلے کی تحقیق کی گئی ہے: ۱۔ انفرادی یعنی خود مسلم عورت کی سطح پر۔ ۲۔ خاندانی سطح پر۔ ۳۔ کمیونٹی اور برادری کی سطح پر۔

اہداف ومقاصد:

اس مطالعہ کا مقصد مسلم خواتین میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے رجحان کو سمجھنااور بیان کرنا ہے۔اس مطالعے میں یہ جاننے کی کوشش کی گئی ہے کہ وہ کس طرح کے فیملی بیک گراؤنڈ سے تعلق رکھتی ہیں؟ اپنے تعلیمی سفر میں انہیں کن چیلنجیز کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟ پورے تعلیمی مرحلے میں انفرادی، خاندانی اور کمیونٹی کی سطح پر کیا کیا چیزیں ان کے لیے معاون اور مددگار ثابت ہوئی ہیں؟اور اس پورے سفر سے انہوں نے کس قسم کے اثرات لیے ہیں اور کیا نتائج برآمد کیے ہیں؟ اس کے علاوہ اس مطالعہ میں بیانات اور انٹرویوز سے حاصل شدہ مواد سے سامنے آئے چیلنجیز، معاون عناصر اور اثرات ونتائج کی مدد سے مائیکرو، میزو اور میکرو سطح پر سوشل ورک کی مداخلت کے مواقع تلاش کرنے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔

تحقیق کا طریقۂ کار:

مطالعہ نے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے رجحان کو سمجھنے اور اس کی وضاحت کے لیے معیاری وبیانیہ طریقۂ کار کو اپنایا ہے۔ سماجی مظاہر، جواب دہندگان کے تجربات اور ان کے نقطۂ نظر کو باریکی سے سمجھنے کے لئے چودہ انٹرویوز (IDIs14) کیے گیے جو کہ سیمی اسٹرکچرڈ اور اسٹرکچرڈ انٹرویو گائیڈ کی مدد سے انجام دیے گئے ہیں۔ اور یہ سارے ان ڈیپتھ انٹرویوز (in-depth interview) مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والی مسلم طالبات کے کیے گئے۔ تعلیمی چیلنجیز، سپورٹ اور اثرات ونتائج پر ان کی تفصیلی گفتگو نے مطالعہ کے تحقیقی مسئلے کو گہرائی سے سمجھنے اور باریکی سے دیکھنے میں کافی مدد کی ہے۔

مطالعے کے نتائج:

مسلم خواتین کے بیانیہ نے اعلیٰ تعلیم کے حصول میں درپیش جن چیلنجیز، معاون عناصر اور جن نتائج واثرات کا انکشاف کیا۔ ان میں انفرادی سطح پر پیش آنے والے چیلنجیز میں ابتدائی بے توجہی اور عدم دلچسپی، تعلیمی اداروں کی دوری اور لمبی مسافت، خواتین کا تنہا باہر نکلنا یا اکیلے سفر کرنا،، ابتدائی رہنمائی کا فقدان، علمی دلچسپی کو نظرانداز کرنا وغیرہ تھے۔ خاندانی سطح پر درپیش چیلنجیز میں صنفی بنیاد پر والدین کا

امتیازی رویہ، مخصوص کورس کے لیے خاندان کی ترجیح، بڑے بھائی کا غلبہ، تعلیم کی تکمیل سے قبل شادی جیسے مسائل تھے۔ کمیونٹی کی سطح پر چیلنجز میں شادی کی عمر، گھر سے تعلیمی اداروں کی لمبی دوری، قریبی رشتے داروں کا سماجی دباؤ وغیرہ شامل تھے۔ مسلم خواتین نے اپنے تعاون اور اپنے علمی مقاصد کے حصول کے لیے اپنے اندر کئی طرح کی مہارتوں کو فروغ دیا ہے، خاص طور پر اپنے ارادے پر قائم رہنا اور والدین اور سرپرستوں کو اعلی تعلیم کے لیے قائل کرنا، اعلیٰ تعلیم کے لیے اپنے حوصلے کو قائم رکھنا اور پر اعتماد بن کر مختلف مراحل میں خود کو سنبھالتی ہیں۔ خاندان شادی کی عمر، اکیلے باہر نکلنا، لمبے فاصلے کا سفر اور سماجی دباؤ جیسے بڑے چیلینجز کا سامنا کرتے ہوئے اعلی تعلیمی کامیابیاں حاصل کر کے خاندان میں علمی ماحول پیدا کرتی ہیں اور اخلاقی تعاون پیش کرتی ہیں۔

شادی شدہ مسلم خواتین کے شوہر اور سسرال والے بھی اعلی تعلیم کے حصول میں ان کی مخالفت اور مزاحمت نہ کر کے تعلیم جاری رکھنے میں ان کا تعاون کرتے ہیں ۔ کمیونٹی بھی ان کی اخلاقی حوصلہ افزائی کر کے تعاون کرتی ہے۔اساتذہ، ہم سفر اور ساتھی کورس اور تعلیمی ادارے کے انتخاب اور دیگر علمی معاملات میں ان کی رہنمائی کرتے ہیں۔

مسلم خواتین میں اعلی تعلیم کے اس طویل سفر کے اثرات اور نتائج کے طور پر جس طرح کی تبدیلیاں پروان چڑھتی ہیں وہ ہیں خود ان کی شخصیت میں تبدیلی، خوداعتمادی میں اضافہ، حیثیت میں بلندی، تجربات میں اضافہ، مستقبل کے شوہر کے ساتھ مؤثر انداز میں گفتگو کرنے کی صلاحیت ہے۔ مسلم خواتین میں اعلیٰ تعلیم کے حصول سے پیدا ہونے والے نتائج بہن بھائیوں کے لیے رہنمائی فراہم کرتے ہیں، ان کے لیے تبدیلی کا محرک بنتے ہیں، قریبی رشتہ داروں کے دل اور طرز عمل میں تبدیلی پیدا کرتے ہیں، اور اعلی تعلیم یافتہ مسلم خواتین معاشرے کے لیے رول ماڈل، رہنما اور حوصلہ و تحریک کا سبب بنتی ہیں۔

خلاصہ :

اس مطالعے کے نتائج اور اعلی تعلیم کے حصول میں مسلم خواتین کو درپیش چیلنجز، ان کے لیے معاون عناصر اور ان کے اندر اعلی تعلیم کے اثرات و نتائج کے درمیان باہمی ربط کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جا

سکتا ہے کہ مسلم خواتین میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کا رجحان بنیادی طور پر معاشرے میں عورت کے ذہنی تصور ،اور اس تصور (ذہنیت) میں ان کے لیے اعلیٰ تعلیم کی جگہ ،اس کے تئیں ان کے رویے اور عمل میں رویے کے اظہار سے طے ہوتا ہے (چیلنجز اور تعاون) اور عمل کی منتقلی (نتائج)۔ اس مطالعے میں یہ مشاہدہ کیا گیا کہ خواتین کے تعلق سے ایک خاص ذہنی تصور کی تشکیل اور اس تصور میں ان کے لیے اعلی تعلیم کی جگہ کے تعین میں پدرانہ/ترقی پسند ذہنیت کا بہت اہم رول رہا ہے۔اور یہی ذہنیت ان امتیازی یا ترقی پسند رویوں کو تشکیل دیتی ہے جو چیلنجنگ یا معاون اعمال میں جھلکتے ہیں ۔ اور یہی اعمال مسلم خواتین، ان کے خاندان اور کمیونٹی پر اثرات ونتائج کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ مطالعہ کچھ ایسی تجاویز پیش کرتا ہے جو سوشل ورک پر کٹس کے تناظر میں مائیکرو (مسلم خواتین)، میزو (فیملی اور کمیونٹی) اور میکرو (پالیسی) کی سطحوں پر مسلم خواتین کے لیے اعلیٰ تعلیم کے حصول کو آسان اور بہتر بنانے کے لیے مداخلت کے ممکنہ راستے ہو سکتے ہیں۔

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عناوین	نمبر شمار
	اقرار نامہ	1
	تصدیق نامہ	2
I	اظہار تشکر	3
III	تلخیص	4
VII	فہرست مضامین	5
1	**باب اول: تعارف**	6
1	مطالعہ کا پس منظر	7
1	ایجوکیشن کمیشن اور اس کا مرکز توجہ	8
3	مسلم خواتین کو بااختیار بنانا	9
4	مطالعے کی منطقی توضیح	10
5	مقالے کی ترتیب و تنظیم	11
7	**باب دوم: متعلقہ مواد کا جائزہ**	12
7	تعارف	13
8	ہندوستان میں اعلیٰ تعلیم	14
9	مسلم خواتین اور اعلیٰ تعلیم	15
19	مسلم خواتین کی تعلیمی پسماندگی اور تعلیم تک رسائی کے مسائل	16
24	صنفی امتیاز، مسلمان اور اعلیٰ تعلیم	17
31	گلوبلائزیشن اور اعلی تعلیم	18

19	اعلیٰ تعلیم اور مثبت اقدامات کی ضرورت	33
20	خلاصہ	36
21	باب سوم: تحقیق کا طریقۂ کار	38
22	تعارف	38
23	تحقیق کے مقاصد	38
24	تحقیق کے سوالات	38
25	تحقیق کا فلسفہ	39
26	علم الوجود (Ontology)	39
27	سیاق وسباق	40
28	علمیات(Epistemology)	40
29	طریقۂ کار	41
30	مطالعہ کا خاکہ(Research Design)	41
31	مقام تحقیق	42
32	جواب دہندگان کا خاکہ	42
33	نمونہ بندی اور نمونہ سائز	44
34	جواب دہندگان تک رسائی	45
35	آپریشنل تعریفات	57
36	خلاصہ	58
37	باب چہارم: اعلی تعلیم حاصل کرنے والی خواتین کا سیاق	59
38	تعارف	59
39	خاندان کی تعلیمی تاریخ	59
40	خاندان کی نوعیت	62
41	دیہی اور شہری مقام	63
42	خاندان میں تعلیمی ماحول	64

43	خاندان میں تعلیمی ماحول کا فقدان	64
44	خاندان میں تعلیمی ماحول کی موجودگی	66
45	خاندان سے باہر تعلیمی ماحول	67
46	حوصلہ شکنی کا ماحول	67
47	سازگار ماحول	69
48	خلاصہ	70
49	باب پنجم: اعلی تعلیم کے حصول میں درپیش چیلنجز	71
50	تعارف	71
51	انفرادی سطح پر چیلینجز	71
52	ابتدائی مرحلے میں تعلیم سے بے رغبتی	71
53	تعلیمی اداروں کی دوری	73
54	لڑکیوں کا اکیلے باہر نکلنا	76
55	روایت کو توڑنے کا چیلنج	77
56	چھوٹے بھائی کے لیے اپنے تعلیمی شوق کو قربان کردینا	77
57	ابتدائی مرحلے میں تعلیمی اور کیریئر گائیڈنس کا فقدان	78
58	مسلم خواتین کی تعلیمی دلچسپی کو نظرانداز کرنا	80
59	تعلیمی چیلنجز	81
60	خاندانی سطح کے چیلنجز	85
61	والدین اور دادا دادی، نانا نانی کا امتیازی رویہ	85
62	بڑے بھائی کا طرز عمل اور غالبانہ رویہ	89
63	خاندانی اقدار اور کارپوریٹ کلچر کا تصادم	90
64	خاص کورس کے لیے خاندان کی ترجیح	91
65	مسلم معاشرے میں شادی کی بنیادی اہمیت	92
66	معاشی بوجھ اور بہن بھائیوں کی تعداد	93

94	قریبی رشتہ داروں کا اثر	67
95	کمیونٹی سطح کے چیلنجز	68
95	سماجی دباؤ	69
97	بیٹیوں کی تعلیم سے لاتعلق رہنے پر والدین پر دباؤ	70
97	روایتی دباؤ	71
97	بالواسطہ اور بلاواسطہ سماجی دباؤ	72
98	کم تعلیم یافتہ ہونے کا دباؤ	73
98	وقار کا دباؤ	74
99	دلہن کے لیے دولہے کے معیار کا دباؤ	75
100	شادی شدہ خواتین کی کش مکش	76
101	خلاصہ	77
102	باب ششم: اعلی تعلیم کے حصول میں تعاون	78
102	تعارف	79
102	انفرادی سطح پر تعاون	80
102	والدین کو تعلیم کے لیے قائل کرنا	81
103	مزاحمتی رویہ کا اظہار	82
105	ارادے پر اٹل ہونا	83
105	ماں کا اعتماد اور بھروسہ جیتنا	84
106	فیملی کی سطح پر تعاون	85
106	تعلیمی اداروں کی دوری اور تنہا باہر نکلنے کا مسئلہ	86
106	شادی کی عمر کے ساتھ گفت وشنید	87
107	والدین کا سماجی دباؤ کو نظر انداز کرنا	89
107	بیٹیوں پر اعتماد کا مظاہرہ	90
108	والد کا دوسروں کو اطمینان دلانا	91

92	مستقبل کا امکان دکھا کر حوصلہ افزائی	109
93	خاندان میں علمی ماحول اور مناسب تعلیمی رہنمائی	109
94	گھر سے دور بہتر ماحول فراہم کرنا	110
95	ملازمت کی آزادی دینا	111
96	شوہر اور اس کے خاندان کا تعاون	112
97	بھائیوں بہنوں کا تعاون	114
98	قریبی رشتہ داروں کی حمایت	116
100	مانو بطور گرومنگ پلیٹ فارم	117
101	استاد اور ساتھیوں کا کورس کے انتخاب میں رہنمائی کرنا	122
102	دور دراز مقام پر تعلیم کے حصول کی ہمت	122
103	خلاصہ	123
104	باب ہفتم: اثرات و نتائج کا مشاہدہ	124
105	تعارف	124
106	انفرادی سطح پر تبدیلیاں	124
107	شخصیت اور ذہنیت میں تبدیلی	124
108	خود اعتمادی	126
109	راست بازی کا احساس	126
110	تعلیم خود انحصاری، خود مختاری اور آزادی کا ذریعہ	127
111	حیثیت میں بلندی	128
112	عام زندگی گزارنے کی مہارت	128
113	تعلیم سیفٹی نیٹ کے طور پر	129
114	زندگی میں مشکلات سے نمٹنا	129
115	موقع کا بہترین استعمال	130
116	خود انحصاری کی بتدریج ترقی	131

132	خودانحصاری کے لیے آزادی سے جینے کی تربیت	117
132	اپنے تجربات سے سیکھنا	118
133	مستقبل کے شوہر کے ساتھ معاملات طے کرنے کی صلاحیت	119
133	خاندانی سطح کے اثرات/تبدیلیاں	120
133	بہن بھائیوں کے لیے مشعل راہ	121
134	تبدیلی کے عوامل	122
134	خاندان کے لیے خوشی کا احساس	123
135	فیصلہ سازی میں حصہ لینا اور ان کے فیصلوں کا تسلیم کیا جانا	124
135	قریبی رشتہ داروں کے دلوں میں تبدیلی	125
136	کمیونٹی کی سطح پر اثرات	126
136	رہنما اور تحریک کا ذریعہ بننا	127
137	والدین کو قائل کرنے کا حوالہ بننا	128
138	خلاصہ	129
139	باب ہشتم: بحث اور نتائج اور تجاویز	130
139	تعارف	131
139	بحث	132
149	مسئلہ کی تصوراتی تفہیم	133
149	رویہ، اظہار اور منتقلی	134
149	رویہ	135
150	خواتین کا تصور اور اس تصور میں اعلیٰ تعلیم کا مقام	136
152	خاندان، برادری اور مسلم خواتین کے عمل میں رویے کا اظہار	137
154	خاندان، برادری اور مسلم خواتین پر رویہ اور عمل کی منتقلی	138
156	نتیجہ	139
156	ریسورس پرسنز	140
157	اعلیٰ تعلیم کا معاونتی سسٹم	141

159	مائیکرو، میزو اور میکرو سطحوں پر سوشل ورک کی مداخلت	142
159	مائیکرو لیول پر مداخلت (مسلم خواتین)	143
160	میزو کی سطح پر مداخلت (خاندان)	144
161	میزو کی سطح پر مداخلت (کمیونٹی)	145
162	میکرو (پالیسی) کی سطح پر مداخلت	146
163	خلاصہ	147
165	کتابیات	148
172	ضمیمہ جات	149
172	ضمیمہ اول: رضامندی فارم	150
172	ضمیمہ دوم: انٹرویو گائیڈ	151
178	ضمیمہ سوم: محقق کا مختصر تعارف	152

باب اول: تعارف

اس تحقیقی مطالعے کی شروعات تعلیم کے میدان میں ریسرچ اسکالر کی دلچسپی اور تعلیم کے حوالے سے مسلم خواتین کی بدترین صورت حال کے اسباب اور وجوہات کو جاننے کی رغبت سے ہوئی ہے۔ لیکن ایک علمی تحقیقی عمل کو سرانجام دینے کے لیے محض دلچسپی کافی نہیں ہوتی، لہٰذا ابتدائی لٹریچر کا جائزہ تعلیم کے میدان میں مسلم خواتین کے مسائل کی نشاندہی کے لیے کیا گیا۔ اور اس کی روشنی میں مسلم خواتین کو اعلیٰ تعلیم کی سطح پر درپیش مسائل اور چیلینجیز کی نشاندہی کی گئی۔ اعلیٰ تعلیم کے میدان میں مسلم خواتین کی شرکت میں کمی اور گرتی ہوئی شرح کا مسئلہ لگاتار رہا ہے۔ یہ مسئلہ بھی تھا کہ مسلم خواتین اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے نتیجے میں اپنے اندر کیا نتائج واثرات محسوس کرتی ہیں اور کس طرح سے آگے بڑھتی اور ترقی کرتی ہیں۔ مواد اکٹھا کرنے کے دوران یہ ضروری محسوس ہوا کہ مسائل اور چیلنجیز کے ساتھ ساتھ سپورٹ اور تعاون کے ان عناصر کو بھی شامل کرلیا جائے جو مسلم خواتین کی اعلیٰ تعلیم کے حصول پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ نتائج واثرات اور غیر دریافتہ شدہ نوعیت کا تعاون یہ دونوں ہی قضیے کسی نہ کسی طرح اعلی تعلیم میں مسلم خواتین کی کم شرکت کے مسئلے سے مربوط نظر آتے ہیں۔

لہٰذا اس تحقیقی مطالعہ کا بنیادی مقصد اعلی تعلیم میں مسلم خواتین کی شرکت میں کمی اور ان کی کم شرح ترقی کے اسباب وعوامل اور وجوہات کو دریافت کرنا ہے۔

مطالعہ کا پس منظر:

ایجوکیشن کمیشن اور اس کا مرکز توجہ

رادھا کرشنا کمیشن (1948-49) جسے یونیورسٹی ایجوکیشن کمیشن بھی کہا جاتا ہے، یہ کمیشن جمہوری اقدار، امن اور ہم آہنگی کو فروغ دینے کے پیش نظر ہندوستان میں اعلیٰ تعلیم کی ضروریات کی تحقیقات کے لیے قائم کیا گیا تھا۔ اور کمیشن نے ملک کی ضروریات اور روایات کی روشنی میں جامعاتی تعلیم کی تنظیم نو کی سفارش کی، تاکہ

ایسی عظیم شخصیات تیار ہو سکیں جو ملک کی سیاست، انتظامیہ، صنعت اور تجارت کو فروغ دینے میں اہم رول ادا کریں۔ کمیشن کو کالجوں اور یونیورسٹیوں کو درپیش مسائل کو حل کرنے کے مقصد سے ترتیب دیا گیا تھا۔

نیشنل ایجوکیشن کمیشن (1964) جسے کوٹھاری کمیشن کے نام سے بھی جانا جاتا ہے اسے حکومت ہند نے ہندوستان میں تعلیم کے شعبے کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لینے، تعلیم کے عمومی خاکے کو تیار کرنے اور پورے ملک میں تعلیم کی ترقی کے لئے رہنما خطوط اور پالیسیاں تجویز کرنے کے لئے قائم کیا تھا۔اس کا مقصد تعلیم کے عام بنیادی اصولوں اور رہنما خطوط کو وضع کرنا تھا یا پرائمری سطح سے اعلیٰ سطح تک تعلیم کی ترقی تھی۔

قومی پالیسی برائے تعلیم (The National Policy on Education 1986) وزیر اعظم راجیو گاندھی نے متعارف کرائی۔اس پالیسی نے تعلیم کے میدان میں تفات اور امتیاز کو دور کرنے اور خاص طور سے ہندوستانی خواتین، ایس ٹی اور ایس سی کمیونٹیز کو تعلیم کے یکساں مواقع فراہم کرنے پر خصوصی زور دیا۔اس پالیسی نے اندرا گاندھی نیشنل اوپن یونیورسٹی کو متعارف کرایا تاکہ اعلیٰ تعلیم تک رسائی کے امکانات وسیع ہوں۔ قومی پالیسی برائے تعلیم (NPE) نے پرائمری تعلیم میں "بچوں پر مرتکز نقطۂ نظر" کا مطالبہ کیا اور ملک بھر میں پرائمری اسکولوں کو بہتر بنانے کے لیے "آپریشن بلیک بورڈ" کا آغاز کیا۔

نالج کمیشن جسے "نیشنل نالج کمیشن" بھی کہا جاتا ہے۔اس کمیشن کی اہم ترین سفارشات میں یونیورسٹیوں اور جامعات کا قیام، بہترین کارکردگی کا حصول، اور ریگولیٹری باڈی کی تشکیل ہے۔ کمیٹی نے 50 نئی قومی یونیورسٹیوں کے قیام اور اعلیٰ تعلیم کو قومیانے کی تجویز دی۔ عوامی ملکیت والی یونیورسٹیوں کو ہندوستان کے اہل اور قابل طلباء کو داخلہ دینے کی سفارش کی۔

وزارت برائے ترقی انسانی وسائل وبہبود کی جانب سے اعلان کردہ نئی تعلیمی پالیسی 2020 (NEP) کا مقصد ملک میں اسکولوں اور اعلیٰ تعلیمی نظام کی 34 سال پرانی پالیسی کی مردہ رگوں میں نئی جان ڈالنا ہے۔اس پالیسی نے تخلیقی صلاحیتوں، اختراعات اور شخصیت کی نشوونما پر زور دیا ہے۔اس کی رو

سے پیشہ ورانہ تربیتی کلاسیز چھٹی جماعت سے ہی شروع ہو جائیں گی جو طلبا کو ابتدائی عمر سے ہی آگاہی فراہم کریں گی۔اور طلبا کلاس 8-12 سے اپنے پسندیدہ مضمون کا انتخاب کر سکیں گے۔

مسلم خواتین کو بااختیار بنانا:

مسلم خواتین وسیع پیمانے پر بااختیار بنانے کے اقدامات کے بغیر اپنی کمزوریوں کو دور کر کے اپنی خود مختاری کے لیے کام کرنے سے قاصر ہوں گی۔ جب تک برے حالات سے دوچار عام مسلم خواتین متحرکانہ اور آزادانہ طور پر ریاستی مشینری تک رسائی حاصل کرنے کے قابل نہیں ہو جاتیں اس وقت تک وہ اپنی ترقی کی راہ میں حائل کمیوں اور دشواریوں کا ازالہ نہیں کر سکتیں۔

i. اقلیتی خواتین کے لیے لیڈرشپ ڈیولپمنٹ اسکیم جو خواتین کے کارکنوں کے ذریعہ تیار کی گئی تھی اور 11 ویں پانچ سالہ منصوبے میں تجویز کی گئی تھی،اس کی خاکہ جاتی خامیوں کی وجہ سے اسے نافذ نہیں کیا جا سکا۔البتہ بعد میں 12 ویں پانچ سالہ منصوبہ بندی کی مدت میں اسے شروع کیا گیا، تاہم اس کے لیے مختص کردہ بجٹ انتہائی کم ہے جس کو بہت حد تک بڑھانے اور کافی اضافے کی ضرورت ہے، تاکہ مسلم خواتین کو ان کے اپنے اور اپنی برادری دونوں کے حقوق کے لیے تربیت دی جا سکے جس سے وہ مکمل بااختیار شہری بن سکیں، اور اپنے شہریتی حقوق کا بھرپور استعمال کر سکیں۔

ii. مسلم خواتین کی رسائی ادارہ جاتی اور پالیسی کی سطح پر فیصلہ سازی تک بھی ہونی چاہیے۔ایسے ادارے جن کا مقصد خواتین کی فلاح و بہبود کو فروغ دینا ہے ان تمام اداروں میں مسلم خواتین کی نمائندگی کی ضرورت ہے، خاص طور سے قومی اور ریاستی سطح کے خواتین کمیشن، قومی اور ریاستی اقلیتی کمیشن اور اقلیتی مالیاتی کارپوریشن وغیرہ۔

iii. مہیلا سماکھیا جیسے خواتین کو بااختیار بنانے کے پروگراموں کو مسلم علاقوں میں مسلمان خواتین کے ساتھ مل کر مخصوص اہداف کے ساتھ کام کرنے کی ہدایت دی جانی چاہیے۔ تمام سرکاری مائیکرو کریڈٹ اور SHG پروگراموں کو مسلم خواتین پر خصوصی توجہ مرکوز کرنی چاہئے اور اس کے مطابق فنڈز مختص کرنا چاہئے۔ مسلم لڑکیوں تک تعلیم کو قابل رسا بنانے کے ساتھ ساتھ، انہیں تربیتی مراکز سمیت تکنیکی اور اعلیٰ تعلیم کے ایسے وسیع مواقع فراہم کرنے کی ضرورت ہے جن کا روزگار سے براہ راست تعلق ہو۔

گھر پر کام کرنے والی مسلم خواتین کے لیے ایسی پالیسیوں کی ضرورت ہے جو انہیں کم سود پر قرضے، بازاروں تک رسائی اور اعلیٰ قیمت کی مصنوعات تیار کرنے کی تربیت فراہم کریں۔ گھریلو صنعتوں میں خواتین کے لیے پیچیدہ کاغذی کارروائیوں کے بغیر قرضوں میں سنگل ونڈو کی سہولت ہونی چاہیے — کیونکہ پیچیدہ کاغذی کارروائی مسلم خواتین کے لیے رکاوٹ ثابت ہوتی ہے، کیونکہ ایسی بیشتر مسلم خواتین میں خواندگی کی بنیادی مہارتوں کی کمی ہے۔

مطالعے کی منطقی توضیح:

اعلیٰ تعلیم میں مسلم خواتین کی کم شرکت کا مسئلہ نہ صرف مسلم کمیونٹی بلکہ بڑی حد تک پورے ملکی معاشرے کو متاثر کرتا ہے کیونکہ مسلم خواتین اس کا ایک اٹوٹ حصہ ہیں۔ لہٰذا اس تحقیق کے لیے شروع کیا گیا مسئلہ اس لحاظ سے عملی اہمیت کا حامل ہے کہ اس سے مسلم کمیونٹی میں تبدیلی لانے میں مدد ملے گی۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے معاملے میں مسلم خواتین کو درپیش ٹھوس مسائل کو حل کرنے کے لیے اس تحقیق کا اطلاق کیا جاسکتا ہے تاکہ مسلم خواتین، خاندانوں اور کمیونٹی کی حقیقی زندگی کے عمل (سماجی کام کاج) کو حال اور مستقبل میں بھی بہتر بنایا جاسکے۔ اس تحقیقی مطالعے کی اہمیت اس حیثیت سے دوبالا ہو جاتی ہے کہ اسے شعبۂ سوشل ورک کے زیر اہتمام انجام دیا گیا ہے۔ اس مطالعے کے نتائج اور بحث نے مسئلہ کو سمجھنے میں مدد کی اور ایک ایسا ماڈل تیار کیا جس سے عمومی طور سے تعلیم کے میدان میں اور خاص کر اعلیٰ تعلیم کے میدان میں مداخلت کے منصوبوں اور حکمت عملیوں کو بہتر بنانے میں مدد ملے گی۔

اس مسئلے کی تحقیق مختلف سطحوں پر کی جاسکتی تھی، لیکن محقق نے بنیادی سطح یعنی انفرادی، خاندانی اور برادری کی سطح پر اس مسئلے کی تحقیقات کا انتخاب کیا۔ اسی طرح اس مسئلے کو مختلف زاویۂ نظر مثلاً انفرادی، خاندانی اور اجتماعی نقطۂ نظر سے دیکھا جاسکتا ہے۔ لیکن اس مطالعے میں محقق نے مسلم خواتین کے نقطۂ نظر سے ہی مسئلے کی چھان بین کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ خاص ترجیح اس بنیاد پر دی گئی ہے کہ یہ مسئلہ ان مسلمان خواتین سے متعلق ہے جو خاندان اور کمیونٹی میں رہتی ہیں اور تعلیمی اداروں تک پہنچتی ہیں۔ لہٰذا مسلم خواتین کا نقطۂ نظر بنیادی سطح پر مسئلہ کی نسبتاً زیادہ واضح تصویر پیش کرتا ہے۔ اس مسئلے میں خاندان اور برادری کے نقطۂ نظر کو اس لیے زیر غور نہیں رکھا گیا ہے کیونکہ یہ زیادہ وقت کا متقاضی تھا۔ آخر کار اس مسئلے کا تصوراتی خاکہ تیار کیا گیا کہ مسلم خواتین اعلی تعلیم کے

حصول کے لیے ایک مخصوص تناظر سے آتی ہیں، انہیں اس سفر کے دوران کچھ خاص قسم کے چیلنجز کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور کسی حد تک تعاون اور سپورٹ بھی ملتا ہے، جس کی وجہ سے وہ اعلیٰ تعلیم کی سطح تک پہنچنے میں کامیاب ہوئی ہیں اور اپنے اندر اس کے نتائج واثرات کو محسوس کر رہی ہیں۔

مقالے کی ترتیب و تنظیم:

یہ مقالہ آٹھ ابواب میں ترتیب دیا گیا ہے جس میں تعارف، اختتامیہ اور تحقیقی بحث شامل ہے۔ پہلا باب مرکزی مسئلہ کی وضاحت ،اس مطالعے کی اہمیت، موضوع کو منتخب کرنے کے دواعی واسباب، اور اس کے اہداف ومقاصد کا اختصار کے ساتھ تعارف پیش کرتا ہے۔

دوسرے باب میں اعلی تعلیم کے لیے کوشاں مسلم خواتین کے سیاق و سباق، اس کے نتائج واثرات، مسائل و چیلنجز اور معاون عناصر سے متعلق ادب کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس میں ماضی میں مختلف ممالک میں کیے گئے ایسے اہم مطالعات شامل ہیں، جن سے محقق کو مطالعہ کے اہداف ومقاصد کی تعیین اور تشکیل میں مدد ملی۔ متعلقہ مواد کا جائزہ موضوعی طور پر لیا گیا ہے۔ اور زیادہ تر جائزہ مطالعہ کے اختتام میں لیا گیا ہے۔ موضوعات کو جزوی طور پر سیاق و سباق، نتائج واثرات، مسائل و چیلنجز اور تعاون وسپورٹ میں بانٹا گیا، جنہیں مزید کئی ذیلی موضوعات میں تقسیم کیا گیا۔

تیسرا باب مطالعہ کے تحقیقی طریق کار پر مشتمل ہے جو محقق کے طریقۂ تحقیق اور اس کے فلسفیانہ نظریاتی مفروضوں کا احاطہ کرتا ہے۔ یہ باب مطالعہ کا خاکہ، جائے مطالعہ ، تحقیق کے شرکاء، نمونے لینے کا طریقۂ کار، نمونے کے سائز، مواد اکٹھا کرنے کا عمل، ڈیٹا ہینڈلنگ اور مطالعہ کے حدود کی تفصیل پیش کرتا ہے۔ اور اس مطالعہ کے دوران غور وفکر اور تحقیق کے اخلاقی اصولوں کی پاسداری میں محقق کو درپیش مسائل اور چیلنجز کا بھی احاطہ کرتا ہے۔

چوتھا باب سیاق وسباق سے متعلق ان معلومات اور بیانات پر مشتمل ہے جن کا براہ راست تعلق مطالعہ کے مقاصد سے ہے۔ لہذا اس باب میں خاندان کی تعلیمی تاریخ، خاندان کی نوعیت، اس کی دیہی/شہری حالت اور خاندان کے اندر اور باہر کے علمی اور تعلیمی ماحول کے بارے میں معلومات جمع کی گئی ہیں۔ اس کا مقصد یہ سمجھنا تھا کہ ان تمام چیزوں کا اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے کوشاں مسلم خواتین کے تعلیمی سفر میں کیا رول رہا ہے۔

پانچواں باب مسلم خواتین کے نقطۂ نظر سے ان کی اعلی تعلیم کی راہ میں حائل ان مسائل اور چیلنجیز کو بیان کرتا ہے جو انہیں انفرادی، خاندانی اور برادری کی سطح پر پیش آئے ہیں۔اس باب میں مسلم خواتین کو اعلیٰ تعلیم کے حصول میں درپیش ان تمام چیلنجیز کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

چھٹا باب ان عناصر کا احاطہ کرتا ہے جو مسلم خواتین کے تعلیمی سفر میں ان کے لیے مددومعاون ثابت ہوئے ہیں، خواہ ان کا تعلق انفرادی سطح پر ہو،اس سے مراد یہ ہے کہ مسلم خواتین نے اپنی علمی ترقی کو برقرار رکھنے میں کن طریقوں سے اپنی مدد کی۔اس کے علاوہ خاندان اور برادری کی طرف سے انہیں کس قسم کا تعاون ملا؟ ان معاون عناصر میں تعلیم کے حصول کے لیے ان کی امنگ اور حوصلہ، والدین اور خاندان کے سامنے اس کے لیے اصرار اور ان کو اس کے لیے آمادہ کرنا، شادی اور عمر کے مسئلے پر تعلیم کو فوقیت دینا اور اس کے لیے سرپرستوں سے گفت وشنید کر کے انہیں منانا، علمی و تعلیمی ماحول اور خاندان میں مناسب رہنمائی اور مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی جیسا گرومنگ پلیٹ فارم (MANUU) شامل ہیں۔

ساتویں باب میں ان نتائج واثرات کے بارے میں گفتگو کی گئی ہے جو اعلیٰ تعلیم کی سطح تک پہنچنے کے نتیجے میں مسلم خواتین کے اندر رونما ہوئے ہیں۔ان نتائج واثرات کا مشاہدہ تینوں سطحوں پر کیا گیا ہے۔ان نتائج میں تعلیم کا ارتقائی مفہوم، مواقع کا زیادہ سے زیادہ اور بہتر سے بہتر استعمال، بتدریج خودانحصاری کی نشوونما، بہن بھائیوں کی رہنمائی اور ان کے لیے تحریک اور رول ماڈل بننا شامل ہیں۔

آخری باب پورے مطالعے کی تحقیقی بحث اور اس سے حاصل شدہ نتائج پر مشتمل ہے۔اس باب میں سابقہ مطالعات اور اس مطالعے کے نتائج کے درمیان ربط بھی دکھایا گیا ہے۔اور اعلیٰ تعلیم کے حصول کی طرف مسلم خواتین کے رجحان کی ایک تصوراتی تفہیم ان کو درپیش مسائل وچیلنجیز، انہیں حاصل تعاون اور حمایت اور ان پر مرتب ہونے والے اثرات ونتائج کے درمیان تعامل کی بنیاد پر پیش کی گئی ہے۔اس مطالعہ میں جواب دہندگان کے بیانات کی روشنی میں ان مقامات کی نشاندہی کی گئی ہے جو ایک سوشل ورکر یا سماجی کارکن کی توجہ کا مرکز ہو سکتے ہیں۔

باب دوم: متعلقہ مواد کا جائزہ

تعارف:

کسی بھی موضوع سے متعلقہ مواد کا جائزہ علمی تحقیق کا ایک لازمی حصہ ہے جس کے بغیر تحقیقی عمل ناقص اور غیر مکمل رہتا ہے۔ متعلقہ مواد کا جائزہ موضوع کی بصیرت فراہم کرتا ہے اور تحقیق کے مقاصد کو ترتیب دینے میں محققین کی رہنمائی کرتا ہے۔ یہ جائزہ ایک طرف تو اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ مسئلے سے متعلق کس قسم کے سوالات کا پہلے ہی کافی جواب دیا جا چکا ہے، تو دوسری طرف تحقیق کے مختلف گوشوں میں موجود تصوراتی خامیوں کی نشاندہی کرنے میں بھی مدد کرتا ہے، اور تحقیق کی راہ میں حائل دشواریوں اور رکاوٹوں کو دور کر کے اس کے لیے راہ ہموار کرتا ہے، اور اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ ان تحقیقی سوالات کے جوابات کی معرفت بخشتا ہے جو پہلے سے ہی موجود ہیں۔ جوابات دہرائے نہیں جاتے ہیں(Rubin & Babbie, 2010)۔ خلاصۂ کلام یہ کہ متعلقہ مواد کا جائزہ محقق کو سابقہ مطالعات سے آشنا کرتا ہے اور مطالعہ کے متعلقہ موضوعات میں اتفاق و اختلاف اور اہم مباحث اور نتائج کو اجاگر کرتا ہے۔

موجودہ مطالعہ کے لیے مواد کے جائزے کو موضوعاتی ترتیب میں منظم کیا گیا ہے، ہر مضمون کو کئی بار پڑھا گیا پھر اس کے موضوعات کی نشاندہی کر کے مطالعہ کے محور کے مطابق کھلا کوڈ دیا گیا ہے۔ اس کے لئے مختلف جرائد سے کئی تحقیقی مقالات منتخب کیے گئے ہیں۔ تحقیقی مضامین کے علاوہ کئی کتابوں کے مضامین کو بھی جائزے میں شامل کیا گیا ہے۔ چونکہ مسلمانوں بالخصوص مسلم خواتین کی اعلیٰ تعلیم کے حوالے سے تحقیقی مطالعات بہت کم ہیں اس لیے محقق نے دیگر اہم ذرائع جیسے ٹیلی ویژن کے ان مباحثوں کا بھی سہارا لیا ہے جو بالعموم خواتین اور بالخصوص مسلم خواتین کے مسائل سے متعلق تھے۔ اس جائزے میں مسئلے سے متعلق موضوعات کی معرفت کے لیے پیئر رویوڈ جرنلز میں شائع شدہ تحقیقی مقالات کا تجزیاتی مطالعہ کیا گیا۔ محقق نے مضامین سے متعلقہ معلومات کی تنقیح استقرائی (Inductive) کوڈنگ کے طریقۂ کار کے ذریعے کی

ہے، جس میں پہلے سے زیر مطالعہ موضوعات کو استعمال کرنے کے بجائے محقق نے جائزوں میں موضوعات کو ڈیولپ کرنے کے لیے خام مواد کی تشریح کر کے مضمون کا تجزیہ کیا ہے۔ محقق نے تحقیقی مضامین کی اہمیت و مطابقت، معیار، جامعیت اور خامیوں پر بھی تبصرہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

ہندوستان میں اعلیٰ تعلیم:

تعلیم کو سماجی انصاف، یکجہتی اور مرکزی دھارے کے ذریعے تمام سماجی گروہوں کے لیے سماجی تبدیلی، انفرادی نقل و حرکت اور سماجی مساوات کے ایک آلے کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ لہٰذا معاشرے کے کسی مخصوص طبقے کی مجموعی پسماندگی کو ختم کرنے کے لیے تعلیم لازمی ہے۔ اعلیٰ تعلیم فرد کو غربت اور جہالت کے چنگل سے نکال کر خود اس کی اور اس کے خاندان اور پوری قوم کی سماجی واقتصادی خوشحالی کی راہ ہموار کرتا ہے۔ جہاں تک ہندوستان میں مسلم خواتین کا تعلق ہے، تو اعلیٰ تعلیم کے سلسلے میں مسلم خواتین کے بارے میں ناکافی لٹریچر اور بہت کم مواد دستیاب ہے۔(Chanana 1993, Hasan & Menon 2005, Department of Higher Education; 2008)۔ آل انڈیا سروے اِن ہائر ایجوکیشن (2014) کے مطابق اعلیٰ تعلیم میں داخلہ لینے والے طلباء کی کل تعداد 34211637 ہے۔ مردوں کی نمائندگی 54% (18.5 ملین) اور خواتین کی نمائندگی 46% (15.7 ملین) ہے۔ مجموعی اندراج میں درج فہرست ذاتوں کے طلبا کا کل اندراج 13.5% ہے جب کہ درج فہرست قبائل کے طلبا کی شرح 4.8% ہے کل طلباء میں سے 33% کا تعلق OBC زمرے سے ہے جس میں 54% مرد طلبا ہیں۔ اقلیتی زمرے میں 4.5% طلباء کا تعلق مسلم اقلیت سے ہے جبکہ 1.9% کا تعلق دوسری اقلیتوں سے ہے۔ مسلم اقلیت میں خواتین کے مقابلے میں مرد طلبا کی تعداد زیادہ ہے جب کہ دوسری اقلیتوں میں مردوں سے زیادہ خواتین طالبات ہیں۔ ہندوستان میں اعلیٰ تعلیم میں 18 تا 23 سال کی عمر کے گروپ والوں کے مجموعی اندراج کا تناسب (Gross Enrolment Ratio (GER)) 24.3% ہے جب کہ مردوں کا 25.3% ہے اور خواتین کا 23.2% ہے، درج فہرس ذاتوں کا 19.1% اور شیڈول قبائل کا GER 13.7% ہے۔ جو ملک کی GER 24.3% کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ ڈیمڈ یونیورسٹیز، گورنمنٹ اور اسٹیٹ پرائیویٹ اوپن یونیورسٹیز اور قومی سطح کی اہمیت کے حامل اداروں میں طالبات کا حصہ سب سے کم ہے۔ گیارہ یونیورسٹیاں صرف خواتین کے لیے ہیں، جن میں سے تین راجستھان میں

اور دو تمل ناڈو میں ہیں، جبکہ آندھرا پردیش، دہلی، ہریانہ، کرناٹک، مہاراشٹرا اور مغربی بنگال میں ایک ایک ہے۔ 58 فیصد کالج دیہی علاقوں میں واقع ہیں جن میں سے 10.7 فیصد کالج صرف خواتین کے لیے ہیں (GoI; 2014۔Chanana) نے (1993) میں مشاہدہ کیا کہ 1950 کی دہائی میں آزاد ہندوستان میں ترقیاتی حکمت عملی منصوبہ بندی پر بہت زیادہ انحصار کرتی تھی۔ پہلے دو منصوبوں میں خواتین کی تعلیم کی پیچیدگیوں کا ذکر کیا گیا تھا اور اس کے لیے اعلیٰ پیشہ ورانہ تعلیم اور پیشوں کو جوڑنے کی ضرورت تھی۔ خواتین کی حیثیت سے متعلق کمیٹی کی رپورٹ (1974) کے ذریعے بھی ان باتوں کی کافی حد تک توثیق کی گئی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہندوستانی خواتین ایک زمرے کے طور پر بہت متفاوت ہیں اور ذات پات اور طبقاتی کشمکش کے نتیجے میں خواتین کو عدم مساوات کا دوہرا بوجھ اٹھانا پڑتا ہے۔ نتیجتاً اب بھی اعلیٰ تعلیم میں خواتین کی حصہ داری کافی کم ہے جو کہ پہلے اور بھی کم تھی۔ خواتین کی تعلیم سے متعلق کمیٹی کی رپورٹ (88-1956) نے وسیع پیمانے پر بڑی وقیع تجاویز اور سفارشات پیش کی، جس کی وجہ سے بعد کے منصوبوں میں اس موضوع پر زیادہ توجہ مرکوز کی گئی لیکن مردوں اور عورتوں کی تعلیم میں تفاوت برقرار رہا۔ 51-1950 تا 1989 کے عرصے کے دوران اعلی تعلیم میں مختلف سطحوں پر خواتین کے اندراج میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔ خواتین چند فیکلٹیز میں مرکوز تھیں اور مرد بھی نسبتاً برابر تھے۔ خواتین کی تعلیم سے متعلق کمیٹی کی رپورٹ (1959) میں خواتین کی تعلیم کے حوالے سے خطے کو سب سے بڑا مسئلہ بتایا گیا ہے۔ یہ نوٹ کیا گیا کہ چار جنوبی ریاستیں خواتین کی خواندگی اور تعلیم کے لحاظ سے شمالی ہندی بولنے والی ریاستوں کے مقابلے بہتر پروفائل رکھتی ہیں۔

مسلم خواتین اور اعلیٰ تعلیم:

عام طور پر خواتین اور بالخصوص مسلم خواتین تاریخی طور پر غربت، پدرانہ نظام، سیاسی بے توجہی، ثقافتی دباؤ اور بہت سی دیگر وجوہات کی بنا پر پسماندگی کا شکار رہی ہیں۔ ان ساری رکاوٹوں کے باوجود کچھ خواتین معاشرے میں اعلیٰ مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی ہیں جو۔ دیہات میں رہنے والی مسلم خواتین شہری مسلم خواتین کے مقابلے میں زیادہ پسماندہ اور زیادہ حاشیے پر ہیں (Hasan & Menon, 2005)۔ مزید برآں یہ نمایاں فرق شمالی ہند کے مسلمانوں میں جنوبی اور وسطی ہندوستان کی مسلم خواتین کی نسبت زیادہ نظر آتا ہے۔ جب پسماندگی کو دیہات اور شہر کے تناظر اور نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو یہ تفاوت اور زیادہ دکھائی پڑتا ہے۔ انجینئر (1994) نے

مشاہدہ کیا کہ ملازمت پیشہ اور کمانے والی مسلم خواتین کا تناسب بہت ہی کم ہے، تاہم یہ رجحان اب بدل رہا ہے اور اعلی و متوسط طبقے سے تعلیم یافتہ مسلم خواتین مخلف قسم کی جاب اور متعدد ملازمت کے پیشوں سے جڑ رہی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مسلم روایتی معاشرے میں شوہر خواتین کو صرف گھریلو معاملات تک محدود رکھنا چاہتے ہیں اور باہر ملازمت کے خیال کو ترک کروانا چاہتے ہیں۔ مزید یہ کہ مسلم خواتین کے بہت سے مسائل معاشی ناخواندگی کی وجہ سے ہیں نہ کہ مذہب کی وجہ سے۔ یہ ایک انتہائی غلط بیانی پر مشتمل اور گمراہ کن تصور ہے کہ اسلام خواتین کی تعلیم کی اجازت نہیں دیتا، قرآن پاک کے مطابق تعلیم مرد اور عورت کے لیے یکساں ضروری ہے۔ تاہم، روایتی معاشروں نے خواتین کو ان پڑھ رکھنے کی یا تو دانستہ کوشش کی یا انہیں صرف ابتدائی مذہبی تعلیم دی ہے تاکہ وہ صرف مذہبی فرائض سرانجام دے سکیں۔ خواتین کی تعلیم کا مسئلہ مذہبی یا نظریاتی مسئلہ سے زیادہ ایک سماجی مسئلہ ہے۔ ہمارے رویوں کی تشکیل اتنی ہی سماجی عوامل سے ہوتی ہے جتنی کہ نظریاتی یا مذہبی عوامل سے۔

Basant(2007) جو سچر کمیٹی رپورٹ کی رکن بھی تھے، انہوں نے مسلمانوں کے سماجی، معاشی اور علمی و ثقافتی حالات کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ مسلم خواتین کی حیثیت اور صورت حال پر بھی تبصرہ اور اپنے مشاہدات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں میں خواندگی کی شرح SCs اور STs کے علاوہ دیگر سماجی و مذہبی زمروں (SRCs) سے کم ہے۔ کیونکہ حالیہ برسوں میں ایس سی اور ایس ٹی کی شرح خواندگی میں مسلمانوں کے مقابلے زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ کم شرح خواندگی کی وجہ سے مسلمان دوسرے گروہوں کی شرح خواندگی سے مطابقت نہیں رکھتے۔ مصنف نے یہ بھی صراحت کی کہ ڈراپ آؤٹ کی شرح مسلمانوں میں سب سے زیادہ ہے اور مڈل اسکول کے بعد یہ شرح بتدریج بڑھتی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ پرائمری تعلیم، اعلیٰ ثانوی تعلیم کی سطح، اور گریجویشن کی ڈگری کے حصول کی شرح (GARS) بھی مسلمانوں میں سب سے کم ہے۔ ان تمام نتائج سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اعلیٰ تعلیم میں مسلمانوں کی نمائندگی بہت ہی کم ہے۔

اردو میڈیم اسکولوں کا فقدان پرائمری سطح پر مسلمانوں کی تعلیم کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ این پی ای (نیشنل پالیسی آن ایجوکیشن) کے مطابق تعلیمی لحاظ سے پسماندہ اقلیتوں میں خواتین کی خواندگی کی شرح اور لڑکیوں کے اندراج کا تناسب بہت ہی کم ہے۔ ہمدرد ایجوکیشن سوسائٹی کی طرف سے کرائے گئے ایک آل انڈیا سروے سے پتہ چلتا ہے کہ جیسے جیسے تعلیم کی سطح بڑھتی ہے بتدریج ڈراپ آؤٹ کا تناسب بھی بڑھتا جاتا ہے۔

1982 میں ملکی سطح پر لڑکیوں کے لیے مسلم زیر انتظام اسکولوں کے سروے میں پتہ چلا کہ تعلیمی سلسلہ منقطع کرنے اور اسکول چھوڑنے کی شرح 75 فیصد تک پہنچ گئی ہے۔ ڈراپ آؤٹ کے پیچھے لڑکیوں کا بلوغت کو پہنچنا اور شادی کا اہتمام عام وجہ بتائی گئی۔ تحقیق میں یہ بھی دیکھا گیا کہ مسلمان عموماً تعلیمی طور پر پسماندہ ہیں اور ان میں خواتین زیادہ ہیں تاہم تمام مسلم خواتین تعلیم سے محروم نہیں ہیں، مسلم خواتین کے ایک بہت قلیل حصے نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے جو کہ خوشحال ہیں۔ حالانکہ یہ رجحان یکساں نہیں ہے اور یہ سماجی واقتصادی عوامل اور علاقائی محل وقوع پر منحصر ہے۔ اس میں اسکول کی عدم موجودگی، خاندان میں غربت اور معاشی وسائل کی کمی، سنگل ٹیچر اسکول، کم عمری میں مالی تعاون اور مراعات کا فقدان، اساتذہ کا امتیازی سلوک اور رویہ، والدین کی بے توجہی، تعلیم سے عدم دلچسپی تعلیم کے میدان میں مسلمان عورتوں کی پسماندگی کی وجوہات میں شامل ہیں۔ تعلیم میں خواتین کی کم شرکت کی بڑی وجہ فوری طور پر اصلاحی و نتیجہ خیز اقدامات نہ کرنا ہے۔ مسلم خواتین کی تعلیمی پسماندگی کی وجوہات میں والدین کی اپنی بچیوں کو مخلوط تعلیمی اسکولوں میں بھیجنے میں ہچکچاہٹ، خاندان کے سربراہ کی سماجی ومعاشی حالت، لڑکیوں سے ملازمت نہ کروانے کی سوچ اور رجحان، پردہ، اردو میڈیم اسکولوں کی عدم موجودگی اور مسلمان خواتین اساتذہ کی کمی شامل ہیں۔

این سی ای آر ٹی (2002) کی طرف سے 'Education of Muslim girls: A study of the Area Intensive Programme' کے زیر عنوان ایک مطالعہ کیا گیا، جسے پورے ہندوستان میں اقلیتی مرتکز اضلاع میں لاگو کیا گیا تھا۔ مالی اعانت کے 'دی ایریا انٹینسیو پروگرام' کا مقصد مسلمانوں کی علمی حیثیت کو بلند کرنا تھا۔ مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اسکیم زیادہ تر ریاستوں میں اپنے مقررہ اہداف کو حاصل کرنے میں صرف جزوی طور پر کامیاب رہی۔ اس کے علاوہ اس تحقیق میں یہ بات بھی سامنے آئی کہ 26 فیصد تعلیم یافتہ مسلم خواتین کے شریک حیات غیر تعلیم یافتہ ہیں۔ مردوں کی تعلیم سے دوری اور ان کی ناخواندگی لڑکیوں کی تعلیم کو بہت زیادہ متاثر کرتی ہے، جو بعد میں خواتین کی ملازمت یا کام میں شرکت میں بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر رکاوٹ بن سکتی ہے۔ یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ مسلم خواتین کی ملازمت میں شرکت انتہائی کم ہے، لیکن یہ تحقیق بتاتی ہے کہ یہ کمی مسلم معاشرے میں پدرانہ نظام سے زیادہ مذہب کے حاوی ہونے کی وجہ سے ہو سکتی ہے، کیونکہ مذہب ہی کی وجہ سے انہیں باہر نکلنے کی آزادی نہیں ہے جس کی وجہ سے ان کی زندگیوں کو متعین کرنے والے مواقع

بھی انہیں کم ملتے ہیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ تقریباً تمام سماجی طبقات کی خواتین کی ملازمت میں شرکت کا فیصد بعض علاقوں خاص طور پر شمال اور مشرق میں کم ہے۔ اس میں سے بعض صورتوں میں ایسا ہونے کی وجہ خواتین کی ایجنسی پر گھر کے مردوں کا مکمل کنٹرول ہے۔ مصنف نے یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ پورے ہندوستان بھر میں گھر کے اندرونی معاملات میں بھی فیصلہ سازی میں عورتوں کی حصے داری بہت کم ہے اور انہیں اپنے معاملات میں بھی خود مختاری نسبتاً کم حاصل ہے۔ یہ واضح رہے کہ پدرانہ کنٹرول اب بھی مسلمانوں کے ساتھ ساتھ کچھ دیگر سماجی طبقات میں خواتین کے باہر کے کاموں میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ زیادہ تر بیرونی ملازمتیں جن تک نمائندہ مسلم خاتون کو رسائی حاصل ہے وہ سب سے کم اجرت اور سب سے زیادہ محکوم مزدوری کے زمرے میں آتی ہیں۔ یہ ملازمتیں در اصل غیر رسمی شعبے میں کم پیداواری صلاحیت کے ساتھ خود روزگار کی سرگرمیاں ہیں، کیونکہ عام کارکنان اور گھریلو ملازموں کو کام کی خراب صورتحال اور کم اجرت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا ممکن ہے کہ مسلم خواتین کو نہ صرف ان کے مذہب یا پردہ کی وجہ سے کم تنخواہ اور تھوڑی اجرت دی جاتی ہے بلکہ شاید کم تعلیم، کم نقل و حرکت اور گھریلو ذمہ داریاں سنبھالنے کی نااہلی کی وجہ سے بھی ایسا ہو سکتا ہے (Ghosh, 2004; Hasan & Menon, 2004)۔

اسی طرح John & Shinde نے (2012) میں ہندوستان میں مسلم خواتین کی تعلیم سے متعلق ایک مطالعہ میں یہ انکشاف کیا ہے کہ ریاست کیرالہ اور تامل ناڈو اور کسی حد تک آندھرا پردیش اور کرناٹک میں مجموعی طور پر اعلیٰ خواندگی کی شرح اور غیر سرکاری تنظیموں (این جی اوز) میں ان کی نمائندگی اور موجودگی کے کافی بہتر ہے۔ مصنف نے "انوار العلوم" کی مثال دی ہے جو خواتین کے لیے کالی کٹ میں 1996 میں قائم شدہ ایک عربی کالج ہے، جس میں جدید اور روایتی اسلامی تعلیم کا حسین امتزاج ہے۔ مزید برآں عوامی تحریک (People's Movement) جو تعلیم کے میدان میں کام کرنے والی ایک غیر سرکاری تنظیم ہے اس نے ہریانہ کے تقریباً نوے فیصد ناخواندہ میواتی مسلمانوں کے درمیان قابل ستائش کام کیا ہے۔ اس تحقیق میں مسلم خواتین کو درپیش روایتی مسائل جیسے مذہبی وابستگی، پدرانہ نظام، خراب معاشی حالات اور حکومتی کی طرف سے نامناسب تعلیمی انتظامات کو بیان کیا گیا ہے۔

حسن اور مینن (2004) نے مسلم خواتین کی تعلیم کی حالت کا جائزہ لینے کے لیے ہندوستان کے پانچ شہروں کا مطالعہ کیا۔ یہ مطالعہ اہم علاقائی مماثلتوں کے ساتھ ساتھ مسلم لڑکیوں کی تعلیم میں فرق کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ کولکاتہ میں جہاں مسلمانوں کی آبادی کا حصہ 22 فیصد ہے، مسلمان تعلیم کے معاملے میں دیگر برادریوں سے پیچھے ہیں۔ یہ بھی پایا گیا کہ ان میں سے زیادہ تر ناخواندہ ہیں، اور دیہی علاقوں میں غربت کی وجہ سے یہ تعداد اس سے بھی کہیں زیادہ مایوس کن ہے۔ دہلی میں مسلم خاندانوں میں جدید تعلیم کے لیے جوش و جذبہ بڑھ رہا ہے لیکن اردو میڈیم تعلیم کو مختلف سطح پر قائم اور نافذ کرنے میں حکومت کی ناکامی اور بے توجہی کی وجہ سے وہاں مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کی رفتار بہت سست ہے، جس کی وجہ سے تعلیم کو چھوڑنے والوں کی تعداد اور شرح میں لگاتار اضافہ ہو رہا ہے۔ حیدر آباد میں جہاں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب کل آبادی کا 40 فیصد ہے، وہاں 84% مسلمان خواتین ناخواندہ ہیں، لیکن حالیہ دنوں میں ایک اہم تبدیلی یہ آئی ہے کہ خاندان کے لوگ اپنی بچیوں کو انگلش میڈیم اسکولوں اور کالجوں میں داخل کروانے لگے ہیں۔ اس کے علاوہ معاشی خوشحالی اور پیشہ ورانہ کالجوں اور سرکاری ملازمتوں میں لڑکیوں اور مسلمانوں کے لیے ریزرویشن کی وجہ سے لڑکیوں کی تعلیم میں کافی بہتری آئی ہے۔ اور مسلمانوں کی تعلیم کے سلسلے میں اسی طرح کا نتیجہ علی گڑھ اور کالی کٹ میں بھی دیکھنے کو ملا ہے جہاں مسلمانوں کے زیر انتظام لڑکیوں کے لیے ایسے اسکول قائم کیے گئے ہیں جو جدید اور مذہبی تعلیم کے سنگم ہیں اور جو مسلمانوں کی روایات اور ثقافت کی بھی نمائندگی کرتے ہیں اس لیے سرپرست اور والدین اپنی بچیوں کو ان اداروں میں بھیج رہے ہیں۔ مصنف نے ذکر کیا ہے کہ مسلم لڑکیوں کی تعلیم کے بارے میں بہت کم لٹریچر دستیاب ہے جو کمیونٹی لیڈروں کی جانب سے ایک خاص قسم کی بے حسی اور بے توجہی کی نشاندہی کرتا ہے۔ مصنفین نے یہ بھی نوٹ کیا کہ شہری علاقوں خاص کر جنوبی اور وسطی ہندوستان کے مقابلے دیہی علاقوں اور شمالی ہندوستان میں مسلم خواتین کی تعلیمی صورتحال انتہائی مایوس کن ہے۔ مسلم لڑکیوں کو درپیش رکاوٹوں میں ان کے حالات سے حکومتوں کی لاپرواہی، ریاستوں کی بے حسی، وسیع پیمانے پر غربت ایک خاص سطح کے بعد مخلوط تعلیم کے تئیں ناپسندیدگی، لڑکیوں کے اسکول اور خواتین اساتذہ کی کمی اور کم عمری کی شادیاں شامل ہیں۔

اسی طرح اقبال (2012) نے شمالی اور جنوبی ہندوستان کی متعدد یونیورسٹیوں کا تقابلی تجزیہ کر کے ہندوستانی مسلمانوں کی تعلیمی رفتار جاننے کے لیے ایک مطالعہ کیا۔ اس میں یہ پایا گیا کہ شمال میں علی گڑھ مسلم

یونیورسٹی اور جامعہ ملیہ اسلامیہ (اقلیتی اداروں) کے علاوہ جہاں مسلم طلبا کی اچھی خاصی تعداد میں ہیں، مسلمانوں کی نمائندگی ایس سی اور ایس ٹی کے اندراج سے بھی بہت کم ہے۔ ان دونوں اقلیتی اداروں میں پیشہ ورانہ کورسز میں داخلہ باقی غیر اقلیتی اداروں کے مقابلے زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ اقلیتی اداروں میں 50% اسکالرشپ مسلم طلبہ حاصل کرتے ہیں جب کہ دیگر دو غیر اقلیتی اداروں میں یہ تناسب صرف ایک فیصد ہے۔ جنوبی ہند کے مرکزی جامعات میں تعلیمی اداروں میں مسلمانوں کے ریزرویشن کی وجہ سے ان کے داخلہ کا فیصد شمالی ہند کے مقابلے زیادہ ہے۔ UG کی سطح پر مسلمان طلبا کی تعداد تقریباً 9 سے 10 فیصد ہے۔ پوسٹ گریجویٹ کورسیز میں یہ تعداد بڑھ کر 11 فیصد ہو جاتی ہے، جب کہ ایم فل میں اندراج کی شرح نو فیصد ہے۔ اور تقریباً سات فیصد مسلم طلبا وظائف حاصل کر پاتے ہیں۔ مصنف نے ذکر کیا ہے کہ شمالی ہند کی یونیورسٹیوں میں جیسے جیسے اعلیٰ تعلیم کی سیڑھی پر چڑھتے ہیں مسلم طلبہ کی تعداد کے فیصد میں کمی آتی ہے جبکہ جنوبی ہند کی یونیورسٹیوں میں یہ صورت حال نسبتاً بہتر ہے۔ مزید یہ کہ تعلیم کی مختلف سطحوں پر مسلم طلبا کی شرکت کا تناسب تقریباً یکساں (7 سے 9 فیصد) ہے۔ مطالعہ کے اختتامیہ یہ نتیجہ پیش کیا گیا ہے کہ ہندوستان میں اعلیٰ تعلیم کے تعلق سے مختلف تجاویز اور سفارشات کے باوجود بھی مسلمانوں کی پیش رفت اس میدان میں سب سے سست اور سب سے کم ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کی سماجی شمولیت کے لیے حکومت اور برادری دونوں کی طرف سے سنجیدہ اقدامات اور انتھک کوششوں کی ضرورت ہے۔

Sanyal نے (2011) میں اپنے مطالعے میں ہندوستان میں مسلم خواتین کے بارے میں غلط بیانی کو اجاگر کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ شناخت کی تعمیر مسلم خواتین سے متعلق ایک اہم موضوع ہے، جسے سماجی، اقتصادی، سیاسی اور صنفی دائرے میں دیکھا جانا چاہیے۔ جب مختلف اشاریوں کے تناظر میں دوسرے سماجی و مذہبی گروہوں کے ساتھ جوڑ کر دیکھا جائے تو مسلمان سب سے زیادہ پسماندہ ہیں۔ ایک ایسی کمیونٹی جو پہلے ہی معاشرے سے کٹی ہوئی ہے اس میں بھی "پسماندہ" اور حاشیے پر ہونے سے 'مسلم خواتین' کی شناخت پر اثر پڑتا ہے جس کی وجہ سے ایک بڑے سیاق و سباق میں جگہ بنانے کے لیے متعدد مفاہمتیں ہوتی ہیں۔ وہ سچر کمیٹی کی رپورٹ کا بھی حوالہ دیتی ہیں جس میں بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کو بہت زیادہ غربت کا سامنا ہے اور مجموعی طور پر ان کی حالت درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل (Scheduled Castes and Scheduled Tribes) اور ملک کے دیگر پسماندہ طبقات سے بس ذرا سی ہی بہتر ہے۔ اس مطالعے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ دیہی علاقوں

میں رہنے والے مسلمانوں کو سماجی اور سیاسی امتیاز کے ساتھ ساتھ ریاستی حکام کی جانب سے بے قدری اور اچھوت رویوں کا زیادہ سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور اسی طرح شہری علاقوں میں بھی مسلم خواتین کی اکثریت بلا ملازمت کے مواقع اور بغیر کسی سیاسی نمائندگی کے انتہائی نامساعد حالات میں زندگی گزارتی ہے۔ مسلم خواتین اور مسلمانوں کی کی اسکولنگ کے لیے مالی امداد کی نافراہمی اور عدم دستیابی بھی ان کے خراب سماجی و اقتصادی حالات کی غمازی کرتا ہے۔ مسلم سماج میں سرکاری اسکیموں کے حوالے سے شعور کی بھی بڑے پیمانے پر کمی ہے۔ اس طرح مطالعہ اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ مسلمانوں کی نمائندگی کی کمی کا مسئلہ ریاست اور حکومت کی طرف سے جاری کردہ عمومی اقتصادی پالیسیوں اور ڈھانچے سے جڑا ہوا ہے۔ تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسلمان کچھ کمزور اور پسماندہ طبقات کے مقابلے میں قدرے بہتر پوزیشن میں ہیں۔ مگر مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ تین اہم اجزاء ہیں جو مسلمانوں کے پست سماجی و اقتصادی پروفائل کو متاثر کرتے ہیں مثلاً، تعلیمی حصولیابی، کام سے متعلق پروفائل، اور بستیوں کی گھیرابندی۔

مسلم خواتین سمیت مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کے حوالے سے آر ایس ٹی وی کے ایک خصوصی پروگرام میں جہاں ماہرین کی آراء ریکارڈ کی گئیں۔ میزبان نے بحث کا آغاز اس خیال سے کیا کہ ہندوستان میں تعلیم کی صورتحال زیادہ تسلی بخش نہیں ہے ابھی بھی بہت سے کام کرنے کی ضرورت ہے لیکن مسلمانوں کی مایوس کن صورتحال کو بیان کرنا انتہائی افسوسناک ہے۔ اسی بحث میں حصہ لیتے ہوئے ممتاز ماہر تعلیم پروفیسر زویا حسن نے رائے دی کہ ہندوستان میں دیگر اقلیتی گروہ جیسے عیسائی بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کر رہے ہیں جب کہ مسلمان پیچھے ہیں خاص طور پر کمیونٹی کی خواتین۔ یہ حکومت کی وجہ سے ہے۔ ان کے تئیں بے حسی، اور کمیونٹی کی پسماندگی خود کمیونٹی کی بے حسی کی وجہ سے بڑھ گئی ہے۔ مسلم کمیونٹی کے سینئر ایڈمنسٹریٹر وجاہت حبیب اللہ کا خیال ہے کہ برٹش انڈیا کی تقسیم نے بھی ہندوستان میں مسلمانوں کے مصائب میں اضافہ کیا۔ شمالی ہند سے تعلیم یافتہ اور جو کمیونٹی کی رہنمائی کرنے کی اہلیت رکھتے تھے انہوں نے نئے بننے والے ملک پاکستان کا انتخاب کیا اور جو رہ گئے وہ وسائل سے محروم تھے۔ چنانچہ مسلمان مختلف سماجی و اقتصادی اشاریوں پر مزید گر گئے۔ مزید یہ کہ سماجی اور مذہبی روایت کی وجہ سے اعلیٰ تعلیم میں مسلمانوں کا حصہ صرف چار فیصد ہے اور خواتین اس سے بھی بدتر ہیں۔ انہوں نے مزید اظہار خیال کیا کہ بہت سے مسلم خاندان لڑکیوں کے لیے مناسب تعلیم کو ترجیح نہیں دیتے جو ان کی تعلیم میں

پسماندگی کی ایک وجہ ہے۔ اسی طرح اسکالرشپ اسکیموں میں ریاستی حکومت کے متعصبانہ سلوک نے بھی مسلمانوں کی تعلیم میں رکاوٹ کا کام کیا۔ پروگرام کا اختتام زویا حسن کی رائے کے ساتھ ہوا کہ کمیونٹی کو آگے آنا چاہیے کیونکہ معاملہ کیرالہ کا ہے جہاں مسلم تنظیموں نے تعلیمی بہتری کے لیے بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کیا، تعلیم کی نجکاری کے دور میں صرف حکومتی اقدامات کارآمد نہیں ہو سکتے۔ حمیدیہ کالج کا آغاز 1932ء میں آزادی سے قبل مسلم خواتین میں تعلیم فراہم کرنے کے لیے کیا گیا تھا اور اب بھی تاریخی شہر الہ آباد کے مسلمان باشندوں کے لیے بہت اہمیت کا حامل ہے۔ معروف ٹی وی صحافی رویش کمار (2014) نے الہ آباد کے حمیدیہ گرلز ڈگری کالج کا دورہ کیا تاکہ مختلف موضوعات پر مسلم لڑکیوں کے تاثرات کو جان سکیں۔ یہ پایا گیا کہ سماجی اصولوں کی وجہ سے خواتین کو بالعموم اور مسلم خواتین کو بالخصوص مختلف مسائل کا سامنا ہے۔ علاوہ ازیں والدین کا رویہ خاص کر خواتین کے ساتھ خاندان کا رویہ و برتاؤ مردوں کے بالمقابل مختلف ہوتا ہے۔ شرکاء کے خیالات سے یہ اندازہ لگایا گیا کہ خواتین الگ الگ سیاسی فیصلے نہیں کرتی ہیں اس کی بجائے مذہبی اور برادری کی شناخت فیصلہ سازی پر اثر انداز ہوتی ہے جس سے تعلیم کے بنیادی مقصد کو نقصان پہنچتا ہے۔ خواتین مالی طور پر خود مختار ہونے کی پُرجوش خواہشمند ہیں لیکن انہوں نے معاشرتی اصولوں کے ساتھ بات چیت کی ہے۔ اس طرح تعلیم نے مسلم خواتین میں خواہش پیدا کی ہے لیکن پھر بھی قوم کی تعمیر میں بھرپور شرکت کو یقینی بنانے کے لیے سماجی سطح پر بہت سی چیزوں کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے (Kumar, 2014)۔ اسی طرح مسلم لڑکیوں کی تعلیم کی ترقی کو سمجھنے کے لیے رویش کمار نے عثمان غنی کمپیوٹر سنٹر بہار کا دورہ کیا جو لڑکیوں کو کمپیوٹر کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ ادارہ ایک عمارت میں قائم کیا گیا ہے جسے ڈاکٹر عثمان غنی نے مسلم خواتین کو بااختیار بنانے کے لیے صدقہ کیا تھا۔ اس کے آغاز سے لے کر اب تک سینکڑوں لڑکیاں ڈگریاں حاصل کر چکی ہیں اور کئی اداروں میں تعینات ہو چکی ہیں۔ اسے 'امارت شریعت' کے ذریعے منظم کیا جاتا ہے، جو بہار، جھارکھنڈ اور اڑیسہ کے مسلمانوں کے مذہبی ذاتی قوانین کو دیکھنے کے لیے ایک مذہبی ادارہ ہے۔ یہ تنظیم تقریباً 100 سال قبل قائم ہوئی تھی اور اس نے اسلام کی دینی تعلیم اور عصری مضامین پر خصوصی توجہ کے ساتھ مرد طلبہ کے لیے کئی تعلیمی ادارے چلائے ہیں۔ لیکن مایوسی کی بات یہ ہے کہ 2003 میں ہی انسٹی ٹیوٹ نے لڑکیوں کی طالبات کو تعلیم فراہم کرنے کا آغاز کیا جو ایک بار پھر تاخیر سے اچھا اقدام ہے جس پر شو کے دوران بحث بھی کافی کامیاب رہی۔ مسلم خواتین کو مناسب متعلقہ تعلیم فراہم کرنے کے لیے اس قسم کے

ادارے کو پروان چڑھانے کی ضرورت ہے(Kumar, 2015) ۔ Mcclendon, Hackett, Stonawski,اور PotanCokova نے(2018) نے اپنے مطالعے میں پوری دنیا میں مسلم خواتین کی تعلیم کے منظر نامے کی ایک بڑی تفصیل فراہم کی ہے جو کہ زیادہ قابل یقین نہیں ہے۔ عام طور پر مسلم خواتین یہودیوں، ہندوؤں اور دیگر مذاہب سے بہت پیچھے ہیں۔ یہ مقالہ 'بوکو حرام' اور 'طالبان' جیسے گروہوں کی طرف سے لڑکیوں کی تعلیم پر 2012 میں شمال مغربی پاکستان میں 14 سالہ ملالہ یوسف زئی پر فائرنگ کے پس منظر میں لکھا گیا تھا۔ یہ مقالہ صنفی امتیاز میں مذہب کے کردار پر بحث اور کیا اسلام قطعی طور پر مسلم دنیا میں خواتین کی تعلیمی حصولیابی میں رکاوٹ ہے جیسے موضوع پر بحث کی تجدید کرتا ہے۔ مصنفین مزید یہ بتاتے ہیں کہ مشرق وسطیٰ اور بیشتر مسلم اکثریتی ریاستوں میں وہ خواتین کم سال کی تعلیم، محنت کشوں میں شمولیت کی کم شرح، سیاست میں تصویر کی کم مقدار، اور وسیع تر صنفی امتیاز کی طرف مائل ہیں۔ یہ اشارے دوسری قومی ریاستوں میں خواتین کے برابر تھے۔ خواتین کی خود کفالت اور معاشی امکانات کے ساتھ ساتھ اس اہم کردار کے لیے جو مائیں اپنے بچوں کی تعلیم، سماجی فلاح و بہبود میں ادا کرتی ہیں، ان کے لئے بہتر اسکولنگ کی سطح پر خاص توجہ دی جانے چاہئے۔ یہ پایا گیا کہ تعلیم اور فرٹلٹی کے درمیان ایک گہرا تعلق ہے، خواتین کی تعلیم کی سطح میں مذہبی تغیرات بھی مذہبی آبادی کی مستقبل میں ترقی کے لیے اثرات مرتب کر سکتے ہیں۔ مزید برآں، مسلم دنیا میں لڑکیوں کی تعلیم کو انتہا پسند گروہوں کے حملوں کا نشانہ بنایا گیا ہے کیونکہ مغربی تعلیم اور صنفی مساوات کو اسلامی اقدار کے منافی سمجھا جاتا ہے۔

ہندوستان میں مسلم اقلیت بالخصوص خواتین کی انتہائی پسماندہ حالت کو تسلیم کرتے ہوئے حکومت ہند نے کئی اسکیمیں شروع کیں جن کی تفصیل نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ(NCERT) کی آنے والی کتاب میں دی گئی ہے، جس پر مختصراً یہاں بات کرنا مناسب ہے۔ اسکیم کے مطابق، کستوربا گاندھی بالیکا ودیالیا(KGBVs) ان علاقوں میں کھولے گئے جہاں مسلمانوں کی کافی آبادی تھی۔ مزید برآں، ایک خاص خواندگی ان اضلاع میں حاصل کی جائے گی جن میں کافی مسلم باشندے ہوں۔ ان اقدامات کا مقصد عمومی شرح خواندگی اور بنیادی طور پر 'مسلم خواتین' کی شرح خواندگی کو بڑھانا تھا۔ اقلیتی اضلاع میں خواتین ہاسٹل اور پولی ٹیکنک بھی فراہم کیے جائیں گے(NCERT, 2017)۔ ایک اور اہم اسکیم 'نئی روشنی اسکیم' اقلیتی برادریوں سے وابستہ خواتین کے لیے ایک لیڈر شپ ڈیولپمنٹ اسکیم ہے تاکہ حکومتی نظام کے ساتھ ضرورت پر مبنی تبادلے کے

لیے علم، اوزار اور کارکردگی فراہم کرکے ان میں خود اعتمادی پیدا کی جاسکے۔ یہ اسکیم پورے ملک میں این جی اوز، سول سوسائٹیز اور سرکاری اداروں کی مدد سے چلائی جاتی ہے(NCERT, 2017)۔ مگر اسے مضبوطی سے نافذ کیا جانا چاہئے اور اس کے اثرات کو دیکھنے کی ضرورت ہے، تاہم، یہ مسلم خواتین کی تعلیمی ترقی کے لیے ایک مہذب اقدام معلوم ہوتا ہے۔ راجیہ سبھا ٹی وی پر ایک ٹیلی ویژن مباحثے میں اعلیٰ تعلیمی اداروں کو اعلیٰ خود مختاری فراہم کرنے کے حکومتی اقدام پر تبادلہ خیال کرنے کے لیے ایک پروگرام ’’THE BIG PICTURE‘ کے نام سے ایک علمی بحث کا انعقاد کیا گیا۔ پینلسٹس نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اعلیٰ تعلیم کو اپنی تعلیمی معیار کو انجام دینے کے لیے مزید خود مختار بنانا ضروری ہے۔ ایک پینلسٹ اور ایوان بالا (بھارتی پارلیمنٹ کے راجیہ سبھا ممبر) نے رائے دی کہ ہندوستان میں اعلیٰ تعلیمی اداروں کی کمی ہے اور طلباء کو اس میں داخلہ لینے کے لیے کافی ادارے نہیں ملتے ہیں۔ یہ ہندوستان میں اعلیٰ تعلیم کی فراہمی میں ایک نمایاں رکاوٹ ہے، جس کا ہندوستانی سماج کے پسماندہ طبقات پر منفی اثر پڑتا ہے۔ مزید برآں، مجموعی اندراج کا تناسب (GER) بہت تسلی بخش نہیں ہے، اس کے لیے اعلیٰ تعلیم کی فوری زمینی توسیع (physical expansion) کا مطالبہ کیا جاتا ہے جب کہ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ معیار بھی اس کے اندر ہم آہنگ ہو۔ پینلسٹس میں سے، ایک نے دور دراز جگہ تک پہنچنے کے لیے انفارمیشن کمیونیکیشن ٹیکنالوجی (ICT) کے استعمال کی وکالت کی۔ اعلیٰ تعلیم تک رسائی فراہم کرنے میں اندرا گاندھی نیشنل اوپن یونیورسٹی (IGNOU) کے کردار کو بھی سراہا گیا۔ ایک پینلسٹ نے رائے دی کہ موجودہ دور کی معاشی ترقی سائنس اور ٹکنالوجی کی ترقی اور جدت سے چلتی ہے اس لیے اعلیٰ تعلیم کی ضرورت ہے جو سائنسی تحقیق میں جدید محققین کی دوری کو ختم کرنے کو یقینی بنا سکے اور ان کی خود مختاری کو ایک خوش آئند قدم سے تعبیر کیا جائے۔ تاہم، ایک اور پینلسٹ نے اس بات کی تردید کی کہ اختراع صرف سائنسی اختراع تک ہی محدود نہیں ہے، یہ لسانیات، فنون اور جمالیات اور دیگر شعبوں میں بھی وسیع ہونی چاہئے، جسے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں انجام دینے کی ضرورت ہے۔ ایک اور اہم بحث یہ ہے کہ خود مختاری ایک عکاس خیال ہے، جو سیاسی اور افسر شاہی کی مداخلت کے لئے مزاحمت کرتا ہے لیکن پھر سے یونیورسٹیوں کی خراب حالت اندرونی عوامل، نصاب کے پرانے ہونے اور بہت سے مسائل کی وجہ سے ہے(Pereira, 2017)۔ لہٰذا، اعلیٰ تعلیمی نظام کو اپنے آپ پر غور کرنا چاہیے اور ہندوستانی معاشرے کے لیے موافق بننے کی کوشش کرنی چاہیے، بشرطیکہ اس میں بہت زیادہ تنوع ہو۔

جمہوری ہندوستان کے سابق نائب صدر حامد انصاری نے(2018) میں ہندوستان میں مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کے بارے میں ایک ٹیلی ویژن پروگرام میں اظہار رائے رکھتے ہوئے کہا ہے کہ "مسلم برادری کو درپیش شناخت شدہ مسائل میں تعلیم سب سے اہم ہے اور تمام طبقات نے اپنے تعلیمی مسائل کو بڑی حد تک ڈھادیا ہے۔ کمیونٹی کے طور پر ہم نے کئی بار مسائل کو تسلیم کیا ہے۔ معاملہ شناخت اور سلامتی کا ہے، یہ تعلیم کا بھی ہے" نائب صدر نے مزید زور دے کر کہا کہ ان کے مطابق تعلیم "معاشرے کے تمام طبقات کی طرف سے نظرانداز کیا گیا ہے اور یہ صرف کمیونٹی کے ایک چھوٹے سے طبقے تک محدود کردیا گیا ہے۔" انہوں نے کہا کہ دہلی میں سکھوں کی بڑی تعداد ہے اور ان میں سے زیادہ تر مہاجرین تھے۔ انہوں نے نہ صرف خود کو بحال کیا ہے بلکہ اپنے تعلیمی ادارے بھی قائم کیے ہیں۔ اگر ایک چھوٹی برادری ایسا کرسکتی ہے تو ایک بہت بڑی کمیونٹی کیوں نہیں کرسکتی؟" ہندوستانی اصلاح پسند مصنف اور سماجی کارکن کے لیے وقف لیکچر کا اہتمام سینٹر فار اسٹڈی آف سوسائٹی اینڈ سیکولرازم نے کیا تھا۔ اسی اجتماع میں آئینی ماہر اے. جی نورانی نے مسلمانوں کو قومی مسائل میں شامل ہونے کی تلقین کی۔ انہوں نے مزید اس بات پر زور دیا کہ "تعصب سے انکار کرنا سچائی کو جھٹلانا ہے" دونوں روشن خیال لوگوں نے ہندوستان میں مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی سے افسردہ تھے، تعلیمی پسماندگی کئی دیگر سماجی پسماندگیوں کا ذریعہ ہے (TheQuint, 2018)۔

مسلم خواتین کی تعلیمی پسماندگی اور تعلیم تک رسائی کے مسائل:

مینن (1979) نے کیرالہ کی مسلم خواتین پر اپنے مطالعے میں ان اہم عوامل کو تلاش کرنے کی کوشش کی جو مسلم خواتین کی تعلیمی ترقی میں رکاوٹ ہیں۔ یہ پایا گیا کہ مسلم خواتین اپنی تعلیم کے حوالے سے سب سے زیادہ پسماندہ طبقات میں سے ایک ہیں۔ اس کی وجہ اسلام میں بعض سماجی ساختی اور ادارہ جاتی عوامل کی موجودگی ہے۔ یہ پایا گیا کہ مذہبی تعلیم جو معاشرے میں فرض سمجھی جاتی ہے اسکولوں میں دیر سے داخل ہونے کا باعث بنتی ہے جس کی وجہ سے ایک مسلمان عورت کو اپنی پڑھائی چھوڑنے پر مجبور کردیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں کم عمری کی شادی جو مسلمانوں میں بڑے پیمانے پر رائج ہے تعلیم جاری رکھنے میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ جب ایک عورت بلوغت کے مرحلے کو پہنچتی ہے تو اسے آزادانہ نقل و حرکت کی اجازت نہیں ہوتی اور وہ خود کو الگ تھلگ محسوس کرتی ہے۔ اس تنہائی کی وجہ سے خواتین میں نقل و حرکت کا فقدان آجاتا ہے جس کی وجہ سے ان کے اسکول جانے کے امکانات

بھی کم ہو گئے ہیں۔ یہ پایا گیا کہ سماجی طور پر متعین پیشہ ورانہ کرداروں کی کمی پیشہ ورانہ مہارتوں کے حصول کے لیے ایک آلہ کے طور پر تعلیم کی اہمیت کو کم کرتی ہے۔ مصنف نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ تعلیم کی کمی خواتین کو گھر سے باہر جدید کردار ادا کرنے کی صلاحیت سے محروم کر دیتی ہے اور یہ ان کے گھر تک محدود رہنے میں معاون ہے۔

Sahu, Jeffery, & Nakkeeran نے (2016) شہری بنگلورو میں مسلم خواتین اور معیاری اعلیٰ تعلیم تک رسائی میں ان کے مسائل پر ایک مطالعہ کیا۔ یہ پایا گیا کہ مسلم اور ہندو دونوں خواتین طلاق اور بیوہ جیسے نادیدہ واقعے کے لیے حفاظتی منصوبے کے طور پر اعلیٰ تعلیم پر زور دیتی ہیں۔ یہ بھی دیکھا گیا کہ ہندو اور مسلم دونوں شرکاء کی اکثریت نے خود کی شناخت پر زور دیا۔ کم سماجی و اقتصادی پس منظر سے تعلق رکھنے والی خواتین شرکاء نے مالی آزادی کے لیے اعلیٰ تعلیم کی اہمیت، اور بہتر معاوضہ دینے والی ملازمت پر زور دیا جب کہ اعلیٰ طبقے کی خواتین خود اعتمادی حاصل کرنے کے لیے اعلیٰ تعلیم حاصل کرتی نظر آتی ہیں۔ مزید برآں خواتین کی تعلیمی رفتار کو تشکیل دینے میں مالی تنگی ایک اہم کردار ادا کرتی ہے۔ شرکاء کی اکثریت نے اعتراف کیا کہ خاندان کی اچھی مالی حالت ایک خاتون کے لیے اعلیٰ تعلیم کی منظوری کے لیے ضروری ہے۔ یہ تعلیم کے معیار کا بھی تعین کرتا ہے، جیسا کہ ایک متمول خاندان سے تعلق رکھنے والی خاتون کے پاس اپنے ہم منصب کے مقابلے میں بہت سے انتخاب ہو سکتے ہیں جن کے پاس تعلیم کے معیار، مضامین کے انتخاب، اور زیادہ معاوضہ لینے والے کالجوں کے حوالے سے زیادہ انتخاب ہوتے ہیں۔ عوامی مقامات پر خواتین کے لیے تحفظ اور تحفظ کے خدشات کا فقدان ان کی جسمانی نقل و حرکت کو بھی محدود کر دیتا ہے جو بالآخر خواتین کی اعلیٰ تعلیم کی طرف بڑھنے میں رکاوٹ کا باعث بنتا ہے۔ مصنف نے نوٹ کیا کہ نوجوان مسلم خواتین کے لیے، غیر مسلم رہائشی علاقوں میں کالج کا محل وقوع بھی مزید خدشات کا باعث بنتا ہے، اس لیے معاشی طور پر خوشحال مسلم خاندانوں کی خواتین اپنے ہم منصبوں کے مقابلے میں کم سفر کرتی ہیں اور غریب مسلمان خواتین اپنے گھروں کے قریب کالج جاتی ہیں۔ اعلی تعلیم کے حصول میں یہ بھی پتہ چلا کہ جب مالی وسائل محدود ہوتے ہیں تو خاندان بیٹیوں کے بجائے بیٹوں کی اعلیٰ تعلیم کی حمایت کرتے ہیں کیونکہ انہیں مستقبل میں کمانے والا سمجھا جاتا ہے۔ ہندوستانی مرد کے زیر تسلط معاشرے میں لوگ عام طور پر خواتین سے اپنے شوہروں سے کم اہلیت کی توقع کرتے ہیں اور اس سے نوجوان مسلم خواتین کی اعلیٰ تعلیم کی خواہشات میں کمی آتی ہے۔ دونوں صورتوں میں، رشتہ داروں یا پڑوسیوں نے شرکت کنندہ کے اہل خانہ کو مشورہ دیا ہے کہ وہ اس کی اعلیٰ

تعلیم کو بند کر دیں، کیونکہ اس سے وہ بے لگام و بد زبان ہو جائے گی یا نہیں اس پر شہر کے منفی اثرات کا خدشہ ہے۔ مسلم خواتین کے معاملے میں خاندان کے وسیع تر افراد، پڑوسی اور کمیونٹی تعلیمی رفتار میں فیصلہ کن کردار ادا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ، بعض اوقات یہ لوگ مل کر مسلم خواتین کے لیے اعلیٰ تعلیم کے حصول میں رکاوٹ کا کام کرتے ہیں۔ اس تحقیق میں یہ بھی بتایا گیا کہ مذہب کا مسلم خواتین کے لیے تعلیم کے حصول میں رکاوٹ بننے کا عمومی تصور غلط ہے اور اسے بہت پیچیدہ معلوم ہوا ہے۔

سکسینہ (2014) نے ہندوستان اور پاکستان کی ان مسلم خواتین کا مطالعہ کیا جو اعلیٰ تعلیم حاصل کرتی ہیں اور مذہبی وابستگیوں کے علاوہ مختلف وجوہات کی بنا پر پڑھائی چھوڑنے پر مجبور ہیں۔ یہ پایا گیا کہ روایتی مذہب خواتین کی زندگی کو کئی طریقوں سے بیان کرتا ہے اور دونوں ممالک میں کم عمری کی شادی، نقل و حمل، بنیادی تعلیم تک رسائی، تمام گرلز کالج، سماجی دباؤ اور مذہبی خدشات جیسے مسائل پائے جاتے ہیں۔ اعلیٰ تعلیم میں مسلم خواتین کے داخلے میں ناکامی کا ایک اہم عنصر مذہب پایا گیا ہے۔ تاہم بعض خواتین نے اس سے انکار کیا اور اعلیٰ تعلیم کے لیے آگے بڑھ کر معاشرے میں اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ اعلیٰ خواندگی والی ریاست کیرالہ میں بچیوں کو بااختیار بنانے کے لیے حکومتی پالیسیوں کے حوصلہ افزا نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ پاکستان میں خواتین کی صورت حال میں کچھ جگہوں پر بہت سست بہتری آئی ہے اور کچھ جگہوں پر بالکل نہیں۔ یہ تجویز کیا گیا کہ خواتین کے اعلیٰ حصول کے لیے خواتین کی تعلیم کے حوالے سے طالبان کے رجحان اور مجموعی معاشرتی نقطۂ نظر پر قابو پانے کی ضرورت ہے۔ دونوں ممالک کی خواتین جنھوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی وہ تسلیم کرتی ہیں کہ ان کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لیے خاندانی تعاون لازمی ہے اور تجویز کرتے ہیں کہ ایک مضبوط سپورٹ سسٹم خواتین کا منظر نامہ بدل سکتا ہے۔ دونوں ممالک میں منظر نامہ بدل سکتا ہے اور یہ تبھی ہو سکتا ہے جب پالیسی ساز تعلیمی اصلاحات کے لیے ٹھوس قدم اٹھائیں۔ سخت خیالات، صنفی تعصب پر مبنی نصاب، مذہبی عقائد، روٹ لرننگ اور پاور و تسلط سے چھٹکارا حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

Sahu, Jaffery & Nakkeram نے (2016) میں اپنے مطالعے میں پایا کہ خواتین کی تعلیمی رفتار، دورانیہ اور تعلیمی تجربے کے معیار کا تعین کرنے میں مالی دشواری بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ خاندان کی مالی حالت اعلیٰ تعلیم سے گزرنے کی منظوری حاصل کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے اور تعلیم کے معیار کا بھی تعین کرتی ہے اور مضامین کے انتخاب کو بھی محدود کرتی ہے۔ یہ پایا گیا کہ متمول گھرانوں کی خواتین اپنی پسند کے

زیادہ تنخواہ والے کالج میں جاسکتی ہیں جب کہ دیگر شدید مالی تنگی حالات کی وجہ سے گورنمنٹ کالج تک نہیں جا سکتیں۔ ہندوستانی سماج ذات پات، طبقے، مذہب، علاقہ اور جنس کی تقسیم سے نمایاں ہے۔ مسلمان ایک غالب اقلیتی گروہ ہیں جس کی شہریت پورے ملک میں پھیلی ہوئی ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں اور نو بدھسٹ کے علاوہ دیگر سماجی و مذہبی گروہ جیسے سکھ، عیسائی اور پارسی اعلیٰ تعلیم میں نسبتاً منصفانہ نمائندگی رکھتے ہیں اور انہیں تعلیمی لحاظ سے پسماندہ گروہ نہیں سمجھا جاسکتا۔

عابدی اور کاظمی (2019) نے ایک مطالعہ میں اعلیٰ تعلیم میں مسلم لڑکیوں کی تعلیمی پسماندگی کا تجزیہ کیا۔ مضمون میں ان سماجی، ثقافتی اور تعلیمی عوامل کو بے نقاب کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو ان کی تعلیمی شرکت میں رکاوٹوں کا کام کرتے ہیں۔ مصنفین نے اعلیٰ تعلیم میں مسلم خواتین کے پسماندگی کی ایک بڑی وجہ کے طور پر کئی عوامل کی نشاندہی کی ہے جیسے مالی تنگی، عوامی مقامات پر خواتین کے لیے تحفظ اور تحفظ کا فقدان، صنفی تعصب، گپ شپ، اور خاندان اور برادری کی طرف سے ان پر سماجی کنڑول۔ یہ پایا گیا کہ مسلمانوں کی مالی تنگدستی سب سے اہم عنصر ہیں جو ان کے اعلیٰ تعلیم میں داخلے کے امکانات کو روکتی ہیں اور وسائل کی کمی کی صورت میں خاندانی تعاون عام طور پر بیٹے کی تعلیم کی طرف ہوتا ہے جسے خاندان کا مستقبل کمانے والا سمجھا جاتا ہے۔ مزید برآں، فرقہ وارانہ عوامل، جیسے شناخت کی سیاست، مسلم مقامی علیحدگی، اور خاندان اور برادری کی حرکیات بھی مسلم خواتین کی تعلیمی پسماندگی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ مصنفین نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ مالی پریشانی، مذہبی قدامت پرستی سب سے بڑے عوامل میں سے ایک ہے جو مسلم خواتین کے تعلیمی حصول میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔

اسی طرح حیدرآباد کے معاملے پر زور دیتے ہوئے سید مہدی حسن نے اپنے مقالے 'مسلم خواتین اور اعلیٰ تعلیم: حیدرآباد کا ایک کیس اسٹڈی' میں ذکر کیا ہے کہ تعلیم اور سماجی معاشی حیثیت کا آپس میں گہرا تعلق ہے لیکن تعلیم بھی معاشرے میں رائج اقداری نظام سے مشروط ہے۔ سعودی عرب ایک ایسا ملک ہے جہاں فی کس آمدنی کا کوئی مسئلہ نہیں ہے تاہم وہاں بالعموم اور خواتین کی شرح خواندگی کم ہے۔ لیکن آج کل منظر نامہ بدل رہا ہے اور لوگ مثبت رویوں کو فروغ دے رہے ہیں۔ مطالعہ یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ اگر کسی خاندان میں ایک تعلیم یافتہ باپ ہے تو یہ بہت زیادہ امکان ہے کہ خواتین ارکان تعلیم کے عمل سے گزریں۔ زیادہ تر معاملات میں جہاں باپ غریب، رکشہ چلانے والے، مکینک اور دکاندار ہیں، خواتین کی خواندگی کے لیے زیادہ ترغیب نہیں ملتی۔ یہ بھی پتہ

چلا کہ معاشی طور پر پسماندہ مسلمان جو شہری علاقوں میں رہتے ہیں وہ بھی خواتین کی تعلیم کے حوالے سے لاپرواہ ہیں۔ اسی طرح مسلم آبادی کاریگروں پر مشتمل ہے جو اپنے بچوں کو اسکول بھیجنے میں کوئی فائدہ نہیں دیکھتے۔ مطالعات میں اعلیٰ تعلیم کے حوالے سے مسلم خواتین کے تاثرات کو بھی سمجھنے کی کوشش کی گئی، تاہم ہندوستانی تناظر میں یہ مطالعات نایاب ہیں، خاص طور پر اس بات پر توجہ مرکوز کرتے ہیں کہ مسلم خواتین مجموعی طور پر اعلیٰ تعلیم کو کس طرح محسوس کرتی ہیں اور ان تبدیلیوں کو جو وہ خود میں محسوس کرتی ہیں۔ بچوں اور خواتین کی ترقی کی وزارت (2007) نے پایا کہ یکساں عقیدے سے تعلق رکھنے والی خواتین میں متنوع ترتیبات ہو سکتی ہیں جو ان کی کمائی کی صلاحیت، روزگار، دیہی شہری سیٹ اپ، تعلیمی سطح وغیرہ سے متاثر ہوتی ہیں۔ اقلیتی گروپوں میں رہتے ہوئے کچھ خواتین خطِ غربت سے نیچے زندگی گزار رہی ہیں جب کہ دیگر اعلیٰ معیار زندگی سے لطف اندوز ہوتی ہیں۔ مزید برآں، ذات پات کی علیحدگی بھی خواتین کی حیثیت کو متاثر کرتی ہے، اس لیے خواتین سماجی اور مالیاتی امتیاز کی کچھ مشترکہ خصوصیات میں شریک ہیں۔ مطالعہ نے مشاہدہ کیا کہ خواتین کے روایتی طور پر متعین کردار اور سماجی ایجنٹ کوئی متبادل رویے کی نمائندگی نہیں کرتے ہیں جو ان کی خود ترقی کو بھی محدود کرتے ہیں۔ مسلم اقلیتوں کے تاثر پر تبصرہ کرتے ہوئے مطالعہ پایا گیا کہ سیکولر ریاستی اسکولوں میں کوئی مذہبی تعلیم نہ دینے سے مسلم بچوں کے ذہنوں کو آلودہ کرنے کا خدشہ مسلم علمانے بڑھادیا ہے جو فکر کی پاکیزگی کے لیے مسلمان بچوں کے لیے صرف روایتی اسلامی تعلیم کی حمایت کرتے ہیں۔ سلوک: یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سرکاری اسکولوں کے اساتذہ اور افسران کی اکثریت بنیادی طور پر ہندو ہے، کچھ نشانیاں اور رسومات عملی ہیں جیسے سرسوتی کی تصویریں/مجسموں کو لٹکانا جسے مسلمان علماء اسلام میں توہین آمیز سمجھتے ہیں۔ یہ تصور مسلمانوں کی تعلیمی شوق میں رکاوٹ کا کام کرتا ہے۔

Natan, Ashkenazi, and Massacre نے (2016) اپنے مطالعے میں ان عناصر کی نشاندہی کی جو اسرائیل میں مسلم عرب خواتین کے منصوبہ بند طرز عمل کا استعمال کرتے ہوئے قبل از پیدائش کی کلاسوں میں شرکت کے ارادے کو متاثر کرتے ہیں۔ یہ پایا گیا کہ خواتین کے عقائد اور رویے والدین کے طبقے میں شمولیت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، اس کے علاوہ دوسرے کی طرف سے لگائے گئے اہم سماجی دباؤ بھی ہیں۔ مطالعہ یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ میاں بیوی قبل از پیدائش کی کلاسوں میں شرکت کے لیے فیصلہ سازی میں بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ دیگر اہم عوامل عمر اور تعلیمی سال ہیں۔ مطالعہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جغرافیائی فاصلہ (کلاسوں کے

لیے قابل رسائی مقام)، اور زبان کی رکاوٹ (میڈیم آف انسٹرکشن) قبل از پیدائش کی کلاسوں میں شرکت کرنے والی خواتین کے لیے نمایاں خرابیاں بنی ہوئی ہیں۔ اس تحقیق میں یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ عرب مسلمانوں کو اس طرح کی سرگرمیوں میں شامل کرنے کے لیے پریکٹیشنرز کی جانب سے 'ٹرانسکلچرل حساسیت' کی ضرورت ہے۔

Oplatka and Lapidot نے (2012) میں ایسے عوامل کو تلاش کرنے کی کوشش کی جنہوں نے عرب گریجویٹ خواتین کو اعلیٰ ڈگریوں کے لیے درخواست دینے اور کامیاب ہونے میں مدد کی۔ یہ پایا گیا کہ عرب معاشرے میں اعلیٰ تعلیم کے بارے میں مثبت تاثر ان کے اعلیٰ تعلیم کو جاری رکھنے کے فیصلے پر بہت زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ مصنفین کی طرف سے یہ بات بھی نوٹ کی گئی کہ خاندان کی معاونت خاص طور پر گھر کا تعلیمی ماحول خواتین کی تعلیمی ترقی میں فیصلہ کن کردار ادا کرتا ہے۔ دیگر عوامل جو اہم رہے وہ ہائی اسکول میں اپنے اساتذہ کا رول ماڈل کے طور پر تصور، سیکھنے کے لیے فرد کی ذاتی مہم، شوہر کا تعاون، اور مقامی کمیونٹی میں تعلیمی ماحول تھے۔ مصنفین نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ عرب معاشرے میں خواتین کے تعلیمی ہدف کو یقینی بنانے کے لیے کئی مثبت عناصر کے ساتھ اعلیٰ تعلیم کے لیے مثبت رویوں کی ضرورت ہے۔

صنفی امتیاز، مسلمان اور اعلیٰ تعلیم:

مسلم خواتین کی پسماندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے رستوگی (2007) نے مشاہدہ کیا کہ مسلم خواتین کا تعلق معاشرے کے پسماندہ طبقات سے ہے اور وہ اپنی جنس کی وجہ سے مزید پسماندہ ہیں۔ مصنف کا استدلال ہے کہ اصلاحی کوششیں اکثر تاریخی رکاوٹوں اور مذہبی امتیاز کے باعث معتدل ہوتی ہیں۔ تاریخ میں، ہندوستان میں پیشہ ورانہ اور تعلیمی نقل و حرکت محدود رہی ہے۔ پیشہ ورانہ بنیادوں پر ذات پات کے نظام سے متعصب لوگوں سے عام طور پر ان کے والدین اور اولاد کی طرح سماجی اور معاشی پوزیشن میں رہنے کی توقع کی جاتی ہے۔ اگرچہ یہ کچھ پسماندہ گروہوں، خاص طور پر درج فہرست ذاتوں (SCs) اور درج فہرست قبائل (STs) کے لیے تبدیل ہو رہا ہے جنہوں نے عوامی ملازمت اور تعلیم کے مثبت پروگراموں سے فائدہ اٹھایا، مسلمانوں کو زیادہ تر مشکلات کے باوجود اس حمایت کے لیے رقم نہیں ملتی۔ مسلمانوں نے ماضی میں جو نقصانات اٹھائے ہیں اور اس کا تجربہ کرتے رہتے ہیں وہ جزوی طور پر مذہبی امتیاز کا نتیجہ ہے۔ مسلمانوں کو سروس اور تعلیم دونوں میں نمایاں امتیاز کا سامنا ہے۔ مصنف کا یہ ماننا ہے کہ ماضی اور حال کی خرابیوں اور امتیازی سلوک کی وجہ سے مسلم مردوں اور خاص طور پر خواتین کے پاس

اجرت کی ملازمت اور تعلیم کی سطح کم ہے۔ مزید برآں، حالیہ دہائیوں میں فرقہ وارانہ کشیدگی میں اضافے کی وجہ سے یہ رکاوٹ مزید گہرا ہوگئی ہے۔ شاہ اور خورشید (2017) نے دو متنوع پس منظروں سے تعلق رکھنے والی تعلیم یافتہ مسلم خواتین کے آزمودہ تجربات پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے اس بات کا جائزہ لینے کی کوشش کی کہ کس طرح خواتین نے اپنی الگ تعلیم یافتہ شناخت کا استعمال کیا کہ مسلم خواتین کو بااختیار بنانے کا کیا مطلب ہے۔ ہندوستان اور پاکستان کے مصنفین نے رشیدہ اور نورین کے دو کیس اسٹڈیز کی مثال دیتے ہوئے دیکھا کہ راشدہ کے لیے ہندو اکثریتی معاشرے میں مسلمان ہونے کا مطلب ذات پات جیسی کمتر حیثیت میں رہنا ہے۔ تعلیم نے اسے ملازمت، وسائل، عوامی مقامات پر نقل و حرکت، اور اس کے خاندان میں اعلیٰ مقام اور کردار کے لحاظ سے مواقع تک رسائی فراہم کی جو اسے مخصوص مراعات فراہم کرتی ہے اور اس کی شخصیت کو اس کی کمیونٹی کی دوسری خواتین سے بحال کرتی ہے۔ تاہم، اس کے لیے بااختیار ہونے کا مطلب بڑے ہندوستانی معاشرے کے بجائے مسلم خاندانوں اور برادریوں کے مخصوص اصول ہیں۔ اسی طرح، پاکستان کے ایک پنجابی گاؤں کی ایک پڑھی لکھی مسلمان خاتون نورین نے اسلام کو متحرک کر کے اپنے خاندان کی 'دوسری باتوں' کا مقابلہ کیا۔ اس نے معاشی وسائل تک رسائی، مرد کے زیر تسلط جگہوں، عوامی نقل و حرکت اور خاندان میں اعلیٰ مقام کا ذکر کرتے ہوئے ایک تعلیم یافتہ اور بااختیار خاتون کے طور پر اپنی الگ حیثیت کا حوالہ دیا۔ اس طرح، نورین کے لیے بااختیار بنانے کے تصور اور طریقوں کا مطلب کچھ ایسے سماجی اصولوں کی خلاف ورزی کرنا تھا جو اسلام کے ساتھ بیجا منسلک کر دئے گئے ہیں۔ یہ تقابلی ایتھنوگرافک لینس نہ صرف تعلیم اور بااختیار بنانے بلکہ اسلام کے سیاق و سباق سے متعلق مخصوص اور عارضی تصورات کی بھی اہم بصیرت فراہم کرتا ہے۔

Chanana نے (2012) نے اعلیٰ تعلیم میں خواتین کی شمولیت سے متعلق ایک مضمون میں دلیل دی ہے کہ ہندوستانی خواتین دوسری جگہوں کی خواتین سے ملتی جلتی ہیں، متنوع ہیں اور طبقاتی نظام کے سماجی نظام کی بازگشت مختلف سماجی و اقتصادی گروہوں کی خواتین تک امتیازی رسائی میں ہے۔ یہ پایا گیا کہ 1990 کے اوائل تک اعلیٰ تعلیم کو زیادہ تر عوامی طور پر فنڈز فراہم کیے جاتے تھے۔ تاہم معاشی اصلاحات اور تعلیم کی نجکاری میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ مزید یہ کہ اس وقت بھی اس پر حد سے زیادہ سبسڈی دی جاتی رہی تھی۔ ریاستی حکومتوں نے نئے نجی غیر امدادی اور منافع بخش اداروں کے قیام کی اجازت دی جسے سیلف فنانسنگ کالج یا یونیورسٹی کہا جاتا ہے

جو جدید صورتحال کی ڈیمانڈ مارکیٹ سے چلنے والے مضامین پیش کرتے ہیں۔ مصنف نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اگرچہ ریاستی پالیسی اور تعلیم پر عوامی بحث نے لڑکیوں میں تعلیم کی حوصلہ افزائی کی ضرورت پر ایک اہم کردار ادا کیا ہے مگر ستم ظریفی یہ ہے کہ یہ خواتین کے کردار کے سماجی تصور کے ارد گرد سماجی شکلوں سے تشکیل پاتی ہے۔

فہمی (2011) نے اپنے مطالعے میں پایا کہ مسلم معاشرے میں مذہبی اور ثقافتی رکاوٹوں کی وجہ سے کثیر الثقافتی ہندوستان میں خواتین کو پذیرائی مل رہی ہے۔ وہ انکشاف کرتی ہیں کہ زندگی کے تمام شعبوں میں صنفی علیحدگی کے پدرانہ تصور کے بوجھ کی وجہ سے مسلم خواتین عام طور پر اچھے تجربے سے محروم رہتی ہیں۔ ایسے اداروں میں بہت زیادہ نقصان ہوتا ہے جہاں وہ دوسرے سماجی نظام کی لڑکیوں سے بھی نہیں مل پاتے۔ یہ عصر حاضر میں ایک بہت بڑی محرومیت کا کام کرتا ہے۔ مزید برآں، یہ صرف ان مسلم لڑکیوں کے لیے نقصان نہیں ہے بلکہ اس کے بعد ایک بار پھر غیر مسلم بڑی برادری کے لیے بھی نقصان ہے جو اس باہمی نمائش سے محروم ہے۔ اس کے علاوہ، ایسی غیر موزوں اور خسارے سے بھری تعلیم کسی شخص کو سماجی طور پر مفید انسانی وسائل میں تبدیل کرنے کا بنیادی مقصد پورا نہیں کرتی۔ مزید برآں یہ شاگرد گریجویشن کی سطح تک تمام مضامین تک پہنچ جاتے ہیں جو انہوں نے اردو میڈیم سے تعلیم حاصل کی ہے کہ یونیورسٹیوں میں انگریزی میں پڑھایا جاتا ہے، جو کلاس میں پڑھائی جانے والی چیزوں یا نصابی کتابوں کو سمجھنے میں ایک ناقابل شکست فاصلہ پیدا کرتا ہے جو ہر ایک کے لیے صرف انگریزی میں آتی ہیں۔ مضمون اعلیٰ ثانوی سطح تک ان کی تعلیم اچانک پرانی ہو جاتی ہے اور انہیں احساس ہوتا ہے کہ وہ بنیادی اصطلاحات سے لیس نہیں ہیں اور کلاس میں اظہار خیال کرنے اور اس میں مشغول ہونے کے لیے زبان کی مہارت کی کمی کے ساتھ ساتھ وہ جو کچھ بھی پڑھنا چاہتے ہیں اس سے استفادہ کرنے سے قاصر ہیں۔

ایک اہم مطالعہ میں راجن (2011) کا دعویٰ ہے کہ خواتین کے لیے تعلیم ایک حق ہے، خاندان اور معاشرے میں لڑکیوں کی تعلیم کے لیے اس کا بہت زیادہ پرچار کیا جاتا ہے۔ مصنف کا استدلال ہے کہ مساوات کی معمولی سمجھ کے باوجود زیادہ تر عوامی منصوبے قلیل توقعات پر مبنی ہوتے ہیں کیونکہ تعلیم کو لڑکیوں کا حق نہیں سمجھا جاتا بلکہ خاندان پر ایک ذمہ داری یا بوجھ سمجھا جاتا ہے۔ مزید برآں، علم اور تعلیم جو اس طرح کے روایتی مباحث کو دوبارہ پیش کرتے ہیں ان کے خلاف امتیازی سلوک کرتے ہیں اور خواتین کے حقوق کو انسانی حقوق کے طور پر تسلیم نہیں کرتے۔ Jayaweera (1997) نے تعلیمی امکانات اور ان کے عمل پر صنفی اصولوں اور توقعات کا فرق

پایا۔ یہ بھی پایا گیا کہ زیادہ تر ملکوں میں اعلیٰ تعلیم ایک منافع بخش روزگار حاصل کرنے کا موقع ہے، عدم اسکولنگ کو ایک رکاوٹ نہیں سمجھا جاتا کیونکہ لوگ عموماً غیر ہنر مند معاشی سر گرمیوں میں مصروف ہوتے ہیں۔ اگرچہ کچھ ممالک میں تعلیم کو بلندی کی طرف نقل و حرکت کے ایک موقع کے طور پر دیکھا جاتا ہے، مگر وہاں پر لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان امتیازی سلوک پایا جاتا ہے کیونکہ لڑکوں کو مستقبل کی کمائی کے طور پر سمجھا جاتا ہے۔ مزید برآں، تعلیمی نصاب اور اسکول کے ماحول میں صنفی کردار کے مفروضے اور دقیانوسی تصورات لڑکیوں میں منفی خود نمائی کو ابھارتے ہیں جو ان کی ذاتی نشوونما میں رکاوٹ بن سکتے ہیں اعداد و شمار سے پتہ چلا کہ روایتی مرد کے زیر کنٹرول اقدار، رشتہ داری، اور قانونی ڈھانچے وسائل خواتین کی رسائی کو طے کرتے ہیں اور مزید عائلی مسائل کے کل سپیکٹرم میں خواتین کی سماجی جگہ اور صنفی مساوات کو محدود کرتے ہیں۔ مصنف نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ تعلیم تک رسائی نے ایک بہت ہی محدود معنوں میں عورت کے معیار زندگی کو بڑھایا ہے اور یہ غربت اور سماجی طبقاتی تفریق کو پھیلانے والی سماجی واقتصادی مجبوریوں کا مقابلہ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی ہے۔

جیکب (1996) نے صنف اور اعلیٰ تعلیم پر متعدد لٹریچر کا جائزہ لیا۔ مصنف نے ایک اہم مشاہدہ کیا کہ اعلیٰ تعلیمی نظام کے بعض پہلوؤں میں صنفی عدم مساوات دوسروں کے مقابلے زیادہ نظر آتی ہے۔ ریاستہائے متحدہ کے معاملے پر روشنی ڈالتے ہوئے اس نے نوٹ کیا کہ خواتین رسائی کے شعبے میں نسبتاً اچھی ہیں لیکن کالج کے تجربے کے لحاظ سے کم ثابت ہوتی ہیں اور اپنی اسکول کی تعلیم کے نتائج کے حوالے سے کم مراعات یافتہ دکھائی دیتی ہیں۔ لہذا، رسائی، عمل، اور نتائج (access, process, and outcomes) جو کہ اعلیٰ تعلیم کے اہم عناصر ہیں ان کا الگ سے تجزیہ کیا جانا چاہیے۔ تقابلی تاریخی تحقیق پر تنقید کرتے ہوئے مصنف نے مسلم خواتین کے معاملے کو ظاہر کرتے ہوئے رسائی کے مسئلے کو سمجھانے کی کوشش کی۔ انہوں نے کہا کہ روایتی مسلم معاشروں میں لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے الگ الگ اسکولوں کا مطالبہ لڑکیوں کی رسائی کو کم کر سکتا ہے۔ اسکولوں سے دوری کی وجہ سے لڑکیوں کی تعلیم میں بھی رکاوٹ ہے جس سے والدین میں تحفظ، مناسبیت اور بیٹی کے گھریلو کاموں کے لیے وقت ضائع ہونے کے حوالے سے خوف وہراس پیدا ہوتا ہے۔ تاہم یہ چیزیں تیسری دنیا کے ممالک میں زیادہ نظر آتی ہیں۔

Thasniya نے (2014) نے گلوبلائزیشن کے دور میں لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم کی حیثیت کو رسائی، معیار اور مختلف شعبوں میں داخلے کی شرح کے حوالے سے جانچنے کی کوشش کی۔ معلوم ہوا کہ خواتین کی تعلیم کو کم اہمیت دی جاتی ہے کیونکہ ملازمت سے زیادہ لڑکی کی شادی کو ترجیح دی جاتی ہے۔ مصنف نے انکشاف کیا کہ پیشہ ورانہ کورسز میں خواتین کی کم رجسٹریشن کی سب سے بڑی وجہ زیادہ فیس ہے۔ مزید برآں مردوں کے زیر تسلط سماجی نظام میں، ان مالی مجبوریوں کو سنبھالنا خواتین کے وسائل سے باہر ہے۔ نتیجتاً خواتین پیشہ ورانہ یا تکنیکی تعلیم کے بجائے روایتی تعلیم کا انتخاب کرتی ہیں جس میں ملازمت کے امکانات بھی کم ہوتے ہیں۔

Edannur, Afsal, & Myers نے (2014) میں ایک کیرالہ کے ایک مطالعہ میں مطالعہ کیا کہ صنف اعلیٰ تعلیم کے امکانات کو نمایاں طور پر متاثر کر رہی ہے۔ مصنف نے مزید انکشاف کیا کہ خواتین جواب دہندگان کی ایک بڑی تعداد نے مردوں کے مقابلے گریجویشن سے اوپر کی تعلیم حاصل کی۔ یہ کم عمری کی شادی کی رکاوٹوں کی وجہ سے ہو سکتا ہے جیسا کہ پہلے کی تحقیق میں بتایا گیا ہے۔ خلیجی رقم جس کو 'آمدنی اثر' کہا جاتا ہے وہ بھی مزدور کی شرکت کی کم سطح کی وجہ ہو سکتا ہے۔ لہٰذا خواتین کی تعداد پیشہ کے ساتھ ساتھ گھر سے باہر لیبر مارکیٹ میں بھی بہت کم ہے۔

کٹیار (2016) نے ہندوستان میں تعلیم میں صنفی تفاوت کا مطالعہ کیا اور انکشاف کیا کہ 1901 تا 1961 تک صنفی عدم مساوات میں مسلسل اضافہ ہوا اور پہلی بار 1971 میں صنفی تفاوت میں 1.08 فیصد کمی واقع ہوئی مگر 1981 میں، اس میں دوبارہ 2.67 فیصد اضافہ ہوا۔ پھر یہ مسلسل کم ہو رہا ہے۔ تحقیق سے پتا چلا ہے کہ ریاست راجستھان میں دیہی اور شہری دونوں علاقوں میں صنفی تفاوت بہت زیادہ ہے۔ اس دوران ریاست میگھالیہ میں دیہی علاقوں میں سب سے کم صنفی تفاوت ہے اور میزورم میں شہری علاقوں میں سب سے کم تفاوت ہے۔ مصنف نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ خواندگی اور صنفی تفاوت کے درمیان متضاد تعلق ہے۔ یہ انکشاف کرتا ہے کہ شہری علاقوں کی نسبت دیہی علاقوں میں صنفی تفاوت زیادہ ہے۔ مصنف نے یہ بھی بتایا ہے کہ ہندوستان میں کوئی ایسی ریاست نہیں ہے جہاں خواتین کی خواندگی کی شرح مردوں کے مقابلے بہتر ہو۔ لہذا صنفی تفاوت کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے تمام علاقوں، خاص طور پر دیہی علاقوں میں خواتین کی خواندگی پر زور دینے کی ضرورت ہے۔

مسلمانوں کی سماجی شمولیت پر کیرالہ کے ایک مطالعہ میں Cherayi & Jose نے (2016) میں انکشاف کیا کہ مسلم خواتین ایک پسماندہ گروہ کے طور پر عام طور پر اپنی خاندانی اور سماجی زندگی میں رہ جاتی ہیں۔ ان کی ذاتی خود مختاری کم ہے اور گھریلو فیصلہ سازی اور سیاسی بااختیار بنانے پر ان کا بہت کم اثر ہے۔ اس طرح زندگی کے مختلف شعبوں میں مسلم خواتین کو بااختیار بنانے اور انصاف کے رسمی اور غیر رسمی اداروں تک خواتین کی رسائی کی حوصلہ افزائی کرنے اور خاندانی اور سماجی زندگی میں ان کی شمولیت کو یقینی بنانے کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے مصنف نے یہ واضح کرنے کے لیے ایک ماڈل (شکل 1) کا قیاس کیا کہ کس طرح خواتین کو بااختیار بنانا سماجی شمولیت کو تیز کرتا ہے۔ یہ ماڈل فرض کرتا ہے کہ خواتین کو بااختیار بنانے کے مختلف پہلو جیسے سماجی، معاشی، نفسیاتی اور سیاسی، واضح طور پر خواتین کی سماجی شمولیت کے عمل کو قائل کرتے ہیں۔ ماڈل تجویز کرتا ہے کہ اعلیٰ انفرادی اختیار والی خواتین نے خاندانی فیصلہ سازی اور روزمرہ کی زندگی کے دیگر اہم پہلوؤں کو کافی حد تک متاثر کیا۔ اس کے برعکس وہ لوگ جو گھریلو فیصلہ سازی میں کم شرکت رکھتے ہیں۔ ماڈل کے مطابق خواتین جو صحت کی دیکھ بھال، گھریلو خریداریوں اور روزمرہ کی ضروریات کے ڈومینز میں گھریلو فیصلوں میں اہم اثر و رسوخ رکھتی ہیں، اور وسائل تک رسائی حاصل کرتی ہیں، اور گھریلو وسائل کو استعمال کرنے کی قابل ذکر طاقت کی مالک ہیں، ان کی بااختیاریت کی سطح کو بہتر بنایا گیا ہے۔ یہ بالآخر ایک منصفانہ اور جامع معاشرے کو فروغ دینے میں مدد کرتا ہے اور خواتین کی اعلیٰ تعلیم کو مزید تحریک دیتا ہے۔

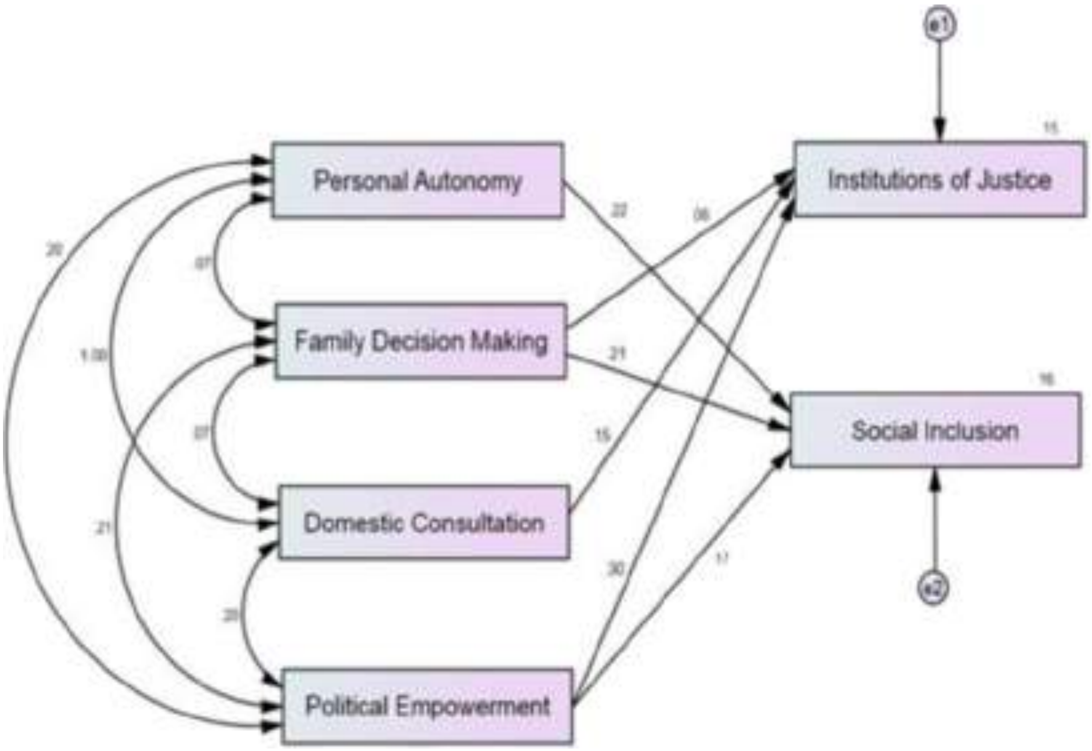

خاکہ 1: ساختی مساوات کی ماڈلنگ کے بعد سماجی شمولیت کے ماڈل کا پاتھ ڈائیگرام۔ ماخذ: (Cherayi & Jose, 2016)

جمال الدین (2019) نے آسٹریلیا میں مسلم طالبات پر اپنے مطالعے میں یہ سمجھنے کی کوشش کی کہ یہ خواتین اپنی اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے ایجنسی کے تصور کی تشریح اور اس کا استعمال کیسے کرتی ہیں۔ یہ پایا گیا کہ خاندانی تعاون خاص طور پر والدین کی حمایت اور حوصلہ افزائی نے خواتین کے پیشہ ورانہ کیریئر کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔ تاہم، بعض صورتوں میں، کورسز اور اداروں کے انتخاب کا فیصلہ نوجوان خواتین اور ان کے خاندانوں کے درمیان بات چیت میں کیا گیا تھا۔ مصنف کے ذریعہ یہ نوٹ کیا گیا کہ کچھ خواتین کو اپنے خاندانوں کے ساتھ بات چیت کرنے میں درپیش چیلنجوں کے باوجود، انہوں نے واضح طور پر تعلیمی رفتار میں اپنی کامیابی کا سہرا والدین کے تعاون کی مختلف شکلوں کو دیا۔ یہ بھی پایا گیا کہ خواتین کی مستقبل کی مالی آزادی اور بلندی کی طرف سماجی نقل و حرکت کی خواہش نے مسلم خواتین کو اعلیٰ تعلیم کی ڈگریوں کے لیے متاثر کیا۔ مزید برآں، تعلیم حاصل کرنے اور تعلیمی کامیابی حاصل کرنے کا موقع بھی نوجوان خواتین کے لیے ایک حوصلہ افزا عنصر تھا۔ مضمون میں اس بات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے کہ مسلم خواتین، "مسلم خواتین اور اسلام کی نسلی اور صنفی اسلاموفوبیا گفتگو، خاص طور پر مسابقتی جاب مارکیٹ میں نوجوان خواتین کی صلاحیتوں پر منفی اثر ڈالنے کا خطرہ ہے"۔ تاہم، نوجوان مسلم خواتین کی

روایتی اقدار کے ساتھ گفت و شنید کی صورت میں ان رکاوٹوں کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت، بلندی کی طرف سماجی نقل و حرکت کا عزم، اور عدم مساوات اور امتیازی سلوک کے خلاف چیلنج کے لئے مسلم خواتین کی اپنی ایجنسی کو بروئے کار لانے کی بہترین مثالیں ہیں۔

گلوبلائزیشن اور اعلیٰ تعلیم:

چنانا (2007) نے ہندوستان میں خواتین کی تعلیم پر گلوبلائزیشن کے اثرات کا مطالعہ کیا اور یہ سمجھنے کی کوشش کی کہ کس طرح بازاری معیشت کی ضرورت کی وجہ سے مضامین کی ترجیحات میں تبدیلی آئی ہے۔ مصنف نے پایا کہ گلوبلائزیشن نے دنیا کو ایک عالمی منڈی میں تبدیل کر دیا ہے اور صنعت اور اعلیٰ تعلیم کا براہ راست تعلق ہے۔ آرٹس اور سائنس کے مضامین کے درمیانی حدود میں مسلسل تبدیلی آئی ہے اور گلوبلائزیشن نے ملازمتوں کے حصول کے لیے درکار مہارتوں میں تبدیلی لائی ہے۔ آرٹس اور سائنس اور بائیو سائنسز سے وابستہ کورسز جیسے مالیکیولر نیچرل سائنس، مائکروبایولوجی، بائیوکیمسٹری، بائیوفزکس، بائیولوجی، فزکس اور کیمسٹری سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔ مزید برآں، مینجمنٹ، میڈیا اور ماس کمیونیکیشن، فیشن ٹکنالوجی جیسے نئے شعبوں نے بھی اپنی وسعت کو سپیکٹرم کے اونچے سرے کی سمت لے لیا ہے۔ نجی ادارے جواب دینے میں بہت جلدی کرتے ہیں جس کی وجہ سے ہیومینٹیز اور سوشل سائنسز کے مضامین کی قدر میں کمی واقع ہوئی ہے۔ مصنف کا مزید کہنا ہے کہ سرکاری اور نجی شعبے کی اعلیٰ تعلیم میں جو نئے مضامین قابل رسائی ہیں، وہ شہروں میں نوجوان خواتین اور ان کے والدین کے صرف ایک طبقے کے عزائم کو پورا کرتے ہیں جو ملازمت کے لحاظ سے اہل ہیں اور اپنا کیریئر بنانے کے لیے اور اپنی آزادی کے لیے کمانے کے خواہش مند ہیں۔ صنف اور طبقات کے ایک ہونے سے خواتین کی تعلیم کے راہ میں حائل رکاوٹیں ختم ہو جاتی ہیں۔ "اس مضمون سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ پدرانہ اقدار اور سماجی روایات کی وجہ سے خواتین پیشہ ورانہ کورسز میں اعلیٰ تعلیم میں اب بھی پیچھے ہیں، جب اس دلیل کو مسلم خواتین تک بڑھایا جاتا ہے تو وہ بھی مذہبی اور معاشرتی اصولوں سے شدید دباؤ کا شکار ہوتی ہیں۔ اس لیے، غالباً پیشہ ورانہ اعلیٰ تعلیم میں بھی ان کی ترجمانی غلط طریقے سے پیش کی گئی ہے۔

اسی طرح اگروال (2007) نے ایک مطالعہ میں پایا کہ 1980 کی دہائی سے کاروبار اور صنعت کی ضروریات کے مطابق معیاری اعلیٰ تعلیم کی غیر متوقع مانگ تھی۔ اس کی وجہ سے حکومتی وسائل پر مالی پابندیوں کی

وجہ سے کافی دباؤ پڑا ہے، کیونکہ حکومت کو نئے کیمپس اور کالج قائم کرنے میں مشکل محسوس ہوئی ہے۔ اس کے نتیجے میں حکومت اعلیٰ تعلیم کی اضافی ذمہ داری لینے سے دستبردار ہو گئی۔ اس کے نتیجے میں، سرکاری یونیورسٹیوں اور کالجوں نے سیلف فنانسنگ کورسز شروع کیے ہیں، فاصلاتی تعلیم کے پروگرام اور پرائیویٹ اداروں نے برسوں میں ترقی کی ہیں۔ پرائیویٹ اعلیٰ تعلیمی ادارے جو 1980 کے بعد کے دور میں اندراج میں اضافے کے اہم مقامات تھے، مارکیٹ کی طلب میں حصہ لینے والے مضامین میں کورسز پیش کرتے تھے، مثال کے طور پر انجینئرنگ اور ٹیکنالوجی، طب، انڈر گریجویٹ سطح پر اساتذہ کی تعلیم، کمپیوٹر ایپلی کیشنز اور مینجمنٹ پوسٹ گریجویٹ سطح پر۔ یہ پایا گیا کہ پیشہ ورانہ کورسز میں تمام داخلوں میں سے اسی فیصد سے زیادہ نجی شعبے میں ہیں۔

تعلیم کی نجکاری کے معاملے پر روشنی ڈالتے ہوئے (بھوئی: 2013) نے اعلیٰ تعلیم پر ہندوستانی بازار کی نجکاری کے اثرات کا مطالعہ کیا اور بتایا کہ اس نے پسماندہ طبقے کو کس طرح متاثر کیا، جس کا اندازہ عام طور پر مسلمانوں اور خاص طور پر مسلم خواتین کو ان کی اچھی تحقیق کی وجہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ مصنف نے انکشاف کیا کہ زیادہ تر ممالک نے اپنے تعلیمی نظام میں مارکیٹ سے چلنے والی معیشت کے اصولوں کو اپنایا۔ ہندوستان کو 1994 میں ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن (ڈبلیو ٹی او) کی پالیسیوں اور 1996 میں ٹیرف اور تجارت کے عمومی معاہدے (جی اے ٹی ٹی) میں تصور کردہ فریم ورک میں بھی شامل کیا گیا تھا اور اس پر اپنے تعلیمی نظام کی نجکاری کو اپنانے کے لیے سخت دباؤ ڈالا گیا تھا۔ اس تبدیلی میں پسماندہ اور غریب لوگوں کے لیے اعلیٰ تعلیم کے اداروں تک رسائی ناقابل برداشت ہو گئی ہے۔ نتیجے کے طور پر، اعلیٰ تعلیم ایک عیش و آرام کی چیز اور امیروں کا تسلط ہے۔ عوام کے مزید مراعات یافتہ طبقوں کو مارکیٹ کی قوتوں کے ذریعہ پیدا ہونے والے تعلیمی امکانات تک رسائی کے لیے تحفہ دیا گیا ہے۔ 'پرائیویٹائزیشن' کے تحت، اعلیٰ تعلیمی اداروں کی دوبارہ مالی اعانت یا عوامی اکیڈمیوں میں سیلف فنانسنگ کورسز بھی ہندوستانی اعلیٰ تعلیم کے لیے خطرے کے اشارے ہیں جہاں کرنسی میرٹ اور ایکویٹی کو نظر انداز کر کے اعلیٰ تعلیمی بازار میں طاقت کا کردار ادا کرتی ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی مالی تنگی کی وجہ سے یہ ان مسلم خواتین کی پریشانیوں میں اضافہ کرتا ہے جو اعلیٰ تعلیم کی خواہشمند ہیں۔

ورما (2014) نے اعلیٰ تعلیم میں خواتین کو درپیش مواقع اور چیلنجوں کا مطالعہ کرتے ہوئے پایا کہ لبرلائزیشن کے بعد اور عالمگیریت نے معاشرے کے تمام طبقوں کی خواتین کے لیے اعلیٰ تعلیم کے دروازے کھول

دیے ہیں لیکن عملی طور پر آج بھی ثقافتی تسلط ان تعلیمی اداروں میں پروان چڑھ رہا ہے جو صنف، طبقات اور ذات کے تفاوت کو نئے انداز میں پیش کیا جارہا ہے۔ مصنف کا کہنا ہے کہ تعلیم اب بھی سماجی ڈھانچے کے روایتی پیرامیٹرز میں پھنسی ہوئی ہے۔ یہ اعلیٰ تعلیم کا کام ہے کہ وہ نئے پیرامیٹرز پر فیشن کی تقسیم کے بجائے سماجی و ثقافتی پس منظر کے فرق کی تعریف سکھائے۔ تحقیق میں یہ بھی انکشاف ہوا کہ اعلیٰ تعلیمی اداروں میں علم مردانہ غلبہ والے ڈھانچے کو دوبارہ پیدا کرنے کے لیے کام کر رہا ہے، جو صنفی اخراج کو فروغ دیتا ہے۔ خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک کی پیچیدگی مختلف حالات میں ہندوستانی تعلیم میں بیان کردہ خیالات کا مقابلہ کرتی ہے، خاص طور پر صنفی مساوات کے نظریات کے فروغ میں رسائی اور معقول نمائندگی کے لحاظ سے سب کے لیے مساوی مواقع کی پالیسیوں کے تعلق سے۔ کمار (2014) نے اعلیٰ تعلیم پر اقتصادی اصلاحات کے اثرات کا مطالعہ کرتے ہوئے پایا کہ نجکاری ہندوستانی معاشرے میں دراڑیں پیدا کر رہی ہے۔ مصنف کا استدلال ہے کہ 'ہندوستان میں پرائیویٹ طبقہ کی توسیع کے لیے سرکاری سرمائے کا استعمال کیا گیا ہے۔ اس نجکاری نے نہ صرف اعلیٰ اور متوسط ذاتوں سے تعلق رکھنے والے کالج کے مالکان کے ایک امیر طبقے کو تشکیل دیا ہے بلکہ اس نے اعلیٰ تعلیم تک رسائی کے تفاوت کو بھی بڑھادیا ہے۔ پرائیویٹ کالجوں کے فارغ التحصیل افراد کی ایک بڑی تعداد یا تو اپنی قابلیت کو بہتر بنانے کے لیے اضافی کورسز میں داخلہ لے لیتی ہے یا معمولی تنخواہوں پر نوکریاں لیتی ہے۔ غریب طلباء بالخصوص پسماندہ طبقات کے طلباء پرائیویٹ کالجوں کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ نتیجتاً، نتیجہ ذات اور طبقے کی نقل، اور علم اور قابلیت کا خالص آلہ کار ہے۔ مصنف یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ عوامی سامان کے عالمی رجحان پرائیویٹ پلیئرز کو منتقل کیا جارہا ہے جبکہ ریاست کو مارکیٹ کے ساتھ سازش کرتے ہوئے دیکھا جاسکتا ہے۔

اعلیٰ تعلیم اور مثبت اقدامات کی ضرورت:

گھوش (2006) ان لوگوں کا مقابلہ کرتے ہیں جو اعلیٰ تعلیم میں میرٹ کریسی پر بحث کرتے ہیں اور ہندوستان میں پسماندہ برادریوں کی یقینی نمائندگی کے لیے ریزرویشن کی دلیل دیتے ہیں۔ تاہم وہ قبول کرتی ہے کہ یہ کوئی بے عیب حل نہیں ہے بلکہ معاشی تفاوت ہے جو سب کے لیے رکاوٹ ہے اور خاص طور پر پسماندہ افراد کے لیے، اس کے لیے ایک علیحدہ اور مخصوص اقدامات کی ضرورت ہے جو سماجی امتیاز کو دور کرنے کے لیے کام کریں۔ انہوں نے واضح کیا کہ اعلیٰ تعلیم میں اس سے نمٹنے کا ایک اہم طریقہ تمام اداروں میں اندھا داخلہ کا نظام ہے

جس میں سرکاری اداروں کے ساتھ ساتھ نجی طور پر قائم اداروں میں اسکالرشپ کی بہت وسیع فراہمی ہے تاکہ طلباء کو وسائل کی کمی سے بچایا جاسکے (گھوش، 2006)۔ بہر حال، مضمون میں واضح طور پر مسلم پسماندہ گروہوں کے بارے میں بات نہیں کی گئی ہے لیکن یہ اسکالرشپ اسکیم اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والی مسلم خواتین کے لیے سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہوگی کیونکہ مالی مشکلات اب تک سب سے اہم مسئلہ بنی ہوئی ہیں۔

معاشرے کے پسماندہ طبقوں کی اعلیٰ تعلیم پر خصوصی دفعات کے فوائد پر تبصرہ کرتے ہوئے وانکھیڑے (2008)اس بات کی تحقیق کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ خصوصی دفعات سے استفادہ کرنے والوں کے ساتھ کیا ہوتا ہے جب وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہوتے ہیں پتہ چلا کہ ساختی عدم مساوات کو صرف علاجی اقدامات کے ذریعے ہی ختم نہیں کیا جاسکتا۔ گروپ کے خراب حالات کے پیش نظر روایتی عوامل جدید عوامل جیسے مہارت، علم، مقابلہ اور کارکردگی کے اثر کو محدود کرتے ہیں۔ مصنف نے نوٹ کیا کہ ہندوستان میں اعلیٰ تعلیم طلباء کو ذات پات کے نظام کی حدود اور آہنی پر مکمل طور پر قابو پانے کے لیے تیار کرنے میں ناکام رہتی ہے جو فرقہ وارانہ زندگی اور اعلیٰ تعلیم میں بھی بے شمار معذوریوں کا باعث بنتی ہے۔ پھر بھی، ہندوستانی آبادی کے اس اہم حصے، درج فہرست ذاتوں (SCs) کے لیے اعلیٰ تعلیم کا کوئی ممکنہ متبادل نہیں ہے جو ہندوستان جیسے مضبوط معاشرے میں سماجی نقل و حرکت حاصل کرنے کے لیے ہے۔ لہٰذا، معاشرے کے ایسے طبقات کو فراہم کی جانے والی اعلیٰ تعلیم کی سطح پر پوسٹ میٹرک اسکالرشپ (PMC) کے انتظام جیسے دیکھ بھال کرنے والے آلات کی تعریف کرنا اور ان کے تجربات کو حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ مصنف نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ پی ایم ایس اسکیم اعلیٰ تعلیم کے لیے زیادہ فائدہ مند نہیں ہے۔ (وانکھیڑے، 2008)۔ اگرچہ یہ مطالعہ معاشرے کے غیر مسلم پسماندہ طبقے کے لیے اعلیٰ تعلیم کی اسکیموں کے بارے میں ہے، لیکن اس طرح کی اسکیم کا مسلسل نفاذ ان مسلم خواتین کے لیے بھی بہت زیادہ فائدے کا حامل ہوگا جو بہت سے معاملات میں مالی عدم دستیابی میں اعلیٰ تعلیم کو چھوڑ دیتی ہیں۔ حمایت جیسا کہ اس مقالے کے بحث کے حصے میں فراہم کیا گیا ہے۔

راؤ اینڈ چترپتی (2005) نے معاشرے کے پسماندہ طبقے کے لیے اعلیٰ تعلیم میں حکومتی پالیسیوں، پروگراموں اور سہولیات کے نفاذ تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ ڈیٹا 29 یونیورسٹیوں سے اکٹھا کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ یونیورسٹیوں کی اکثریت نے ریزرویشن پالیسی پر عمل کیا تاہم دس فیصد یونیورسٹی اس سوال پر خاموش

رہی۔زیادہ تر یونیورسٹیاں روسٹر سسٹم پر عمل کرتی پائی گئیں۔یہ پایا گیا کہ یونیورسٹیوں میں پسماندہ طبقوں کے لیے انتظامات ہیں جن میں داخلے کی ضروریات کو کم کرنے کے لیے مالیاتی انتظامات کے علاوہ اعلیٰ تعلیم میں ان کی رسائی کو چینلائز کیا جاسکتا ہے۔تاہم،زیادہ تر اداروں میں خواتین اور جسمانی طور پر معذور افراد کے لیے کوئی خاص پالیسی نہیں تھی۔ اس مطالعہ کی سب سے بڑی خامی یہ تھی کہ کل نمونہ یونیورسٹیوں میں سے 66 فیصد کا تعلق ریاستوں/مرکز کے زیر انتظام علاقوں سے تھا۔دوسری بات یہ کہ مذکورہ بالا چیزوں کے بارے میں اس نے مسلم خواتین کے لیے کوئی خاص حوالہ فراہم نہیں کیا۔

ساہنی اینڈ کلیان (2012) نے پایا کہ خواتین کے لیے آزادی کے بعد کی صورتحال بہتر ہوئی ہے، پھر بھی وہ اپنے ہم منصب مردوں سے کافی پیچھے ہیں۔مطالعہ نے نوٹ کیا کہ انجینئرنگ میں لڑکیوں کے لیے جامعیت کی کمی کو درخواست اور داخلہ نمبروں کی سطح پر بیان کیا جاسکتا ہے۔دستیاب 'سیٹوں' کی مقدار میں ایک وسیع خلیج ہے، جو لڑکیوں کے لیے ریزرویشن کے تحت 'سیٹوں تک دستیاب ہے۔اس بات کی تائید کی جاسکتی ہے کہ صنفی تحفظات کی عدم موجودگی میں قائم مراکز میں بھی لڑکیوں کے داخلے پر زیادہ پابندی ہوگی۔تسلیم شدہ مراکز (پونے، ممبئی) میں، خواتین کے انتظامات کا بہتر استعمال ہوتا ہے جس کے نتیجے میں پیشہ ورانہ کورسز میں زیادہ پیدا شدہ اشتراک ہوتا ہے۔یہ نوٹ کیا گیا کہ لڑکیوں کے ریزرویشن کوٹے سے فائدہ اٹھا کر لڑکیوں کی بڑی تعداد انجینئرنگ میں داخلہ لے سکتی ہے۔اگرچہ پونے میں 'اوپن اور ریزروڈ کیٹیگریز' دونوں میں لڑکیوں کی شرکت زیادہ ہے، لیکن یہ اب بھی لڑکیوں کے ریزرویشن کے لیے باضابطہ طور پر مخصوص حد کے 30% کے قریب بڑھ رہی ہے۔ مصنفین نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہ سیٹوں کا ریزرویشن ہے جو مہاراشٹر میں خواتین کی اچھی نمائندگی کو یقینی بناتا ہے، ورنہ ان کی صورتحال بہتر نہیں ہوسکتی۔

تلک (2015) نے اعلیٰ تعلیم پر ایک اہم مطالعہ میں عنوان کے تحت ''بھارت میں اعلیٰ تعلیم میں کون حصہ لیتا ہے؟ مثبت کارروائی کے کردار پر نظرثانی کرتے ہوئے، پتہ چلا کہ ہندوستان میں معیاری اعلیٰ تعلیمی اداروں کی کمی ہے اس لیے مصنف نے مختلف سماجی گروہوں کی مناسب نمائندگی کے لیے ریزرویشن پالیسی کو یقینی بنانے پر زور دیا۔یہ نوٹ کیا گیا کہ اگرچہ ریزرویشن پالیسی لاگو ہے، پھر بھی مکمل نمونے کے تمام اقدامات میں شرکت کی شرحیں ایس سی، ایس ٹی، او بی سی اور مسلمانوں کے لیے اوسط سے کم ہیں۔اس تحقیق میں ایک اہم پہلو جو دیکھا گیا وہ

یہ ہے کہ مسلمان اور دیگر اقلیتیں زیادہ تر اعلیٰ تعلیم میں نجی اداروں پر انحصار کرتی ہیں۔ یہ مزید فراہم کرتا ہے کہ 'اعلی تعلیم کی بڑھتی ہوئی طلب کے جواب میں، 'اعلیٰ تعلیمی اداروں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے لیکن ان اداروں کے مایوس کن معیار کے لیے بہت کچھ کرنا باقی رہ جاتا ہے'۔ اگرچہ اس مقالے میں مسلم خواتین کی اعلیٰ تعلیم سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن پھر بھی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر شیڈول کاسٹ اور ایس ٹی اور او بی سی کے لیے ریزرویشن کی پالیسی ضروریات اور خواہشات کو پورا نہیں کرتی ہے تو پھر مسلمان خواتین جو کسی مثبت اقدام سے عاری ہیں وہ کیسے پوچھیں گی۔ اعلیٰ تعلیم کی دوڑ کو پکڑنے میں بڑی مدد کے لیے (بسنت اور سین، 2010)۔ سچر کمیٹی نے مسلم خواتین کے لیے اسکالرشپ اسکیم کی بھی وکالت کی جو تمام سماجی- مذہبی زمروں میں سب سے زیادہ پسماندہ گروپ ہیں جو پرائیویٹ اداروں کے مطالبات کو پورا کر سکتی ہیں اور اپنی اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکتی ہیں۔

خلاصہ:

ادب کا جائزہ لینے کے بعد یہ احساس ہوتا ہے کہ تفاوت اور پسماندگی سکڑ رہی ہے لیکن تسلی بخش سطح تک نہیں۔ مختلف رکاوٹیں ہیں جن کا سامنا ایک عورت کو بالعموم اور مسلم خواتین کو خاص طور پر اعلیٰ تعلیم تک پہنچنے کے دوران کرنا پڑتا ہے۔ رکاوٹوں میں غربت، انفراسٹرکچر کی کمی، تعلیم کا خراب معیار، تعلیمی ادارے کی گھر سے دوری، شادی، ثقافتی دباؤ، مخلوط تعلیم کی مخالفت، پبلک پلیس سیفٹی وغیرہ شامل ہیں۔ مزید یہ کہا جاسکتا ہے کہ مجموعی طور پر تعلیم متاثر کن نہیں ہے۔ ایک محقق کے طور پر ہم ہندوستان میں تعلیم کی انتہائی نجکاری کا مشاہدہ کر رہے ہیں، جس پر اوپر بہت سے مصنفین نے بڑے پیمانے پر دلیل دی ہے۔ اچھے تعلیمی نظام کا سلسلہ ہے، جو ہندوستانی معاشرے کے انتہائی نادار طبقوں کو دیکھتے ہوئے کافی مہنگا ہے۔ اس لیے پرائیویٹ ادارے ان کے لیے اور خاص کر مسلمانوں کے لیے دور کا خواب ہیں۔ مزید برآں، اگر کوئی اچھا سیکنڈری اسکول حاصل نہیں کر سکتا تو پھر پبلک فنڈ ڈیونیورسٹیوں میں داخلہ لینا کافی مشکل ہوتا ہے جو مناسب قیمت پر تعلیم فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ناقص اسکولنگ کی وجہ سے مسلم اقلیت اعلیٰ تعلیم اور خاص طور پر مسلم خواتین میں نظر نہیں آتی۔

ہم علمی معیشت کے دور میں جی رہے ہیں جہاں زندگی کے کسی بھی شعبے میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے تعلیم ضروری ہے۔ پچھلے کچھ سالوں میں حکومتوں، سول سوسائٹیز اور دیگر مذہبی تنظیموں نے پسماندہ طبقوں کو تعلیم فراہم کرنے کے لیے پروگرام شروع کیے ہیں جو کہ قابل ستائش ہے تاہم ان مسلم خواتین کے لیے زبردست

کوششوں کی ضرورت ہے جو نہ صرف تعلیم، ملازمت کے حوالے سے پسماندہ ہیں بلکہ انہیں اپنی روزمرہ کی زندگی میں کئی طرح کے امتیازی سلوک کا بھی سامنا ہے۔ اعلیٰ تعلیم میں خواتین کی نمائندگی کے حوالے سے بہت سارے مطالعات ہیں لیکن پھر بھی ہندوستان میں مسلم خواتین پر ان کی اعلیٰ تعلیم کے بارے میں کافی محدود مطالعہ کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ دیگر پسماندہ برادریوں (SCs اور STs) کی طرح اعلیٰ تعلیم میں مسلم خواتین کے لیے کوئی ریزرویشن نہیں ہے۔ اس سے مسلم خواتین پر اعلیٰ تعلیم میں ان کی کم نمائندگی کے بارے میں مزید مطالعات کی ضرورت ہے۔ بشرطیکہ اس مقالے کے ذریعے ان سیاق وسباق کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے جن سے مسلم خواتین اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے آ رہی ہیں اور اس دوران انھیں کن رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور وہ سپورٹ سسٹم کے ذریعے ان چیلنجوں پر کیسے قابو پاتی ہیں اور کیا ہے۔ اپنی انتہائی مستحق اعلیٰ تعلیم کے حصول کے دوران وہ اپنے آپ میں، اپنے خاندان اور بڑی برادری میں مثبت تبدیلی محسوس کرتے ہیں۔

باب سوم: تحقیق کا طریقۂ کار

تعارف:

تحقیقی فلسفے (آنٹولوجی اور علمیات) حقیقت، وجود اور مظاہر کے وجود کے بارے میں اپنے مفروضات رکھتے ہیں جو محقق کو تحقیقی سوالات سے حاصل کردہ نتائج کے ذریعہ تحقیقی مقصد کو پورا کرنے میں مدد فراہم کرتے ہیں۔ جب کبھی تحقیقی سوال اور اس کے مقصد کی روشنی میں مطالعہ کی فلسفیانہ واقفیت کا فیصلہ کیا جاتا ہے، تو یہ مفروضہ اس بات کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ اس علم کو ایک مخصوص طریقہ سے کیسے حاصل کیا جائے۔ مطالعہ کا فلسفیانہ موقف تحقیقی نقطۂ نظر، ڈیزائن، طریقۂ کار، ڈیٹا کے تجزیہ وغیرہ کے ارد گرد رہتا ہے۔ یہ باب متعلقہ تحقیق کے فلسفیانہ بیان سے متعلق ہے کہ اخذ کردہ مظاہر (آنٹولوجی) کے وجود کی نوعیت کیا ہے، مطالعہ (علمیات) سے متوقع علم کی نوعیت کیا ہے اور اس کے مطابق وہ علم (طریقۂ کار) کس مناسب طریقے سے ہے۔

تحقیق کے مقاصد:

1. دربھنگہ کی مسلم خواتین میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے رجحان کو سمجھنا اور بیان کرنا۔
2. اعلیٰ تعلیم میں مسلم خواتین کی کم شرکت کی وجوہات کو ان کے نقطۂ نظر سے سمجھنا اور بیان کرنا۔
3. مسلم خواتین کو اعلیٰ تعلیم کے حصول میں درپیش چیلنجز اور ان کے لیے معاون عناصر کو سمجھنا اور بیان کرنا۔

تحقیق کے سوالات:

1. اعلیٰ تعلیم کے حصول کے سفر میں انفرادی، خاندانی اور کمیونٹی کی سطح پر مسلم خواتین کو کن مسائل اور چیلنجز کا سامنا ہے؟
2. انفرادی، خاندانی اور کمیونٹی کی سطح پر کون سے معاون عناصر ہیں جو مسلم خواتین کو اعلیٰ تعلیم کے سفر میں سہولت اور آسانی فراہم کرتے ہیں؟

3. اعلیٰ تعلیم کی سطح تک رسائی کے راستے میں انفرادی، خاندانی اور کمیونٹی سطح پر مسائل چیلینجیز اور معاون عناصر سے کون سے نتائج کا ادراک کیا گیا/ بر آمد ہوئے؟
4. کن طریقوں سے مسلم خواتین کی تعلیمی زندگی بذات خود، خاندان اور برادری/ معاشرے سے متاثر ہوتی ہے۔
5. یہ جاننے کے لیے کہ کیا سوشل ورکر کے لئے تعلیم کے میدان میں ایسی تصوراتی سمجھ پیدا کی جاسکتی ہے جو مسلم خواتین میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کو بہتر بنانے میں معاون ثابت ہو سکے۔
6. مسلم خواتین کی اعلیٰ تعلیم کے حصول کو جاری رکھنے میں شادی کے کردار کی نوعیت کیا ہے؟
7. جب لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم فراہم کرنے کی بات آتی ہے تو والدین کو کس قسم کے دباؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟

تحقیق کا فلسفہ:

ماخذ، فطرت اور علم کی ترقی تحقیقی فلسفے کی فکر ہے۔ آسان الفاظ میں کہا جائے تو تحقیقی فلسفہ مظاہر کی حقیقت کے بارے میں یقین اور مفروضے سے متعلق ہے۔ موجودہ تحقیق کا مقصد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والی مسلم خواتین کے لیے سیاق و سباق، نتائج، چیلنجز اور مدد کے بارے میں جاننا ہے۔ تحقیق کی تکمیل، تحقیقی سوال کا جواب علم کے طور پر حاصل ہوا ہے۔ مفروضہ واقعہ کی نوعیت پر منحصر ہے کہ مفروضہ واقعہ کے بارے میں حقیقت کیسے جانی جاسکتی ہے یہ تحقیقی فلسفہ کا معاملہ ہو گا نیز یہ تحقیق کے طریقۂ کار کا مزید تعین کرے گا۔

علم الوجود(Ontology):

آنٹولوجی اور علمیت تحقیقی فلسفے کے دو باہمی جڑے ہوئے پہلو ہیں۔ اس مطالعہ میں آنٹولوجی کو "علم الوجود یا (مطالعہ علم الوجودیت) کے طور پر بیان کیا جاسکتا ہے(Blaikie)اور یہ حقیقت کی نوعیت سے متعلق ہے۔(Crotty, 2003)

نسبت پسندی(Relativism)دراصل موجودہ تحقیق کی پوزیشن ہے اور اس کے وجود سے متعلق سماجی عناصر کے باہمی تعامل کا نتیجہ ہے۔ ریلیٹیوزم کی ایک اونٹولوجیکل پوزیشن ہے جس کا ماننا ہے کہ سماجی رجحان کا مطلب سماجی اداکاروں پر منحصر ہے اور یہ مسلسل پروسیس ہے(Bryman)۔ نیز اس نے تحقیقی ڈیزائن کا تعین کرنے میں مدد فراہم کی۔

زیرِ تحقیق مطالعے میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والی مسلم خواتین کے حوالے سے سیاق و سباق، نتائج، چیلنجز اور معاون عوامل کے بارے میں حقیقت دریافت کرنا ہے۔ اپنے سیاق و سباق کے بارے میں تحقیق میں شامل کردہ جواب دہندگان کے تجربات، درپیش مسائل اور چیلنجوں جس کا انہیں سامنا کرنا پڑا اور ان مسائل و چیلنجز سے مقابلہ کرنے میں حاصل ہونے والے تعاون و مدد اور بالآخر جو فائنل نتائج اس سے نکلے وہ سماجی ایکٹرس کے باہمی تعامل کا نتیجہ ہیں جیسے وہ خود، خاندان (والدین، بہن بھائی، خاندان کے بڑے بزرگ مثلاً دادا دادی) اور کمیونٹی/ معاشرہ (پڑوسی، معاشرے کے لوگ اور تعلیمی ادارے)۔ چنانچہ شامل کردہ جوابدہندگان کے بیانات اور تجربات کو تحریری شکل میں منظم کیا گیا ہے، دوران مطالعہ یہ پایا گیا کہ ان کے تجربات کے معنی بھی بدلتے رہے ہیں لہذا ان کو ترتیب وار من وعن نقل کیا گیا۔ ذیل میں وہ بیانات اور حکایات ہیں جو ان کے سوچ و سمجھ، فکر و رجحان اور ان کے تجربے میں تبدیلی کے ثبوت و شواہد ہیں۔

سیاق وسباق:

تحقیق میں سیاق و سباق ایک اہم رول ادا کرتا ہے جس میں مختلف تجربات کے ذریعے مسلم خواتین کی حقیقت تشکیل پاتی ہے۔ خاندان کی تعلیمی تاریخ، خاندان کا علمی ماحول، دیہی/شہری، نیوکلئر/ مشترکہ خاندان، خاندان سے باہر کا تعلیمی ماحول ان تمام کو سیاق وسباق کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے جن میں مسلم خواتین کے تجربات بتدریج تشکیل پاتے ہیں۔ یہ مطالعہ دلائل کے ساتھ یہ بتاتا ہے کہ مسلم خواتین اپنے والدین اور بہن بھائیوں کے ساتھ اپنی زندگی گزارتی ہیں جن کی تعلیمی صلاحیت ایک خاص سطح تک ہے، وہ اندرون وبیرونِ خاندان ایک خاص قسم کے تعلیمی ماحول میں پرورش پاتی ہیں جو دیہی یا شہری ماحول میں رہتے ہیں۔ سیاق وسباق یا پس منظر نے ایک صورت یا دیگر طریقے سے متاثر کیا ہے۔ ان کے درپیش چیلنجز، ملنی والی حمایت اور نتائج سے جڑی حقیقت نے خاندان اور کمیونٹی میں دیگر سماجی اداکاروں کو تشکیل دیا ہے۔

علمیات(Epistemology):

علم الکلام علم کے ذرائع سے متعلق فلسفے کی شاخ ہے۔ یہ دراصل کسی بھی مطالعہ میں معیارات کا تعین کرتی ہے تاکہ یہ طے کیا جاسکے کہ کس چیز کو قابل قبول علم سمجھا جائے گا اور کونسی چیز علم / نالج کو بناتی ہے(Hellbone,2012)۔

مختلف تحقیقی فلسفوں کے علم کے متعلق قابل قبول علم تسلیم کئے جانے کے بارے میں اپنے الگ الگ نظریات ہیں لہذا اس صورت میں نالج کی تفتیش کے ان کے اپنے الگ طریقے بھی ہو سکتے ہیں۔ موجودہ مطالعہ کے تحقیقی مقاصد اور تحقیقی سوالات ایک علمی حیثیت کے طور پر تعبیر پسندی (تعمیر پسندی) کا مشورہ دیتے ہیں، جس کا ماننا ہے کہ قابل قبول علم کی تعمیر جواب دہندگان کے تجربے کے معنی اور انٹرویوز کے بیانات میں درج اس کی تفصیلات کے ذریعے کی جاسکتی ہے۔ بالآخر وہ علم جو تحقیقی سوال کا جواب ہے وہ تحقیقی مقاصد کے ارد گرد انٹرویو کے ذریعے محقق کا جوابدہندگان کے ساتھ منسلک وربط کو قائم رکھنے کے ذریعے پیدا کیا جاتا ہے۔

موجودہ مطالعہ دراصل یہ بتاتا ہے کہ تشریح وتوضیح علم الکلام یا معرفت شناسی کی ایک درست پوزیشن و حیثیت ہے۔ تحقیقی مقصد کا یہ جاننا ہے کہ اعلیٰ تعلیم میں مسلم خواتین کے کم اندراج کے ذمہ دار مختلف عوامل کیا ہیں۔ نیز اعلیٰ تعلیم میں داخلے کے نتیجے میں انہیں کن نتائج کا سامنا کرنا پڑا۔ ان سوالات کے جواب میں اس سوال کا جواب مضمر ہے کہ مسلم خواتین اعلیٰ تعلیم میں داخل ہونے سے پہلے اسکول کیوں ترک کر دیتی ہیں۔ اور یہ جواب اس مقصد کو بھی پائے تکمیل تک پہونچاتا ہے کہ مسلم خواتین پر کیا نتائج متوقع ہیں۔ تحقیقی مقصد کے حصول کے لیے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والی مسلم خواتین کے سیاق وسباق، چیلنجز، حمایت اور نتائج کو جاننے کی کوشش کی گئی ہے۔ مطالعہ کا مقصد مسلم خواتین کے نقطۂ نظر سے ان سوالات کے جوابات کا پتہ لگانا ہے۔ ہر جوابدہندہ کے پاس اپنے خاندان اور برادری میں اپنے سیاق و سباق، نتائج، سپورٹ و حمایت اور چیلنجز کے حوالے سے مخصوص بیانات و تجربات پائے گئے۔ نیز تحقیقی مقاصد کے حصول کے لیے یہ مطالعہ ان تجربات میں معنی تلاش کرنے کی بھی کوشش کرتا ہے۔

طریقۂ کار:

طریقۂ کار ایک حکمت عملی، منصوبہ بندی، یا پروسیس ڈیزائن ہے جو مخصوص طریقہ کے انتخاب اور استعمال کا اختیار فراہم کرتا ہے اور طریقہ کے انتخاب و استعمال کو مطلوبہ نتائج سے جوڑتا ہے (Crotty, 1998)۔

مطالعہ کا خاکہ (Study Design):

موجودہ مطالعہ میں اعلی تعلیم حاصل کرنے والی مسلم خواتین کے درپیش مسائل، چیلنجز، حمایت اور نتائج سے متعلق مختلف قسم کے بیانات و تجربات کا ادراک کرنے اور بیان کرنے کے لیے خصوصیاتی / غیر مقداری

وضاحتی ریسرچ ڈیزائن کو زیادہ درست اور بہتر سمجھا گیا ہے اور اسے تحقیقی مطالعہ کے لئے بروئے عمل لایا گیا ہے۔ مطالعہ کا ریسرچ ڈیزائن تحقیق کے تقریباً تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے مثلاً ڈیٹا اکٹھا کرنے کی باریک تفصیلات سے لے کر ڈیٹا کے تجزیہ کے لئے استعمال ہونے والی ٹولس و تکنیکوں کے انتخاب تک (Ragin, 1994)۔ بالفاظ دیگر ریسرچ ڈیزائن دراحقیقت ایک منصوبہ، حکمت عملی یا اس بات کا بلیو پرنٹ ہے کہ تحقیقی سوالات کے جوابات کیسے دیے جائیں۔

مقام تحقیق:

ریاست بہار کے ضلع دربھنگہ کو موجودہ مطالعہ کی تحقیق کا جائے مقام متعین کیا گیا۔ دربھنگہ بہار کے متھلانچل علاقے میں واقع 38 اضلاع میں سے ایک ہے۔ جس میں 49.4% خواتین (15-49) کی عمر کے گروپ میں خواندہ ہیں اور صرف 22.7% خواتین جن کی عمر 15-49 کی عمر کے درمیان ہے 10 یا اس سے زیادہ سال تک اسکولنگ کی ہے۔ 2019 میں دربھنگہ میں 20-24 سال کی عمر کے درمیان 45.1% خواتین کی شادی 18 سال کی عمر سے پہلے ہوئی جب کہ اس کے برعکس 2015 میں یہ شرح 44.3% تھی (NFHS, 2019)۔ یہ زیر مطالعہ کے حوالے سے اہم معلومات ہیں۔

ٹیبل 3.1: جواب دہندگان کا خاکہ

نام	عمر	کورس	ازدواجی حیثیت	بہن بھائیوں کی تعداد	والد کا پیشہ	والدہ کا پیشہ
IDI-01	24	Diploma*	شادی شدہ	2+2=4	دکاندار	گھریلو خاتون
IDI-02	21	B-Tech	غیر شادی شدہ	1+1=2	کسان	گھریلو خاتون
IDI-03	26	M.Ed.	شادی شدہ	3+2=5	ڈاکٹر	گھریلو خاتون
IDI-04	21	B-Tech	غیر شادی شدہ	0+1=1	انجینئر	گھریلو خاتون
IDI-05	26	M.Ed.	غیر شادی شدہ	0+1=1	پروفیسر	ٹیچر

ملازمت (ICDS)	کسان	2+4=6	غیر شادی شدہ	Ph.D.	28	IDI-06
گھریلو خاتون	ٹیچر	1+0=1	غیر شادی شدہ	B-Tech	22	IDI-07
گھریلو خاتون	بزنس مین	1+3=4	غیر شادی شدہ	B-Tech	22	IDI-08
گھریلو خاتون	فارماسسٹ	1+2=3	شادی شدہ	M. Sc	25	IDI-09
گھریلو خاتون	بزنس مین	2+2=4	غیر شادی شدہ	MSW	23	IDI-10
گھریلو خاتون	ملازمت	0+2=2	غیر شادی شدہ	MCA	23	IDI-11
گھریلو خاتون	ٹیچر	0+3=3	شادی شدہ	M.A.	26	IDI-12
گھریلو خاتون	بزنس مین	2+2=4	غیر شادی شدہ	Ph.D.	27	IDI-13
گھریلو خاتون	بزنس مین	1+2=3	غیر شادی شدہ	M-Tech	25	IDI-14

جوابدہندگان کی عمر، تعلیم کا حصول، ازدواجی حیثیت، والد اور والدہ کے پیشے سے جڑی پروفائل کی رازداری برقرار رکھنے کے لیےانٹرویو میں شامل جوابدہندگان کا نام جان بوجھ کر مخفی رکھا گیا ہے۔IDI-Xجواب دہندگان کے نام سے مماثل ہے۔

سب سے کم عمر جواب دہندہ کی عمر 21 سال ہے جو BTech کر رہی تھی۔ سب سے زیادہ عمر والی جواب دہندہ کی عمر 28 سال ہے جو پی ایچ ڈی کر رہی تھی۔ دو جواب دہندگان ہیں جن میں سے ہر ایک کی عمر بالترتیب 21, 22اور23 سال ہے۔26 سال کی عمر کے کل تین جواب دہندگان ہیں۔24,27,28 سال کی عمر کے ایک،ایک جواب دہندہ ہے۔

سوائے ایک جوابدہندہ کے دیگر جوابدہندگان اعلیٰ تعلیم میں مختلف کورس کر رہی تھیں لہٰذا اس ایک منفرد جوابدہندہ کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ وہ IDI-1 ڈپلومہ کر رہی تھی۔اس کے مطالعہ میں شامل ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ گریجویشن کی تکمیل کے بعد ڈپلومہ کر رہی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جواب دہندہ کی عمر اور اس کا صحیح ادراک کرنا بہت غیر معمولی لگا۔سب سے زیادہ جوابدہندگان پی ایچ ڈی سے ہیں اور سب سے کم ڈپلومہ ہے۔بی ٹیک

کورس سے زیادہ سے زیادہ چار جواب دہندگان پائی گئیں۔ڈپلومہ،ایم ایس سی،ایم سی اے،ایم ایس ڈبلیو،ایم اے اور ایم ٹیک کورس سے ایک ایک جواب دہندہ نمائندگی کرتی ہیں۔

شادی شدہ جواب دہندگان چار ہیں اور باقی غیر شادی شدہ ہیں۔چار جواب دہندگان جو شادی شدہ ہیں ان کی عمر 23,24,25,26 سال بالترتیب ہے۔ان میں سے تین ماسٹر ڈگری حاصل کر رہی تھیں اور ایک ڈپلومہ کر رہی تھی۔ 21,22,23 سال عمر کی دو دو غیر شادی شدہ جواب دہندگان ہیں۔ 25,26,27,28 سال عمر کی ایک ایک غیر شادی شدہ جوابدہندہ ہے۔تاہم یہ بتانا ضروری ہے کہ وہاں کے سماجی ماحول کے لحاظ سے اس زمرے کے جواب دہندگان لڑکیوں نے شادی کی عمر کو عبور کر لیااور جب لوگ بیٹی کی شادی کا مشورہ دینے لگتے ہیں۔انہوں نے جو بیانات اور حکایات شیئر کی ہیں وہ بھی اوپر دی گئی معلومات سے ثابت ہو جاتی ہیں۔والدین نے لڑکیوں کی شادی کے تئیں سماجی دباؤ کے بارے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔کم از کم 25,26,27,28 سال کی عمر کے جواب دہندگان کے والدین نے اپنی بیٹی کی اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے دانشمندنی کے ساتھ بہتر شعوری کوشش کا مظاہرہ کیا۔

بہن بھائیوں کی زیادہ سے زیادہ اور کم از کم تعداد بالترتیب 6 اور 1 ہے۔ایک بہن بھائی کے ساتھ تین جواب دہندگان ہیں۔چار جواب دہندگان میں ہر ایک کے پاس زیادہ سے زیادہ 3 بہن بھائی ہیں۔

جواب دہندگان کے والدین میں دو کسان،نوکری کرنے والے،تاجر،انجینئر،استاد،پروفیسر اور فارماسسٹ ہیں،جبکہ صرف دو جوابدہندگان کی والدہ ملازمت سے وابستہ ہیں اور باقی گھریلو خواتین ہیں۔جو والدین ملازمت سے وابستہ ہیں وہ اپنی بیٹوں کو کم عمر سے ہی رہنمائی کر رہے تھے جیسا کہ دوران انٹرویوان کے بیانات سے معلوم ہوا جو اگلے باب میں تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔

نمونہ بندی اور نمونہ سائز:

موجودہ مطالعہ کا مقصد دربھنگہ کی مسلم خواتین کی اعلیٰ تعلیم کے حصول کو سمجھنا اور بیان کرنا ہے۔ دربھنگہ کی تمام مسلم خواتین جو مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہی تھیں اس مطالعہ میں ممکنہ طور پر شریک تھیں۔نمونے کا انتخاب مقصدی نمونے کے ذریعے کیا گیا۔مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والی مسلم خواتین کی دستیابی اور مطالعہ میں حصہ لینے کے لیے ان کی رضامندی کو نمونے کی تشکیل میں شامل کیا گیا نیز ان سے انتہائی غیر رسمی طور وطریقے اور غیر رسمی انداز میں رابطہ کیا گیا کیونکہ رسمی طور و

طریقے سے جوابدہندگان سے معلومات حاصل کرنے میں انکے بیانات و تجربات کو درست اور تفصیل سے بتانے کی راہ میں رکاوٹ بن سکتا تھااور انٹرویو میں عدم شمولیت یا غیر رضامندی کاامکان بڑھ سکتا تھا۔

جہاں تک خصوصیاتی/معیاری اسٹڈی کا تعلق ہے، نمونہ سائز کی کوئی متعین تعداد نہیں ہے (Patton, 2002)۔ متعدد محققین کا استدلال ہے کہ خصوصیاتی تحقیق میں نمونہ کے سائز کے انتخاب میں حد انتہا (saturation)کا تصور سب سے اہم معیار ہے جو مقداری مطالعہ (Allen & Rubin)میں نمائندگی اور مناسبیت کے برخلاف ہے۔ مطالعہ کا آغاز 20 دقیق انٹرویو کے عارضی نمونے کے ساتھ ہوا۔ 14 (IN-DEPTH) انٹرویو کرنے کے بعد، انٹرویو روک دیا گیا کیونکہ تحقیقی مقاصد کے لحاظ سے حد انتہاے (saturationتک رسائی مل گئی تھی۔

جواب دہندگان تک رسائی:

جواب دہندگان تک رسائی اوران تک پہنچنے سے ممکنہ مواد ملا جس سے جواب دہندگان کو سمجھنے میں مدد ملی۔ ان کی تشویش نمایاں عکاسی کو ظاہر کرتی ہے۔ مطالعہ کے مقصد کے مطابق، مسلم خواتین جو مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہی تھیں، ممکنہ جواب دہندگان تھیں۔ وہ لڑکیوں کے ہاسٹل میں مقیم تھیں۔ لہذا، محقق کو بالواسطہ ان سے رجوع کرناپڑا۔ ایسے حالات میں شعبہ سوشل ورک کی تین خواتین ساتھی ریسرچ اسکالرز سے رابطہ کیا گیا۔ انہوں نے بخوشی محقق کے ساتھ تعاون کرنے اور محقق کی جانب سے کام کرنے پر رضامندی ظاہر کی۔ ان میں سے تین نے ممکنہ جواب دہندگان سے اجتماعی اور انفرادی طور پر رابطہ کرنے میں کافی مدد کی۔

سب سے پہلے، مناسب اور مقصد کو پورا کرنے والے ممکنہ جواب دہندگان سے رابطہ کیا گیااور ایک یا دو دن تک والہانہ بات چیت کے ذریعے ان کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس کے بعد ان جواب دہندگان کو ملاقات کے مقصد سے متعارف کرایا گیااور ان سے پوچھا گیا کہ وہ انٹرویو میں حصہ لینے کے لیے ضروری ہیں۔ ان میں سے کچھ بہ آسانی تیار ہو گئیں اور ان میں سے کچھ کو چند شامل کردہ جوابدہندگان کی شمولیت کا حوالہ دے کر حوصلہ افزائی کی گئی۔ جب یہ ہوا کہ ان کا انٹرویو مرد طالب علم سے ہوگا۔ ممکنہ جواب دہندہ نے خاتون ریسرچ اسکالر کو بتایا کہ وہ ان سے انٹرویو لینے کے لیے تیار ہیں لیکن مرد اسکالر سے نہیں۔ انہیں فکر تھی کہ کس قسم کے سوالات پوچھے جائیں گے۔ وہ مرد محقق کے ساتھ بات چیت کرنے اور اپنے مسائل یا چیلنجز کا اشتراک کرنے

سے گریزاں تھے۔ جب خواتین ریسرچ اسکالرز نے انٹرویو کے وقت حاضر ہونے کی یقین دہانی کرائی تو وہ تیار ہو گئیں۔ان میں سے چار فوراً تیار ہو گئے کیونکہ ان کے خاندان کو مرد ممبر سے بات کرنے پر کوئی مسئلہ یا پابندی نہیں تھی۔ان میں سے ستر فیصد نے مرد کے ساتھ انٹرویو دینے سے انکار کیا۔ان کے انکار کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ انہیں گھر والوں نے کیمپس میں کسی مرد سے بات کرنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ انہیں خدشہ تھا کہ اگر گھر والوں کو اس کے بارے میں پتہ چل گیا تو ان کی پڑھائی مشکل میں پڑ سکتی ہے۔ان کی مزید تعلیم سے سمجھوتہ کیا جا سکتا ہے۔جب انہیں مطالعہ کی اہمیت کا علم ہوا تو وہ ہر طرح سے تیار ہو گئے۔ انہیں منانے میں دو دن لگے۔ وہ اس شرط پر تیار ہو گئے کہ اگر وہ کسی سوال کا جواب دینے کو تیار نہ ہوں تو ان سے سوال کا جواب دینے پر اصرار نہیں کیا جائے گا۔ انہیں خدشہ تھا کہ انہیں اپنی ذاتی زندگی کا انکشاف کرنا پڑے گا۔اور ان میں سے نو نے کہا کہ وہ یونیورسٹی کے وزٹنگ روم کے علاوہ انٹرویو نہیں دیں گے۔ انہوں نے یونیورسٹی کے کمرے میں خود کو محفوظ محسوس کیا۔ان کا کہنا تھا کہ یہ کسی کو خاص طور پر لڑکوں کو معلوم نہیں ہونا چاہیے۔ لڑکے میرے گھر والوں کو مطلع کر سکتے ہیں جو مجھے مشکل میں ڈال سکتا ہے۔ دو لڑکیوں نے انٹرویو دینے سے یکسر انکار کر دیا۔ان میں سے ایک نے انٹرویو میں حصہ نہ لینے کی وجہ یہ بتائی کہ میرا ایک بھائی کیمپس میں رہتا تھا۔ اگر اسے معلوم ہوتا تو وہ میرے والد کو بتا دیتا کہ میرا مرد سے میل جول ہے۔ جو لڑکیاں تیار ہو گئیں، انہیں انٹرویو کے دوران ایک اور لڑکی موجود تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ جو لڑکیاں لڑکوں سے ایک یا دو گھنٹے بات کرتی ہیں، انہیں اچھی نیت سے نہیں دیکھا جاتا۔ لڑکیوں کے نام کو لڑکوں کے ساتھ برے طریقے سے ٹیگ کیا جاتا ہے۔ والدین کی موجودگی میں لڑکوں سے بات کرنا اچھا ہے۔ کچھ لڑکیوں نے انٹرویو کے وقت کے بارے میں پوچھا، کچھ لڑکیوں نے اپنا مناسب وقت دیا۔انہوں نے دوپہر کا وقت تجویز کیا کیونکہ زیادہ سے زیادہ طلباء کیمپس میں نہیں گھومتے تھے۔ جواب دہندہ نے محفوظ محسوس کیا اور انٹرویو دیا۔ خاتون ساتھی ریسرچ اسکالر کو سینئر ہونے کا فائدہ تھا کہ انہیں وارڈن اور پرووسٹ سے بآسانی اجازت مل گئی کہ وہ وزٹنگ روم میں انٹرویوز کا انتظام کر سکیں۔

انٹرویو مکمل ہونے کے بعد انہیں یہ تشویش لاحق ہوئی کہ 'کیا انہوں نے اچھی بات کی'۔ان میں سے کچھ کا کہنا تھا کہ مرد کے سامنے بات کرنا بہت مشکل ہے۔ان میں سے بعض نے یہ بھی کہا کہ بہتر ہوتا اگر کوئی خاتون ان کا انٹرویو کرتی۔

انٹرویو کے دوران جواب دہندگان کا رویہ:

جہاں تک انٹرویو کے دوران مشترکہ جوابدہندگان کے رویے کا تعلق ہے تو انہوں نے انٹرویو کے دوران بہت اچھے طریقے سے حصہ لیا اور تعاون کیا۔ جواب دہندگان کے خدشات اور جواب دہندگان کے حصہ لینے کے طریقے کے بارے میں خاتون ساتھی ریسرچ اسکالر نے جو محقق کو بتایا وہ متضاد معلوم ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ مرد شخص کے ساتھ بالمشافہ بات میں شرم محسوس کر رہی تھیں اور یہ وسوسہ یا خام سوچ جوان کے ذہن میں تھا۔ اسکے علاوہ خاندانی پابندیاں ایک اور وجہ بھی ہو سکتی ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اس طرح کے خدشات غالب آتے ہیں۔

غیر فعال جواب دہندہ کے ساتھ تعاون کی سطح:

صرف ایک غیر فعال جواب دہندہ تھی جو صرف انٹرویو ختم ہونے کا انتظار کر رہا تھی۔ انٹرویو کے بعد محقق کو مشاہدہ ہوا کہ وہ اپنی تعلیم سے بہت لاتعلق تھی۔ وہ اپنے شوہر کے اصرار پر پوسٹ گریجویشن کر رہی تھی اور اس کی بے حسی اس بات کی طرف اشارہ کر رہی تھی کہ یہ اس کے تعلیمی رفتار کے معیار سے کیسے نکلا۔

جڑواں جواب دہندگان:

محقق کو ایک ہی وقت میں جڑواں بہنوں کا انٹرویو کرنے کا موقع ملا۔ وہ انٹرویو بہت بصیرت افروز تھا۔ جڑواں بہنیں ایک ہی پس منظر (سیاق وسباق) سے آئیں، انہیں ایک جیسے چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا اور انہیں ایک جیسی حمایت حاصل رہی اور تقریباً ایک جیسے نتائج برآمد ہوئے۔ لیکن وہ تعلیمی دلچسپی کے لحاظ سے مختلف تھے شاید انفرادی فرق کی وجہ سے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انفرادی فرق بھی مخصوص نشان کو ظاہر کرتا ہے۔

نشیط و فعال جواب دہندہ:

اس بات کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ (IDI-11) رضاکارانہ طور پر صرف یہ جان کر ہی انٹرویو کے لیے آگے آئی کہ کوئی تعلیم سے متعلق لڑکیوں کا انٹرویو لے رہا ہے۔ یہ قابل ذکر ہے کہ وہ تعلیم کے حوالے سے بہت حوصلہ افزا، پر جوش اور باخبر تھی۔ میں اس نے بہت صاف گوئی سے اظہار خیال کیا کہ وہ اس خاندان سے تعلق رکھتی ہے جس میں والد، والدہ اور ان کا ایک بڑا بھائی جو خواتین کی تعلیم کے خلاف تھے مگر ایک دوسرے بھائی نے انہیں کمپیوٹر سائنس میں پوسٹ گریجویٹ کرنے کے لیے ہر طرح سے نہ صرف وقتی مدد کی بلکہ مسلسل حوصلہ

افزائی بھی کی۔ وہ خود ایک بہادر لڑکی اور مضبوط قوت ارادی کی حامل خاتون ہیں۔ وہ ریسرچ اسکالر کے پڑوسی گاؤں سے تعلق رکھتی ہے۔

معاون جواب دہندہ:

انٹرویو کے وقت جواب دہندگان کے تعاون کے علاوہ، ایک جواب دہندہ (IDI-14) نے درخواست پر 3 یا 4 جواب دہندگان کو انٹرویو کے لیے آمادہ کیا اور انعقاد عمل میں لائی جب محقق اور خاتون ساتھی چند نئے موزوں جواب دہندگان کو تلاش کرنے سے قاصر تھے۔

ڈیٹا ہینڈلنگ:

خصوصیاتی/معیاری ڈیٹا نیم ساختہ دقیق انٹرویوز (IDIs) کے ذریعے جمع کیا گیا ہے۔ انٹرویوز کو عموماً ہندوستانی (ہندی اور اردو) زبان میں اور بعض اوقات جواب دہندگان کے ذریعہ بولی جانے والی انگریزی زبان (1 یا 2 جملے) میں ریکارڈ کیے گئے تھے۔ ریکارڈ کیے گئے انٹرویوز کو بعد میں نقل کیا گیا۔ نقل کا عمل ایک ہی وقت میں دلچسپ اور سخت مشکل تھا۔ دلچسپ اس لحاظ سے تھا کہ بیانات جو جوابدہندگان محقق سے شیئر کر رہی تھیں اور وہ بذات خود اشارہ بھی دے رہی تھیں۔ مشکل امر اس معنی میں تھا کیونکہ تحریری شکل میں نقل کرنے میں محقق کو آہستہ آہستہ آگے بڑھنے، سمجھنے اور غور کرنے کی ضرورت پڑتی تھی۔ محقق کو اس عمل پر کافی وقت لگانا پڑا۔ انٹرویو کی ریکارڈنگ کو نقل کرتے وقت، انٹرویو کے وقت عکاسی اور نقل کے وقت عکاسی ایک ساتھ لکھی گئی تھی جس نے کوڈنگ، تجزیہ اور تشریح (معنی خیز مطلب بنانا) کے وقت ایک اہم کردار ادا کیا۔ ڈیٹا کے ضیاع کو روکنے کے لیے تحریری نقل میں احتیاطی برتی گئی۔ انٹرویو پہلے اردو اور پھر انگریزی میں نقل کیے گئے۔ اردو ٹرانسکرپشن تیار ہونے کے بعد، ڈیٹا کی بربادی کو روکنے اور عکاسی میں اضافہ کرنے کے لیے ان کا متعدد بار سنا گیا پھر نقل کیا گیا اور ان پر نظرثانی بھی کی گئی۔ ہندستانی زبان میں ممکنہ حکایات کو مد نظر رکھتے ہوئے اردو سے انگریزی میں نقل کیا گیا۔ آخر میں نقل کیے گئے انٹرویوز کو پڑھا گیا، اور وقت کے مختلف وقفوں پر مطالعہ کیا گیا دریں اثنا فیلڈ نوٹ اور عکاسی پر بھی کام کیا گیا۔ تحریری نقل کو مختلف اوقات میں مختلف وقفوں میں پڑھنا اور مطالعہ کیا گیا حتی کہ جوابدہندگان کے بیانات سے محقق کے تحقیقی خدشات دور نہ ہوگئے۔ چنانچہ محقق کو ہر انٹرویو کو نقل کرنے میں کئی وقفہ لینا پڑا اور خود کو بامعنی ڈی کنسٹرکشن کے سلسلے میں خود پر کام کرنا پڑا تاکہ انٹرویو کے بیانیے کو ایک نئے ذہن کے ساتھ معنی خیز

اور قابل قبول بنایا جاسکے۔ نتیجہ بہت ثمر آور تھا، محقق کو ایسا لگا جیسے بیانیہ کو اپنے بارے میں بات کرنے کے لیے مزید الفاظ مل گئے ہوں۔ کافی تفہیم اور غور و فکر کے بعد محقق اگلے مرحلے میں چلا گیا۔ پہلے سے قائم کردہ فریم اور کوڈنگ کے مطابق ڈیٹا کو منظم کیا۔ کوڈنگ بعد کے مرحلے میں ایک تھیم اور ذیلی تھیم سامنے نکل کر آئی۔ مطالعہ میں پہلے سے ہی چار پہلو تھے (سیاق و سباق، نتائج، چیلنجز، اور سپورٹ)، اور سیاق و سباق کے علاوہ مذکورہ بالا تین کے تین زمرے میں بانٹا گیا (انفرادی، خاندان، برادری/معاشرے کی سطح پر) مگر محقق کو بیانیہ کو پہلے سے تیار شدہ فریم میں ترتیب دینا لازمی تھا۔ موضوعاتی طور پر منظم بیانیے سے نتائج اخذ کرنے کے لئے مسئلے کی تصوراتی تفہیم کا سہارا لیا گیا۔

بیانات کا ادراک اور قابل فہم معنی بنانا:

خصوصیاتی ریسرچ کرنے والے محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ بیانات کو اس وقت تک پڑھتے رہیں جب تک کہ اس کے تہہ کا ادراک نہ کر لیا جائے نیز پورے انٹرویو کے تناظر میں کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ بعض اوقات بیانیہ پورے انٹرویو کے سیاق و سباق سے مطابقت نہیں رکھتا کیونکہ جواب دہندگان ادب واحترام کا لحاظ رکھنے کے چکر میں کچھ حقائق کو چھپا لینا چاہتے ہیں۔

ذیل میں جواب دہندگان (IDI-1) اور (IDI-12) کے بیانات ہیں جو منتخب کردہ طریقۂ کار اور اس کی اہمیت کی وضاحت کرتے ہیں۔

1. میرے والد چاہتے ہیں کہ میری لڑکیاں اس قابل ہوں کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑی ہو سکیں.
2. میرا اپنا کوئی ارادہ نہیں ہے، والدین جو بھی کہیں گے کروں گی، میں جاب کرنا پسند کروں گی لیکن نہیں کر سکتی....، اگر وہ اجازت دیں تو میں کر سکتی ہوں۔
3. نہ تو میرے والدین اور نہ ہی میرے سسرال والے مجھے جاب کرنے دیں گے۔
4. میرے سسرال والے کافی حمایتی ہیں۔

بیانات 2 اور 3 کو مقدمے اور احاطے کے طور پر لیا گیا ہے اور بیان 1 نتیجہ ہے۔ نتیجہ ایک غلط بیان ہے کیونکہ اگر اس کے والد چاہتے ہیں کہ وہ خود مختار ہوں، تو وہ اسے جاب و ملازمت کرنے کی اجازت دیتے جو وہ چاہتی تھی۔ علاوہ ازیں انہوں نے اپنی بیٹی کی شادی ایسے گھر و خاندان میں کی جہاں عورتوں کو کام کرنے کی اجازت نہیں

ہے۔ در حقیقت، ان کی مرضی کے خلاف جاب یا ملازمت کے ذریعہ خود انحصاری پیدا نہیں کی جاسکتی۔ بیانات 3 اور 4 سے پتہ چلتا ہے کہ حمایتی ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسے اپنی مرضی کے مطابق چلنے کی اجازت نہیں ہے۔ جواب دہندہ اپنے نقطۂ نظر میں کافی صاف گو تھی لیکن بعض مقامات پر اپنے ادب واحترام یا دفاع کے لیے کچھ متضاد بیانیہ دیا۔

جواب دہندگان میں سے ایک (IDI-12) نے کچھ متضاد بیانات کا اشتراک کیا، ایک بیان دوسرے کو منسوخ کرتا ہے۔ ذیل میں وہ تفصیلات دی گئی ہیں جو انٹرویو کے مکمل مواد سے مطابقت نہیں رکھتی ہیں۔

1. جی ہاں، ایک مکمل تبدیلی آگئی ہے، جب میں پہلی بار یہاں آئی تھی تو بالکل بھی دل نہیں لگتا تھا پڑھائی لکھائی سے لیکر رہنے سہنے تک۔ اب ہر چیز میں دھیرے دھیرے دل لگ رہا ہے، یہاں آنے کے بعد میں پڑھائی کی اہمیت جانی۔
2. میں پوسٹ گریجویشن مکمل کرنے کے بعد اپنے گھر واپس جانا چاہتی ہوں۔ میرے شوہر چاہتے ہیں کہ میں یہاں سے پی ایچ ڈی کروں۔ لیکن میں نہیں کروں گی کیونکہ میرا یہاں دل نہیں لگ رہا ہے۔

اگر دونوں بیانات کا بغور مشاہدہ کیا جائے تو یہ جواب دہندہ کی مطالعے میں عدم دلچسپی کو ظاہر کرتا ہے۔ ایک بار وہ کہہ رہی ہیں کہ مجھے تعلیم کی اہمیت کا علم تھا، دومنٹ میں کہتی ہیں کہ میں اپنے شوہر کی خواہش کے باوجود پی ایچ ڈی نہیں کرنا چاہتی۔ اس کے اندر پڑھائی کے تئیں عدم دلچسپی پائی گئی۔ انہوں نے اپنے انٹرویو کے دوران یہ بھی بتایا کہ وہ اپنے شوہر کی خواہش اور اصرار کی وجہ سے پوسٹ گریجویشن کر رہی ہیں۔

مطالعہ نے ہر انٹرویو کے وسیع تناظر میں بیانیے کے درمیان تضادات کو دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ نیم ساختہ انٹرویو کا ایک فائدہ یہ تھا کہ جواب دہندگان جان بوجھ کر معلومات کو مخفی نہیں رکھ سکتے تھے جس کی بدولت انٹرویو کے مجموعی مواد کے تناظر میں جواب کا اندازہ لگا کر ان کی معلومات کی مستقل مزاجی کا پتہ لگانا ممکن ہو سکا۔

محقق نے جواب دہندگان کو درمیان گفتگو مداخلت نہیں کی جس سے جواب دہندگان کو ایک آرام دہ ماحول فراہم ہوا۔ اس حکمت عملی نے جواب دہندگان کو بغیر کسی رکاوٹ کے اپنے خیالات کا اشتراک کرنے میں

آسانی محسوس کی۔ وہ لمحہ بہ لمحہ بالکل واضح طور پر تفصیلات شیئر کرتی رہیں، البتہ ایک دو نکات کے علاوہ کبھی بھی موضوع سے بہت غیر متعلقہ نہیں رہیں۔

بیانات کو با معنی بنانے کے پیش نظر تجزیہ بیانات کو درج ذیل دو زمروں میں درجہ بندی کی گئی تاکہ مطالعہ کے مطلوبہ مقاصد کو حاصل کیا جاسکے۔

- خود واضح بیانیہ
- مختصر بیانیہ

خود واضح بیانیہ: خود واضح بیانات ایسی حکایتیں ہیں جو اپنا مکمل معنی رکھتی ہیں، جو اپنے معنی کے لیے دوسرے بیانات پر انحصار نہیں کرتی ہیں۔

مختصر بیانیہ: ایسی حکایتیں ہیں جو دوسرے بیانات کے سہارے یا موجودگی میں اپنا معنی و مفہوم پورا کرتی ہیں۔

کبھی کبھی ایسا لگتا تھا کہ دروان تجزیہ مبہم صورتحال پیدا ہوئی مگر تحقیقی مقاصد اور تحقیقی سوال پر نظر ثانی چیزوں کو با معنی انداز میں ترتیب دیا گیا علاوہ ازیں دوبارہ ترتیب آوری کو مستقل آگے بڑھنے کے کی کوشش جاری رکھی گئی۔ ڈھیر سارے سوالات پوچھنے کے بجائے جواب دہندہ کے سامنے جامع اور مختصر سوالات (دقیق انٹرویو کا فریم ورک) رکھا گیا ہے تاکہ مطالعہ کے مقصد تک رسائی بہ آسانی ہو سکے کہ کن سوالوں کا جواب دینا ہے۔ ہماری گفتگو اس طرح شروع ہوئی...

دیکھیے، اس مرحلے تک پہنچنے میں آپ کا ایک طویل سفر ہے، آپ کو راستے میں بہت سے چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا ہوگا، اور وہ چیلنجز جن کا آپ نے مختلف وقتوں میں سامنا کیا تھا اور اب بھی آپ کو کچھ چیلنجز کا سامنا ہو سکتا ہے، برائے کرم ان چیلنجز کو تفصیل سے شیئر کریں۔ اور آپ کو چیلنجوں کے علاوہ سپورٹ بھی ضرور ملی ہوگی۔ آپ کو کس چیز نے سپورٹ کیا، میرے ساتھ تفصیل سے شیئر کریں۔ چونکہ آپ نے ایک طویل مسافت کی ہے، دوران مسافت آپ کے ساتھ کئی ضرور تبدیلی (نتائج) رونما ہوئے ہوں گے اور ان نتائج و تبدیلیوں کو شیئر کریں جو آپ کی تعلیم کے راستے کو اعلیٰ تعلیم تک لے جانے کے دوران پیدا ہوئیں۔ تعارف کے ساتھ شروع کرنے سے پہلے، اسکالر نے ہر جواب دہندہ سے انٹرویو لینے اور پورے انٹرویو کو نقل کرنے کے لیے آڈیو ریکارڈر کا استعمال

کرنے کے لیے زبانی اجازت لی۔ انٹرویو لینے والے نے شروع کیا، مجھے اپنے والدین، بہن بھائیوں، دادا دادی اور یقیناً اپنے بارے میں بتائیں۔

سیاق وسباق	چیلنجز یا درپیش مسائل	حمایت	نتائج
خاندانی تعلیمی پس منظر۔ دیہی/شہری سیاق وسباق۔ خاندان کی قسم۔ اندرون وبیرونِ خاندان کے تعلیمی ماحول۔	انفرادی سطح خاندانی سطح کمیونٹی سطح	انفرادی سطح خاندانی سطح کمیونٹی	انفرادی سطح خاندانی سطح کمیونٹی

تحقیقی مقاصد سے اخذ کردہ مذکورہ بالا نیم ساختہ انٹرویو کے فریم ورک نے محقق کو انٹرویو کے لئے فیلڈ سروے میں جانے اور مطالعہ کے جواب دہندگان کے ساتھ بامقصد تعامل کی رہنمائی کی۔ چونکہ جواب دہندگان بہتر تعلیم یافتہ تھے، وہ مطالعہ کی اہمیت وضرورت کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ دوران انٹرویو اسکالر کو ان سے صرف تین مختلف سطحوں پر معلومات حاصل کرنا تھا۔ کبھی کبھی محقق کو ان کے جواب کی بہتر وضاحت اور گہری تفہیم کے لئے سوال پوچھنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ چند مثالیں ایسی تھیں، جہاں جوابدہندہ سوال کو نہیں سمجھ سکی، چنانچہ محقق کو جواب دہندہ کے لیے قابل فہم بنانے کے لیے سوال کو اور آسان الفاظ دوبارہ پوچھنا پڑا۔

اعداد و شمار کو بولنے کی اجازت دینے کے لیے بیانیے کے ساتھ رہنا:

اعداد و شمار کو بولنے کی اجازت دینے کے لیے بیانیے کے ساتھ رہنا تحقیق کے لیے انتہائی پریشان کن، چیلنجنگ، بامعنی اور خود شناسی مرحلہ رہا ہے۔ جیسا کہ یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ 'ڈیٹا کو بولنے دیں' کوالٹیٹیو ریسرچ کے لیے پیشگی شرائط میں سے ایک ہے۔ ڈیٹا کو بولنے اور ان میں پیٹرن تلاش کرنے کی اجازت دینے کے لیے، بیانات کے ساتھ مسلسل دیر تک رہنا ناگزیر ہے جس کے لیے بہت صبر و تحمل کی ضرورت ہے۔ جب تک کہ ڈیٹا مجوزہ تحقیقی مقصد اور سوالات کا حل نہیں نکال دینے لگتے ہیں، یہ کافی اکتاہٹ سے بھرا ہوا عمل تھا۔ مگر ایک بار جب ڈیٹا بولنا شروع کر دیتا ہے، تو وہ بہت زیادہ اور معلوماتی اطلاعات دینے لگتے ہیں۔ انہیں بامعنی، بامقصد اور ترتیب وار منظم

کرنا ایک چیلنجنگ امر تھا۔ کئی بار یہ محسوس کیا گیا کہ ڈیٹا تحقیقی مقاصد سے بھٹک کر باہر ہو رہے ہیں، جسکی وجہ ڈیٹا میں معانی کی آزاد اور متغیر جہت ہوسکتی ہے لیکن وہ معنی اہم ہیں جو تحقیقی سوال کا جواب دینے اور ان میں نمونہ تلاش کرنے کا مقصد پورا کرتے ہیں۔ معنی اور نمونہ تلاش کرنے کے دوران ڈیٹا نے خود کا جائزہ لینے پر مجبور کیا کہ آیا ان کی صحیح طریقے سے تشریح کی جارہی ہے، جس طرح سے اسے کیا جانا چاہیے، جس طرح سے ڈیٹا جواب دہندہ کی زندگی میں معنی رکھتا ہے، ان تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھا گیا۔

بیانیہ کے مواد کی نوعیت، بیانیہ کے معنی، وہ فہم جو بیانیہ کو بامعنی بناتے ہیں نیز تجربات جو بیانیہ کو قابل فہم معنی فراہم کرتا ہے، یہ تمام بیانیہ وحکایات کی تشکیل کے راستے ہیں۔ ان راستوں کو محققین کو بالواسطہ طور پر ان میں بامعنی مطلب تلاش کرنے کے لیے کئی بار نظر ثانی کی ضرورت پڑتی ہے۔

جواب دہندگان کے ذریعہ بیانیہ کی تشکیل کا راستہ:

محقق کے ذریعہ بیانیہ کی معنی سازی کا راستہ:

مذکورہ بالا نقطۂ نظر کو معنی سازی کے مقصد کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ اس نقطۂ نظر نے محقق کو معنی سازی کے مقصد کے لیے جواب دہندگان کی پوزیشن میں تلاش کرنے میں غوطہ زن لگانے کے قابل بنایا۔

موضوع اور ذیلی موضوع کا نام:

موجودہ مقالہ میں موضوع(تھیم) اور ذیلی موضوع(ذیلی تھیم) کا اس طرح ترتیب وار منظم کیا گیا ہے جو تھیم کی بنیاد کے علاوہ ذیلی تھیم کے تحت بیانات کے گروپ کے بامعنی مطلب اور قابل فہم مفہوم عطا کرتے ہیں۔ بالفاظ دیگر بیانیے کے گروپ کا معنی اور مفہوم کو چھوٹے چھوٹے ذیلی تھیم گروپ میں منقسم کرنے بہتر ڈھنگ سے صراحتاً قلمبند کیا گیا ہے۔ اس تحقیق میں 'اڑان کی خواہش''نتائج' کے وسیع تر تھیم کے تحت ذیلی تھیم کی شکل میں جگہ دی گئی ہے، اس ذیلی تھیم کے تحت بیانیہ کا پورا گروپ جواب دہندگان کی اعلیٰ امنگوں کے

بارے میں بحث کرتا ہے، ایسا لگتا ہے کہ وہ پُر اعتماد ہیں اور وہ مستقبل کی اپنی اعلیٰ تمناؤں کی تکمیل کے کمر بستہ ہیں۔ جواب دہندہ ایم ایڈ کر رہی تھی۔ پی ایچ ڈی کرنے کی خواہش اور یونیورسٹی میں پروفیسر بن جائیں گے، ایسی داستان 'اڑنے کی خواہش' سے کم کی مستحق نہیں ہیں۔ تھیم اور ذیلی تھیم کی درجہ بندی کے دوران اس نقطۂ نظر کو مسلسل ذہن نشین رکھا گیا ہے۔

ڈیٹا کی حدت کو برقرار رکھنا:

ڈیٹا کے ٹھوس پن کی بحالی محققین کو مطالعہ کی تلاش میں اعتماد و معتبریت قائم کرنے میں مدد کرتا۔ اس بنا پر تحقیقی مطالعہ کو زیادہ قابل اعتبار سمجھا جاتا ہے جب وہ کسی بیانیے کی تشریح اس طرح پیش کرتا ہے کہ جوابدہندہ اس بیانیے کو فوراً پہچان لے۔ اعتباریت(credibility)، انحصاریت(dependability) ، مطابقت (conformability)اور منتقلی (transferability) قائم کرنے کے لیے جو حکمت عملی استعمال کی گئی ہے ان میں انعکاسیت (reflexivity)، ہم مرتبہ ڈیبریفنگ(peer debriefing)، طویل مصروفیت(prolonged engagement)(جواب دہندگان کے ساتھ مناسب وقت تک جڑے رہنا) اور حتمی رپورٹ میں جواب دہندگان کے الفاظ کا استعمال شامل ہیں۔ ڈیٹا کی سخت ٹھوس پن کو برقرار رکھنے کی حکمت عملی ذیل سطور میں بیان کیا جارہا ہے۔

جواب دہندگان کے ساتھ طویل مدتی مصروفیت:

اس مطالعہ میں طویل مدتی مصروفیت و مشغولیت معمول سے زیادہ محدود معنی رکھتی ہے۔ دربھنگہ سے تعلق رکھنے والی مسلم خواتین جو مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہی تھیں وہ مطالعہ کی مشترکہ جوابدہندگان تھیں۔ اور انکا انٹرویو مخصوص جگہ پر محدود وقت میں کیا گیا۔ ان کا سیاق و سباق دیکھنا، مشاہدہ کرنا ممکن نہ تھا تاہم دوران انٹرویو جوابدہندگان کے ساتھ کافی وقت صرف کیا گیا جس میں جواب دہندگان کی صورتحال اور کیفیت کا بغور مشاہدہ کیا گیا جو تحقیق کے لئے کافی کارآمد ثابت ہوئیں۔

تفصیلی وضاحت:

وضاحتی تفصیل سے مراد فیلڈ وزٹ، جواب دہندگان کے ساتھ بات چیت، تاثرات، انٹرویو کے دوران جواب دہندگان کے رویے سے متعلق تفصیلی معلومات کی جمع آوری ہے۔ انٹرویو کے دوران جواب دہندگان کے

اشارے وکنایات (چہرے کے تاثرات،آنکھوں سے رابطہ، لہجہ، مسکراہٹ اور ہنسی)اور حرکات وسکنات کے بارے میں تمام تفصیلات کو تحریری شکل دیا گیاہے۔ جو حکایات کو معنی خیز مطلب ومفہوم فراہم کرتے ہیں۔ کچھ حرکات وسکنات ایسے پائے گئے جو جواب دہندگان کی طرف سے دی گئی بیانیہ سے متضاد تھیں۔ یہ تفصیلی اکاؤنٹس فیلڈ نوٹ بک اور ڈائریوں میں لکھے گئے تھے اور بعد میں ساتھی سُپر وائزکے ساتھ تبادلہ خیال کر کے علمی جامہ پہنایا گیا۔

پیر ڈیبریفنگ:

چونکہ یہ مطالعہ اکیڈمک تحقیق ہے۔ ساتھیوں کے مختلف موضوعات تھے۔ لہذا، محقق نے ہم جماعت ساتھیوں کے ساتھ جاری کام کے بارے میں تبادلہ خیال کیا۔ لہذا، باہمی اور اجتماعی ہم مرتبہ ڈیبریفنگ نے محققین کو نقل، طریقۂ کار، نتائج، مسئلے کے بارے میں تصوراتی تفہیم اور مختصر وجامع تفصیل میں واقعات و بیانات کی حقیقت کو سمجھنے میں مدد کی۔ یہ نقطۂ نظر مطالعہ کی توثیق کرتاہے اور اسے قابل اعتبار بناتا ہے۔

خودانعکاس پذیری(Self-reflexivity):

خودانعکاس پذیری محقق کی خودشعوری کوشش ہے جو تحقیق کے دوران اپنے عقیدے اور اقدار پر نظرثانی کرکے عدم معروضیت و جانبداری کویکسر کم کر دیتاہے۔ عدم معروضیت یا تعصب کو کم کرنے کا مطلب مطالعہ میں محقق کا اپنے رول سے دستبردار ہونا نہیں ہے لیکن محقق کو اپنی اقدار اور عقیدے کو تنقیدی طور پر سمجھنا چاہئے تاکہ یہ مطالعہ کے مختلف پہلوؤں کو غیر تنقیدی طور پر متاثر نہ کر سکے۔ مطالعہ کاEpistemological موقف یہ ہے کہ محقق کے ذریعہ شروع کی گئی حقیقت کا شریک تخلیق کار ہے اور یہ مقداری تحقیق کے برعکس زیادہ قدر کی حامل ہے۔ تاہم، محقق کو اپنی اقدار اور عقائد پر شعوری طور پر غور کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس مقصد کے لیے محقق نے اپنے ریسرچ اسکالر ساتھیوں کے ساتھ اپنے عقائد، سوچ ورجحان اقدار اور نقطۂ نظر کو باہمی تعامل کے ساتھ شیئر کیا اور ان پر تبادلہ خیال کرتے رہے تاکہ ان پر نظر رکھی جا سکے۔ محقق نے تحقیقی عمل کے تمام مراحل میں خودانعکاسی نوٹ کو برقرار رکھا۔ ذہن ودماغ میں مسئلہ کو ہمیشہ مرکوز رکھنا، معنوں کی مشترکہ تخلیق نے محقق کو خودانعکاسی صلاحیت سے سے گزرنے اور تعصب وجانبداری کو کم کرنے کے

قابل بنایا۔ تحقیق میں ہر وقت یہ ذہن نشین رکھا جانا چاہئے تاکہ محقق تعصب و جانبداری کی طرف مائل نہ ہو پائے بلکہ بیانات کے مشترکہ معنی خیر مطلب و مفہوم پیدا کرنے میں زیادہ سے زیادہ معروضیت کو شامل کر سکے۔

اخلاقی اقدار کی پاسداری اور چیلنجز:

جواب دہندگان تمام طرح احترام، اور بہترین سلوک کے مستحق ہیں جنھوں نے مطالعہ میں اپنے اہم کردار کو سمجھا اور انٹرویو کے لئے آمادہ ہوئے۔ جوابدہندگان نے جب بلاواسطہ رابطہ کیا گیا تو انہیں پہلے ہی مطلع کر دیا گیا تھا کہ مطالعہ کا مقصد کیا ہے اور ان سے کیا توقع کی جا رہی ہے۔ وہ کس مقام اور وقت پر انٹرویو دینے کے لیے تیار ہوتے تھے اس کا احترام کیا جاتا تھا۔ تاہم ہر جوابدہندہ کو مطالعہ کے مقصد کے ساتھ مطلع کیا گیا تھا کہ انٹرویو کے وقت ان سے کس ممکنہ سوال کے جواب کی توقع کی گئی تھی۔ باقاعدہ رضامندی حاصل کرنے کے بعد ان سے کہا گیا کہ وہ محقق کو سیشن ریکارڈ کرنے کی اجازت دیں تاکہ وہ اس بات کو یقینی بنایا جا سکے کہ ان کی شناخت اور گفتگو کو خفیہ رکھا جائے گا اور صرف علمی تحقیق کے مقصد کے لیے استعمال کیا جائے گا۔

محقق کو جواب دہندگان تک پہنچنے میں مختلف چیلنج کا سامنا کرنا پڑا۔ ان سے پہلے خاتون ریسرچ اسکالر ساتھی کے ذریعے رابطہ کیا گیا کیونکہ تمام ممکنہ جواب دہندگان ہاسٹل میں مقیم تھے۔ ایک بار جواب دہندہ مطالعہ میں حصہ لینے کے لیے آمادہ ہو گئیں، پھر خاتون ریسرچ اسکالر ساتھی کو جواب دہندگان کے ساتھ انٹرویو کا بندوبست کرنے کے لیے ہاسٹل اتھارٹی سے اجازت لینا پڑی۔ اس کے مطابق محقق کو ان سے رجوع کرنا پڑا۔ محقق کو وقت اور جگہ کی ہدایات پر عمل کرنا تھا۔ زائرین کے لیے مختص جگہ پر بالخصوص دوپہر اور شام کے درمیان انٹرویو لیا گیا۔ کچھ جواب دہندگان نے ہوسٹل کے باہر لیکن یونیورسٹی کیمپس کے اندر اپنے مقرر کردہ وقت کے مطابق انٹرویو دینے میں فراخدلی کا مظاہرہ کیا۔ محقق کو کچھ دیر مصروفیت کا انتظار کرنا پڑا اور بالآخر انٹرویو کا عمل پائے تکمیل کو پہونچا۔

مطالعہ کے حدود:

موجودہ مطالعہ دربھنگہ کی مسلم خواتین کے ساتھ کیا گیا تھا جو MANUU سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہی تھیں اس لیے اس مطالعے کی کچھ حدود ہیں۔ اول تو اس کی نوعیت اور دائرہ کار صرف مسلم خواتین کی نمائندگی کرنے والے دربھنگہ تک محدود رکھا گیا۔ خصوصیاتی و معیاری تحقیق کو اختیار کرتے ہوئے مسلم خواتین کے سیاق و سباق، چیلنجوں، حمایت اور نتائج کے بارے میں باریک بینی سے ادراک کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اس لیے اس

مطالعے کے نتائج کو ملک کے دیگر حصوں میں مسلم خواتین کے لیے عام نہیں کیا جاسکتا۔ مطالعہ کی دوسری حد یہ ہے کہ مسلم خواتین سے جمع کردہ ڈیٹا، چیلنج، تعاون وحمایت اور نتائج کے سلسلے میں ان کے تجربات کے بارے میں ان کی یادداشت پر مبنی تھا۔ لہذا جمع کردہ معلومات میں تعصب کا امکان ہوسکتا ہے. ان ممکنہ حدود کے باوجود یہ مطالعہ دربھنگہ ضلع کی اعلی تعلیم حاصل کرنے والی مسلم خواتین کے تجربات، چیلنج، مدد اور نتائج کے بارے میں دقیق فہم وبصیرت فراہم کرتا ہے۔ مزید مطالعہ دوسرے مذہبی گروہ کے ساتھ تجربات کا موازنہ کرنے کے لیے تحقیقی افق کھولتا ہے۔

آپریشنل تعریفات:

سیاق وسباق: اس مطالعہ کا سیاق وسباق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جواب دہندگان کا پس منظر کیا رہا ہے۔ سیاق وسباق میں خاندان کی تعلیمی تاریخ (تین نسلوں سے زیادہ)، مسلم خواتین کی تعلیم کے سلسلے میں خاندان کے اندر اور باہر کا تعلیمی ماحول، دیہی/شہری حیثیت اور خاندان کی اقسام (مشترکہ/نیوکلئر) شامل ہیں۔

چیلنجز: چیلنجز وہ رکاوٹیں یا دشوار عوامل ہیں جنہوں نے جوابدہندگان کو ان کے اعلیٰ تعلیمی مسافت کے دوران انفرادی، خاندانی اور کمیونٹی/معاشرے کی سطح پر ان کے نقطۂ نظر کو چیلنج کیا۔

حمایت: وہ تمام عوامل جنہوں نے جوابدہندگان کے نقطۂ نظر سے انفرادی، خاندانی، کمیونٹی کی سطح پر جواب دہندگان کو ان کے تعلیمی سفر کے دوران سہولت اور مدد فراہم کی۔

نتائج: نتائج سے مراد جواب دہندگان کے اپنے نقطۂ نظر کے مطابق اپنے، خاندان اور برادری/معاشرے پر اعلیٰ تعلیم کی سطح تک پہنچنے کا نتیجہ ہے۔

اعلیٰ تعلیم: اس مطالعہ میں اعلیٰ تعلیم کو بعد از ثانوی (10+2) ڈگری کی تعلیم سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

مسلم خواتین کا تصور: جوابدہندگان کا بذات خود، خاندان اور کمیونٹی کے تئیں مسلم خواتین کے تصور کا مطلب ہے جسے وہ بالترتیب اپنے آپکو، بیٹی، مسلم خواتین کے عالمی نظریات میں تصور کرتی ہیں۔

مسلم خواتین کے تصور میں اعلیٰ تعلیم کا مقام: اعلیٰ تعلیم کے مقام کے تئیں مسلم خواتین کے تصور کا مطلب یہ ہے کہ مسلم خواتین کے تصور میں اعلیٰ تعلیم کی کیا اہمیت اور ضرورت ہے۔

خلاصہ:

یہ باب تحقیق کی بنیاد ہے۔ شروع کیے گئے تحقیقی مسئلے کا فلسفیانہ تناظر میں انکوائری کے مزید کورس کے لیے تحقیقی طریقۂ کار کے لیے ان پٹ فراہم کرتا ہے۔ اونٹولوجی اور علمیات کا تعلق سماجی رجحان اور اس کی حقیقت کے مطالعہ سے ہے کہ بالترتیب ان حقیقتوں کو کیسے جانا جا سکتا ہے۔ مظاہر کی نوعیت یہ بتاتی ہے کہ سماجی مظاہر سے انجام پانے والے پہلوؤں کی حقیقت کو کس طرح جانا جا سکتا ہے۔ مزید آنٹولوجی اور علمیات تحقیق کے طریقۂ کار کی بنیاد اور سہولت فراہم کرتے ہیں۔ طریقۂ کار آنٹولوجی اور علمیات سے رہنمائی حاصل کرتا ہے۔ اسکے بارے میں مزید معلوم ہوتا ہے کہ تحقیق کس چیز کے بارے میں جاننا چاہتی ہے۔ اس باب میں تحقیق کا طریقۂ کار، تحقیقی ڈیزائن، ڈیٹا کا تجزیہ وغیرہ شامل ہیں۔

باب چہارم: اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والی خواتین کا سیاق

تعارف:

یہ باب مسلم خواتین کے بارے میں معلومات پر مشتمل ہے جس سے مسلم خواتین کے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے رجحان کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔اس میں خاندان کی تعلیمی تاریخ، خاندان میں تعلیمی ماحول، دیہی/شہری پس منظر، خاندان سے باہر کا تعلیمی ماحول شامل ہے۔ یہ باب آبادیاتی تفصیلات پر روشنی ڈالتا ہے جس سے تعلیمی رجحان کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

ٹیبل 4.1: خاندان کی تعلیمی تاریخ

پہلی نسل		دوسری نسل		تیسری نسل			جواب دہندگان کے نام
دادا	دادی	والد	ماں	مرد ہم عمر ساتھی	خاتون ہم عمر ساتھی	جواب دہندگان +شوہر	
ناخواندہ	مدرسہ	ہفتم	مدرسہ	دسویں، بارھویں	ساتویں انٹر	بی اے ڈپلوما(انٹر)	آئی ڈی آئی-01
ناخواندہ	مدرسہ	دسویں	مدرسہ	دسویں	ششم	بی ٹیک	آئی ڈی آئی-02
ڈاکٹر	انٹر	ڈاکٹر	گریجویٹ	بی ٹیک مڈیکل کی تیاری	بارھویں، بی اے ، بی ایس سی	بی اے ایم اے بی.ایڈ ایم.ایڈ+(بی اے ملازمت)	آئی ڈی آئی-03

بارھویں	مدرسہ	بی ٹیک	دسویں	بی ٹیک	-----	بی ٹیک	آئی ڈی آئی-04
استاد	بارھویں	پروفیسر	استاد	نویں	-----	ایم.ایڈ	آئی ڈی آئی-05
6th	مدرسہ	بارھویں	مدرسہ	دسویں ،بارھویں ایل آئی سی (ملازمت)	بارہویں ،بی اے	پی ایچ ڈی	آئی ڈی آئی-06
بارھویں	معلوم نہیں	استاد	بارھویں	-----	گریجویشن	بی ٹیک	آئی ڈی آئی-07
معلوم نہیں	مدرسہ	بارھویں	مدرسہ	بارہویں، مرچنٹ، بحری سافٹ ویئرانجنیئر	بارھویں ، شادی شدہ	بی ٹیک	آئی ڈی آئی-08
ایم .ایس سی	بارھویں خاتون خانہ	فرماسسٹ	ای سی دی اس (ملازمت)	بارھویں میڈیکل کی تیاری)دسویں)	بی ایس سی	ایم .ایس سی (ملازمت انجنیئر)	آئی ڈی آئی-09
10th	مدرسہ	گریجویشن	آٹھویں(خاتون خانہ)	انٹر،بی کام	بارھویں ، ایم ایس ڈبلیو	ایم ایس ڈبلیو	آئی ڈی آئی-10
4th	مدرسہ	8th or 9th	مدرسہ	بی ٹیک، بی ٹیک	--------	ایم سی اے	آئی ڈی آئی-11
معلوم نہیں	معلوم نہیں	استاد	مدرسہ	بی اے ،دسویں دسویں	--------	ایم اے(پی ایچ ڈی)	آئی ڈی آئی-12

دسویں)ہ سکتا ہے(	دسویں)ہو سکتا ہے(	بارھویں	گریجویٹ)خاتون خانہ(	بی کام (سی اے کی تیاری)بی ٹیک ،ساتویں	پی ایچ ڈی(بائیو ٹیک،بی ٹیک.	پی ایچ ڈی اردو	آئی ڈی آئی-13
اکاؤنٹنٹ	خاتون خانہ	بی ایس سی	، دسویں ،خاتون خانہ	ایم بی بی ایس کی تیاری،حافظ	(پی ایچ ڈی سائنس)	ایم ٹیک	آئی ڈی آئی-14

خاندان کی تعلیمی تاریخ تین نسلوں کے خاندان کی علمی لیاقت کو پیش کرتی ہے،بشمول شوہر کی اتعلیمی لیاقت کے اگر جواب دہندہ شادی شدہ ہے۔ یہ مطالعہ ٹیبل میں اوپر دی گئی تفصیلات کی تجزیاتی تشریح پیش کرتا ہے کہ تیسری (جواب دہندہ) نسل کی تعلیمی قابلیت جاری ہے یا بند ہے۔ لہذا، معنی نکالا جا سکتا ہے لیکن یہ بہت ٹھوس نہیں ہوگا جب کہ دوسری اور تیسری نسل کی تعلیم مکمل ہو چکی ہے۔اس لیے پہلی نسل کا دوسری نسل سے موازنہ کرنے سے کچھ ٹھوس معنی نکالے جا سکتے ہیں۔

نسلوں میں تعلیمی لیاقت کا موازنہ:

اگر پہلی نسل (دادی اور دادا) اور دوسری نسل (ماں اور والد) کے تعلیمی حصول کا موازنہ کیا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ تعلیمی حصول میں بہتری آئی ہے۔یعنی ماں کی تعلیم دادی سے بہتر ہے۔اسی طرح باپ کا حصول تعلیم دادا سے بہتر ہے۔اگر جواب دہندگان کی تعلیم کے حصول کا موازنہ ماں اور دادی سے کیا جائے تو یہ اسی طرز پر چلتی ہے،اس میں بہتری آئی ہے۔اس کا مطلب ہے کہ خواتین کا تعلیمی حصول نسل در نسل بتدریج بہتری کے عمل میں ہے۔

اندرون نسل موازنہ:

اگر پہلی نسل میں دادا اور دادی کی تعلیمی حصول کا موازنہ کیا جائے تو دادا کا تعلیمی حصول ہمیشہ بغیر کسی استثناء کے تمام معاملات میں دادی سے بہتر رہا ہے۔اگر دوسری نسل کے اندر ماں اور باپ کی تعلیمی حصولیابی کا موازنہ کیا جائے تو والد کی اہلیت ہمیشہ ماں سے بہتر رہی ہے استثناء کے ساتھ جواب دہندہ IDI-13 کے معاملے میں جس میں ماں گریجویٹ ہے اور والد نے انٹرمیڈیٹ پاس کیا ہے۔اگر تیسری نسل میں بہن اور بھائیوں کے تعلیمی حصول کا موازنہ کیا جائے تو تعلیمی حصول کے درمیان فرق کم ہوا ہے اور دوسری اور پہلی نسل سے بہتر ہے۔

ایک منصفانہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ مرد بہن بھائیوں اور لڑکیوں کے بہن بھائیوں، ماں اور باپ اور دادی اور دادا میں تعلیمی حصول کا فرق نسل در نسل کم ہوا ہے۔ پھر، یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ فرق مزید کم ہو جائے گا۔

جواب دہندگان (IDI-1, IDI-2 اور IDI-3) دوسری اور پہلی نسل کے ساتھ اچھی علمی قابلیت رکھنے والے باقی جواب دہندگان کے مقابلے میں ابتدائی رہنمائی اور ماحول فراہم کرنے میں کامیاب رہے ہیں ان کے بیان کردہ بیانات کے مطابق۔ ان جواب دہندگان کے ساتھ بھی گھر سے دوری اور کورس کے انتخاب کا مسئلہ رہا ہے۔

شادی شدہ جواب دہندگان اور شوہر کی علمی لیاقت:

شادی شدہ جواب دہندگان IDI-1 (ڈپلوما)، IDI-3 (M.Ed.)، IDI-9 (MSc)، اور IDI-12 (M.A.) کو بالترتیب انٹر، بی اے، بی ٹیک اور پی ایچ ڈی کی علمی لیاقت رکھنے والے شوہر ملے ہیں۔ صرف ایک جواب دہندہ (IDI-1) ہے جسے غیر گریجویٹ شوہر ملا ہے۔ نہ ہی جواب دہندہ کا خاندان اور نہ ہی اس کا شوہر اعلیٰ تعلیم کے حصول کے حق میں تھا۔ مگر اس نے کسی بھی طرح بات چیت کی اور گریجویشن کی تکمیل کے بعد ڈپلومہ کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ اس کے خاندان کا تعلیمی پس منظر زیادہ بہتر نہیں ہے۔ جواب دہندگان IDI-3, IDI-9, IDI-12 کا تعلیمی پس منظر بہت اچھا ہے۔ یہاں تک کہ خواتین ممبران بھی ملازمت کر رہی ہیں۔ جواب دہندگان کی اہلیت اور شوہر کی اہلیت کے درمیان فرق کافی کم ہے۔ جواب دہندہ IDI-9 اور IDI-12 کے معاملے میں، حیرت انگیز طور پر جواب دہندگان کی اہلیت ان کے شوہر سے بہتر ہے۔ یہ مطالعہ جواب دہندہ IDI-5 کا ذکر کرنا چاہے گا جسکی انٹرویو کے وقت چین میں سافٹ ویئر انجینیئر کے ساتھ سگائی ہو چکی تھی۔ اس نے اپنے ہونے والے شوہر سے اپنی حالت کے بارے میں بات چیت کی۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ تعلیم یافتہ خواتین کو بھی ترجیح دی جا رہی ہے۔ پڑھے لکھے مسلمان مرد شادی کے لئے تعلیم یافتہ مسلم خواتین کے انتخاب کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس طرح سے تعلیم یافتہ مرد اور خواتین مل کر معاشرے میں طے شدہ رجحان کو بدل رہے ہیں۔

ٹیبل 4.2 : خاندان کی نوعیت

انفرادی خاندان (12)	مشترکہ خاندان (2)

IDI-1, IDI-2, IDI-4, IDI-5, IDI-6, IDI-7, IDI-8, IDI-10, IDI-11, IDI-12, IDI-13, IDI-14	IDI-3, IDI-9

دو جواب دہندگان مشترکہ خاندان میں رہتے تھے۔ بارہ جواب دہندگان انفرادی خاندان میں رہ رہتے ہیں۔ بیانہ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مسلم خواتین کی اعلیٰ تعلیم کے حصول سے کوئی تعلق ہے۔ ایک بات یہ کہی جاسکتی ہے کہ مشترکہ خاندان میں رہنے والے جواب دہندگان کا باقی جواب دہندگان کے خاندانی تعلیمی پس منظر کی نسبت تین نسلوں کا تعلیمی پس منظر بہت اچھا ہے۔ IDI-3 اور IDI-4 کے خاندانوں کو بہت کم عمری سے ہی خاندان سے رہنمائی ملی اور انہوں نے اپنے خاندان سے تحریک حاصل کی۔ انفرادی خاندان کے تعلیم یافتہ لوگوں نے بھی اس تعلق سے رہنمائی کی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ مسلم خواتین کے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے معاملے میں خاندان کے مشترکہ یا انفرادی ہونے کے مقابلے میں خاندان کا تعلیم یافتہ ہونا اہم ہے۔

دیہی اور شہری مقام:

ٹیبل 4.3: جواب دہندگان کی زمرہ بندی ان کے مقام سکونت کے لحاظ سے

شہری(6)	دیہی(8)
IDI-4*, IDI-5*, IDI-7, IDI-9, IDI-12*, IDI-14	IDI-1, IDI-2, IDI-3, IDI-6, IDI-8, IDI-10, IDI-11, IDI-13

چودہ جواب دہندگان میں سے آٹھ جواب دہندگان کے خاندان دیہی علاقوں میں مقیم تھے۔ جواب دہندگان کے چھ خاندان شہری علاقے میں مقیم تھے۔ آٹھ جواب دہندگان کے خاندانوں کے اندر، دو خاندان (جواب دہندہ IDI-4 اور IDI-5) دیہی علاقے سے شہری علاقے میں منتقل ہوئے۔ IDI-4 کے بھائی کو حیدرآباد میں نوکری مل گئی۔ چنانچہ یہ خاندان سن سٹی آف حیدرآباد آباد ہو گیا۔ IDI-5 کا خاندان دربھنگہ کے قصبے میں ہجرت کر گیا کیونکہ اس کے والد کا وہاں تبادلہ ہو گیا تھا۔ IDI-12 شہری علاقے میں شادی شدہ ہونے کی وجہ سے شہر میں پناہ لے لی۔ IDI-12 تعلیم حاصل کرنا نہیں چاہتی تھی لیکن اس نے اپنے شوہر کے اصرار پر

پوسٹ گریجویشن کیا۔اہم بات یہ ہے کہ نقل مکانی کے ساتھ تعلیمی مواقع میں اضافہ ہوتا ہے۔بیانات کی بنیاد پر یہ معلوم پڑتا ہے کہ دیہی علاقوں کے مقابلے شہری علاقے (دربھنگہ) میں تعلیمی ادارے، ٹیچر، ٹیوشن کی سہولت، انگلش میڈیم اسکول اور ٹیوشن کی سہولت کا معیار بہتر ہے۔لیکن شہری علاقہ بھی جواب دہندگان کے مطابق مسابقتی معیار کو پورا کرنے سے قاصر ہے۔ایسا لگتا ہے کہ مسلم خواتین اعلیٰ تعلیم کی تلاش میں دیہی علاقوں سے شہری علاقوں اور شہر کی طرف جانے کی پابند نظر آتی ہیں۔اور مسلم خواتین کی نقل و حرکت کے معاملات میں فاصلہ بڑی تشویش کا باعث ہے جیسا کہ ان کے بیانیہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

خاندان میں تعلیمی ماحول:

خاندان کے اندر تعلیمی ماحول کے بارے میں ملے جلے رد عمل ہیں۔ مسلم خواتین کے حوالے سے تعلیمی ماحول کی کمی اور موجودگی ہے۔جہاں خاندان میں تعلیمی ماحول کا فقدان ہوتا ہے وہ ان خاندان کے مقابلے میں کم تعلیم یافتہ ہوتا ہے جہاں اچھا ماحول ہوتا ہے۔

خاندان میں تعلیمی ماحول کا فقدان:

خاندان میں تعلیمی ماحول نہ ہونے کی وجہ سے والدین نے بیٹی کو اس جگہ بھیجنے کا فیصلہ کیا جہاں وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکے۔MANUU کی طرف سے فراہم کردہ ماحول گھر سے مختلف ہے۔جواب دہندہ کا خیال ہے کہ وہ مطالعہ میں زیادہ وقت صرف کر سکتی ہے جو کہ گھر پر ہونے کی وجہ سے ممکن نہیں تھا۔

> میرے والد تعلیم کے لیے سب کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ارد گرد اچھا ماحول نہ ہونے پر اس نے ہمیں MANUU بھیجنے کا فیصلہ کیا۔[IDI-10]

> میں خاندان کی پہلی لڑکی ہوں جس نے گریجویشن مکمل کیا اور تعلیم کے لیے خاندان سے باہر قدم رکھا۔MANUU میں اچھا ماحول ہے جو میرے گھر میں نہیں تھا۔یہاں میں مطالعہ میں اچھا وقت لگا سکتی ہوں۔[IDI-1]

> ماحول کو بھانپتے ہوئے، بنگلور اور دربھنگہ میں داخلہ لینے کا موقع ملنے کے باوجود میرے والد نے مجھے حیدر آباد میں داخلہ دلایا[IDI-2]

اگرچہ لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم میں کوئی فرق نہیں ہے، لیکن برتاؤ کی سطح پر لڑکے اور لڑکیوں کے سلوک میں فرق ہے۔ خاندان کے اندر ایسا ماحول ہے کہ لڑکا تعلیم کے لیے منتقل ہو سکتا ہے لیکن لڑکیوں کو شاید ہی اس کی اجازت ہو۔ جب فاصلہ اور نقل و حرکت وغیرہ کی بات آتی ہے تو امتیازی سلوک ہوتا ہے۔

> لڑکے اور لڑکی کی تعلیم میں کوئی فرق نہیں۔ لیکن ایسا ماحول نہیں ہے کہ لڑکیوں کو گھر سے دور کسی جگہ پر تعلیم حاصل کرنے کی اجازت ہو۔ لڑکوں کے ساتھ بھی ایسا نہیں ہے۔ میں یہاں ہوں لیکن میری بہن بھائی گھر سے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔[IDI-6]

> میرے خاندان میں جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے لڑکوں اور لڑکیوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔ لیکن کسی لڑکی کو گھر سے دور جانے نہیں دیا۔ ان کا خیال تھا کہ لڑکیوں کو گھر میں رہ کر ایک خاص حد کے اندر تعلیم حاصل کرنی ہو گی۔ اب میں یہاں ہوں۔ تو، وہاں تبدیلی ہے۔ [IDI-14]

ایک جواب دہندہ تھا جس نے رہنمائی کے معاملات میں خاندان کے تعلیم یافتہ بزرگ کی اہمیت بتا کر خاندان میں ماحول کی کمی کا اظہار کیا۔

> خاندان میں ایسے ماحول کی ضرورت ہے جو لڑکیوں کو تعلیم کے لیے دور دراز سفر کرنے کا موقع فراہم کرے۔ اگر خاندان کے بڑے افراد تعلیم یافتہ ہیں تو وہ ہماری رہنمائی کرتے ہیں اور آگے بڑھنے کے لیے رہنمائی کرتے ہیں۔[IDI-2]

جواب دہندگان میں سے ایک نے بتایا کہ گھر کے روزمرہ کے کام اور رشتہ داروں کا مسلسل آنا جانا گھر کے ماحول کو تعلیمی لحاظ سے سازگار بنانے میں رکاوٹ بنتا ہے۔ یہاں تک کہ جواب دہندہ نے خود کو اطمینان کی سطح تک اپنی توانائی استعمال کرنے میں ناکام پایا۔

> میں جس چیز کی تیاری کرنا چاہتی تھی اس کے لیے میں صرف گھر سے دور جانا چاہتی تھی۔ تاکہ میرے پاس کافی وقت ہو اور میں اسے استعمال کر سکوں۔ گھر میں ایسا ماحول نہیں ہے۔ میں رشتہ داروں کے بار بار آنے جانے پر توجہ مرکوز کرنے سے قاصر تھی۔ کسی بھی وقت کام میرے لئے سامنے آسکتا ہے۔ میں اپنی تسلی بخش سطح تک تعلیم حاصل نہیں کر سکی۔[IDI-11]

گھریلو کام کاج، تعلیم کی طرف مثبت رویہ کے باوجود امتیازی سلوک، خاندان کے ناخواندہ فرد کی وجہ سے رہنمائی کا فقدان خاندان کے اندر علمی اور تعلیمی ماحول کی کمی کی سب سے بڑی وجہ ہیں۔

خاندان میں تعلیمی ماحول کی موجودگی:

ایسے خاندان ہیں جہاں پر تعلیمی ماحول بہت مناسب ہے۔ خاندان کا بڑا فرد تعلیم کے معاملات میں جواب دھندہ کی رہنمائی کے لیے دستیاب ہے۔ان کی محض موجودگی حوصلہ اور ترغیب کا ذریعہ معلوم ہوتی ہے۔

> میرا پڑھا لکھا خاندان ہے۔ میرے خاندان کے آٹھ لوگ سرکاری ملازم ہیں۔ کچھ ملازمت کے لیے بیرون ملک مقیم ہیں۔ میرے خاندان میں تقریباً سبھی جنہوں نے اپنی تعلیم مکمل کی ہے خواہ وہ مرد ہوں یا خواتین ممبران یا تو پوسٹ گریجویٹ ہیں یا گریجویٹ۔ میرے چچا پڑھے لکھے ہیں اس لیے وہ ہمیں پڑھاتے تھے۔[IDI-9]

جس خاندان میں تعلیمی ماحول موجود ہو اور اس خاندان کی خاتون رکن پہلے سے تعلیم حاصل کر رہی ہو تو مسلم خواتین کی نقل و حرکت اور تنہائی ان کے لیے مسئلہ نہیں ہے۔ مزید یہ کہ خاندان کی بزرگ تعلیم یافتہ خواتین ہر وقت رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

> میں ایسے پس منظر سے آئی ہوں۔ جہاں پر لڑکیاں گھر سے دور تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ کزن بہن ہیں جو عرصہ دراز سے علی گڑھ میں ہیں اور تعلیم مکمل کی۔ لہذا، ہمارے خاندان میں گھر سے دوری کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ نہ دادی ہال کی طرف سے اور نہ نانی ہال کی طرف سے ۔اور ہمارے معاشرے میں والدین اپنی بیٹی کو تعلیم کے لیے دور دراز مقام پر بھیجنے کی زحمت گوارا کرتے ہیں۔[IDI-7]

جہاں خاندان میں علمی ماحول اور تعلیمی رجحان موجود ہوتا ہے وہاں وہ نہ صرف مثبت رویہ رکھتے ہیں بلکہ اپنے رویے کو عملی جامہ پہناتے ہیں۔

> میرے خاندان میں تعلیم کی اہمیت ہمیشہ سے رہی ہے۔ لڑکے ہوں یا لڑکیاں، انہیں تعلیم فراہم کی جاتی ہے۔[IDI-3]

امی سکول سے ناول لائیں اور میرے والد امنگ جیسا رسالہ لے آئے۔ میرے گھر میں بہت سی کتابیں ہیں۔ آج بھی دو اخبار آتے ہیں، ہندوستان اور ٹائمز آف انڈیا۔[IDI-5]

سب تعلیم حاصل کر رہے ہیں، میری بہنیں اور میرے بھائی بھی۔[IDI-13]

تعلیم یافتہ والدین اور خاندان کے افراد کا کردار خاندان میں تعلیمی ماحول کے تعین میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ وہ خاموش رول ماڈل ہیں اور وہ 24 گھنٹے رہنمائی کا ذریعہ ہیں۔ جس خاندان میں کم تعلیم یافتہ والدین یا ممبران کی کمی ہو، ایسے خاندان کی مسلم خواتین کو MANUU جیسے سپلیمنٹ کی ضرورت ہوتی ہے۔

خاندان سے باہر تعلیمی ماحول:

خواتین کے لیے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے حوالے سے خاندان سے باہر تعلیمی ماحول زیادہ حوصلہ افزا نہیں ہے۔ جواب دہندہ کے مطابق، گاؤں کے علاقے میں صورتحال ابتر ہے۔ بہتری کے آثار بھی ہیں لیکن بہت بتدریج۔

حوصلہ شکنی کا ماحول:

لڑکیاں دسویں یا بارہویں جماعت کی تکمیل کے بعد اسکول یا کالج چھوڑ دیتی ہیں۔ گاؤں میں حالات اتنے خراب ہیں کہ لڑکے بھی بارہویں جماعت کے بعد تعلیم چھوڑ دیتے ہیں۔ لڑکیوں کی شادی عموماً 14-18 سال کی عمر میں کی جاتی ہے۔ اگر ان کی شادی نہیں ہوئی تو وہ گھر پر ہی رہتے ہیں۔ ورنہ وہ کوئی بھی کورس فارمیلیٹی کے طور پر کرتے ہیں۔ لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم کو ترجیح نہیں دی جاتی۔ جواب دہندگان میں سے ایک اہم رائے کا اظہار کیا ہے کہ جو خاندان معاشی طور پر مضبوط ہے وہ بیٹی کو اعلیٰ تعلیم کی اجازت نہیں دیتے۔

میں نہ صرف اپنے خاندان سے بلکہ اپنے گاؤں سے بھی پہلی ہوں جو تعلیم کے لیے آبائی علاقے سے بہت دور ہے۔ لڑکیاں اسکول چھوڑ دیتی ہیں اور بہت کم دسویں جماعت کے بعد کلاس میں آتی ہیں۔ زیادہ تر لڑکیوں کی شادی اس وقت کر دی جاتی ہے جب وہ 15-16 سال کی عمر میں پہنچ جاتی ہیں۔[IDI-1]

اگر میں دوسرے خاندان میں، اپنے ہم جماعتوں اور دوستوں میں دیکھتی ہوں کہ تعلیم پر بنیادی توجہ نہیں ہے۔ لڑکیوں کی طرف سے تعلیم حاصل کرنا رسمی بات ہے۔ (ہاں، بس کچھ کرلو)۔ یہ مسلم خاندان میں ہے۔ ہندو خاندان میں لڑکیوں کی تعلیم ان کی ترجیح ہے۔ [IDI-9]

گاؤں میں تعلیمی ماحول نہیں ہے اور لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم تک رسائی بہت کم ہے۔ گاؤں میں اور بھی مسائل ہیں۔ لہذا، میرے والدین نے ہمیں گھر سے دور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا فیصلہ کیا۔ [IDI-10]

لڑکوں اور لڑکیوں کو یکساں طور پر تعلیم فراہم کی جاتی ہے لیکن میرے گاؤں میں ایسا نہیں ہے۔ 12ویں جماعت تک کا اسکول حال ہی میں وجود میں آیا ہے اس لیے اب حالات بدل رہے ہیں۔ بہت سی لڑکیوں نے تعلیم حاصل کی لیکن بعد میں تعلیم چھوڑ دی۔ یہاں تک کہ ایسے لڑکے بھی ہیں جنہوں نے 12ویں جماعت کے بعد تعلیم چھوڑ دی۔ گاؤں میں ایسا ماحول ہے کہ لڑکیوں کی جلد شادی ہو جاتی ہے۔ بہت کم لوگ گریجویشن کی سطح تک پہنچ سکتے تھے اور ان میں سے زیادہ تر نہیں پہنچ سکے۔ [IDI-3]

میرے گاؤں میں بہت کم لڑکیاں اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ زیادہ تر وہ آٹھویں یا دسویں پاس کر چکے ہیں۔ چند ایک نے اپنا انٹر میڈیٹ کیا ہے۔ ایک میں جانتا ہوں جس نے بزنس ایڈ منسٹریشن میں گریجویشن کی ہے۔ لڑکیوں کی شادی 18 سال کی عمر میں کر دی جاتی ہے۔ [IDI-4]

میرے اکثر دوستوں کی شادی ہو چکی ہے۔ اور جن کی ابھی شادی نہیں ہوئی، وہ بھی تعلیم حاصل نہیں کر رہی ہیں۔ وہ اپنے گھر پر ہیں۔ کالج کے دوست شادی شدہ ہیں۔ بہت کم لوگ پوسٹ گریجویشن کی سطح تک پہنچے ہیں، اور جو بھی کر سکتا تھا، اس نے گھر سے کیا۔ میرے علاوہ کوئی بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے دور دراز جگہ نہیں گیا [IDI-5]۔

گو کہ محلے کے گھرانے امیر ہیں لیکن وہ اپنی بیٹی کو اعلیٰ تعلیم کی اجازت نہیں دیتے۔ یا تو وہ شادی شدہ ہیں یا گھر سے پڑھتے ہیں۔ کچھ خاندان اپنی بیٹی کو تعلیم کے لیے بار بار جانے کی اجازت دینے کی ہمت کرتے ہیں۔ [IDI-11]

> جہاں تک تعلیم کے مواقع کا تعلق ہے محلے کی لڑکیوں کی اکثریت کو میری طرح نصیب نہیں ہوا۔ الحمدللہ والدین وہاں تعلیم یافتہ ہیں۔ بہت ساری مسلم لڑکیاں ہیں جو گھر سے دور اپنی تعلیم حاصل کر رہی ہیں[IDI-7]۔

خاندان سے باہر حوصلہ شکنی کا ماحول خاندان کے باہر کے عمومی ماحول کو ظاہر کرتا ہے جو لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم کی بہت زیادہ حمایت کرتا ہے۔ حوصلہ شکنی کا ماحول ڈراپ آؤٹ، کم عمری میں شادی اور رسمی طور پر تعلیم پر مشتمل ہے۔ یہ عوامل کسی بھی طرح سے خاندانوں یا آس پاس کی مسلم خواتین کے لیے تعلیمی لحاظ سے نتیجہ خیز پلیٹ فارم فراہم نہیں کرتے۔

سازگار ماحول:

تعلیمی ماحول کے تعلق سے یہاں کچھ مثبت علامت بھی نظر آتی ہیں۔ لیکن عمومی طور پر تعلیم میں اور خاص طور پر اعلیٰ تعلیم میں لڑکیوں کی شرکت میں تیزی سے اضافہ نہیں ہو رہا ہے۔ دربھنگہ کا ایک مقام چندن پٹی، جہاں لوگ تعلیم کے تئیں بیدار ہیں، لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا موقع فراہم نہیں کیا جاتا۔ اسی جواب دہندہ نے بتایا کہ MANUU ماڈل اسکول اور کالج آف ٹیچر ایجوکیشن کی موجودگی نے چندن پٹی اور آس پاس کے علاقے کے عمومی ماحول کو بہتر بنانے میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ ایک اور جواب دہندہ نے کہا کہ کچھ خاندان ایسے ہیں جن کے لیے لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم ان کی ترجیحی فہرست میں ہے۔

> لڑکیاں بتدریج تعلیم حاصل کر رہی ہیں لیکن اب بھی تعلیم حاصل کرنے والی لڑکیوں کی تعداد کم ہے۔ لڑکیوں کو باہر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ انہیں دوسری قسم کا لباس پہننے کی اجازت نہیں ہے۔ لڑکیوں کو ہر قسم کی آزادی نہیں ملتی۔ لیکن صورتحال بدل رہی ہے۔[IDI-2]

> میرے چندن پٹی گاؤں میں پورا محلہ تعلیم کے تئیں بیدار ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کو یکساں مواقع فراہم کیے جاتے ہیں۔ بہت سے لوگ کام کرتے ہیں۔ لیکن لڑکیوں کی طرف سے بارہویں کے بعد اعلیٰ تعلیم کا جاری رہنا کوئی عام بات نہیں ہے۔ کچھ دوستوں نے پڑھائی جاری رکھی اور کچھ نے پڑھنا چھوڑ دیا اور گھر پر ہی رہ گئے۔ کچھ شادی شدہ ہیں۔[IDI-8]

میں جہاں رہتی ہوں وہاں کے لوگ زیادہ پڑھے لکھے نہیں ہیں۔ لیکن کچھ خاندان ایسے ہیں جن کی توجہ تعلیم پر ہے۔ وہ لڑکوں کی طرح لڑکیوں کی تعلیم چاہتے ہیں۔ اور یہ چیزیں ہو رہی ہیں۔[IDI-14]

ماحول میں بہتری بیرونی ماحول میں تبدیلی کی امید ایک صحت مند علامت ہے۔ ماحول جمود کا شکار نہیں ہے بلکہ یہ آہستہ آہستہ تبدیلی کی طرف جا رہا ہے جسے معاشرے کی خصوصیات کے طور پر سمجھا جاتا ہے۔

خلاصہ:

گھریلو کام کاج، تعلیم کی طرف مثبت رویہ کے باوجود امتیازی سلوک، خاندان کے ناخواندہ فرد کی وجہ سے رہنمائی کا فقدان جسکی وجہ سے خاندان کے اندر تعلیمی ماحول سازگار نہیں ہوتا۔ تعلیم یافتہ والدین اور خاندان کے افراد کا کردار خاندان میں تعلیمی ماحول کے تعین میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ حوصلہ شکنی کا ماحول ڈراپ آؤٹ، کم عمری میں شادی اور رسمی طور پر تعلیم پر مشتمل ہے۔ یہ عوامل کسی بھی طرح سے خاندانوں یا آس پاس کی مسلم خواتین کے لیے تعلیمی لحاظ سے نتیجہ خیز پلیٹ فارم فراہم نہیں کرتے۔ ماحول جمود کا شکار نہیں ہے بلکہ یہ آہستہ آہستہ تبدیلی کی طرف جا رہا ہے جو معاشرے کی خصوصیات کے طور پر دیکھا اور سمجھا جاتا ہے۔

باب پنجم: اعلی تعلیم کے حصول میں درپیش چیلنجز

تعارف:

یہ باب جواب دہندگان کے نقطۂ نظر سے انفرادی، عائلی اور کمیونٹی کی سطح پر مسلم خواتین کو درپیش چیلنجز کو پیش کرتا ہے، یہ چیلینجز جواب دہندگان کے ساتھ انڈیپتھ انٹرویوز (in-depth interviews) میں گفتگو کے ذریعے سامنے آئے ہیں۔ اور یہ چیلنجز دراصل وہ عوامل ہیں جو کسی نہ کسی طرح سے مسلم خواتین کے تعلیمی سفر میں رکاوٹ کی شکل میں آئے ہیں اور ان کی تعلیمی رفتار پر منفی انداز میں اثرانداز ہوئے ہیں۔

انفرادی سطح پر چیلینجز:

ابتدائی مرحلے میں تعلیم سے بے رغبتی:

تعلیم سے ابتدائی مرحلے میں بے رغبتی مسلم خواتین کو درپیش اولین چیلنجز میں سے ایک ہے جس کی اہم وجہ تعلیم کی طرف والدین کا بے توجہانہ رویہ نظر آتا ہے۔ 3 سال تک تعلیم کو بالکلیہ ترک کردینا والدین کی طرف سے حوصلہ افزائی کی کمی کی واضح علامت ہے جو آگے چل کر بیٹی کے اندر منتقل ہوجاتی ہے۔ اس ابتدائی عدم دلچسپی نے عمر کا فرق پیدا کیا جس کی وجہ سے تعلیم مکمل ہونے سے پہلے ہی بچیاں شادی کی عمر تک پہنچ جاتی ہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل معاملے میں ہوا کہ جواب دہندہ نے گریجویشن کے بعد ڈپلومہ کیا۔

> میں نے 3 سال تک اپنی تعلیم کو ترک کردیا تھا حالانکہ میری والدہ اسکول جانے کے لئے کہتی تھیں۔ اپنے چھوٹے بھائی کو اسکول جاتے دیکھ کر میرے اندر اپنی تعلیم کو جاری رکھنے کی خواہش پیدا ہوئی جس کا اظہار میں نے اپنی والدہ کے سامنے کیا تو انہوں نے مجھے ڈانٹا اور کہا کہ میں اپنے والد سے پوچھوں۔ میرے والد میرا داخلہ ساتویں کلاس میں کرانا چاہتے تھے لیکن پرنسپل صاحب کے منع کردینے کی وجہ سے انہوں نے میرا داخلہ چھٹی کلاس میں کرادیا۔ [IDI-1]

ایک اور مسلم خاتون کو ابتدائی مرحلے میں ہی اسی قسم کی بے توجہی اور عدم دلچسپی کا معاملہ پیش آیا جس کا سلسلہ ان کے مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے تک بھی جاری رہا۔ شوہر کی طرف سے حمایت اور تائید حاصل ہونے کے باوجود (جو کہ بہت عام نہیں ہے) تعلیم اور مستقبل کی منصوبہ بندی کے بارے میں وہ کچھ خاص شائق اور آرزومند نہیں تھیں۔ شوہر کے تعاون اور تائید کو غنیمت سمجھ کر تحقیق کے لیے استعمال کرنے کے بجائے انہیں گھر جا کر شوہر کے ساتھ رہنے میں زیادہ دلچسپی تھی، ان کا کہنا تھا کہ :

> میں صرف اپنا پوسٹ گریجویشن مکمل کر کے گھر واپس جانا چاہتی ہوں۔ میرے شوہر نے مجھے تحقیق کرنے کے لئے بھی کہا ہے لیکن میں ایسا نہیں کروں گی۔ میرے پاس مستقبل کا ایسا کوئی منصوبہ نہیں ہے۔[IDI-3]

والدین کے طرز عمل کی وجہ سے بے رغبتی اور بے توجہی کا بیج ان کے اندر وقت کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ پروان چڑھتا رہا۔ شادی اس قدر اہمیت کی حامل تھی کہ بچپن میں ہی ان کی منگنی کر دی گئی تھی۔ ان کے والدین کا یہ خواب اس وقت شرمندۂ تعبیر ہوا جب بغیر کسی مزاحمت کے انٹر میڈیٹ کے دوران ان کی شادی ہو گئی۔ یہ پوچھنے پر کہ کیا ان کی شادی گیارہویں کلاس کے دوران ہوئی تھی؟ کیا اپنے والدین سے انہوں نے شادی کو موخر کرنے کی درخواست کی تھی تاکہ انٹر میڈیٹ مکمل کر سکیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ :

> گیارہویں جماعت کے بعد میرے والدین نے میری شادی کر دی۔ میں نے شادی میں تاخیر کرنے کو نہیں کہا تھا بلکہ میں خوش تھی۔[IDI-3]

تعلیم سے بے رغبتی کی ترقی کی اپنی رفتار ہوتی ہے، اس لڑکی کو مولانا نے گھر پر ہی دینی تعلیم دی تھی۔ اور ابتدائی تعلیم اس نے اسکولوں سے حاصل کی اور اس کے بعد وہ صرف امتحانات میں بیٹھتی تھی۔

اس کا بیان ہے کہ :

> میں نے کبھی نہیں سوچا کہ مجھے کون سا کورس یا کون سی اسٹریم اختیار کرنا چاہیے۔ بلکہ تعلیم جاری رکھنے کا میرا کوئی ارادہ ہی نہیں تھا۔ گریجویشن کے بعد میں نے دو سال تک کچھ نہیں کیا۔ میں صرف اپنے شوہر کے اصرار پر پوسٹ گریجویشن کر رہی ہوں۔[IDI-3]

ابتدائی بے توجہی اور بے رغبتی کی وجہ سے متعدد مسائل پیدا ہوتے ہیں، جیسے تعلیم کا سلسلہ منقطع ہو جانا اور کم ہمتی اور پست حوصلگی۔ اس کی بنیادی وجہ لڑکیوں کی تعلیم کو اہمیت نہ دینا ہی ہے۔ ابتدائی بے رغبتی اور بے توجہی کا تعلق زیادہ تر ایسے جواب دہندگان کے ساتھ تھا جن کے والدین کی علمی قابلیت ہائی اسکول تک نہیں تھی اور وہ دیہی پس منظر رکھتے تھے۔ خاندان میں بھی کسی بھی قسم کا کوئی علمی اور تعلیمی ماحول نہیں تھا جیسا کہ جواب دہندگان کے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے۔ ایسی صورت حال میں دلچسپی کا پتہ لگانا یا رہنمائی کرنا بالکل غیر مانوس سی چیز ہے۔

تعلیمی اداروں کی دوری:

گھر سے تعلیمی اداروں کی دوری اور مسلم خواتین کا تنہا باہر نہ نکلنا ایک ہی سکے کے دو پہلو ہیں۔ تین تین نسلوں کی اعلیٰ تعلیم اور خاندان میں لڑکیوں اور لڑکوں کی تعلیم کی تقریباً یکساں اہمیت کے باوجود دیہی علاقوں میں لڑکیوں کی نقل و حرکت میں تعلیمی اداروں کی دوری ایک بڑی رکاوٹ بن کر سامنے آئی ہے۔ ایک جواب دہندہ نے بتایا کہ وہ اپنے چچا کی وجہ سے ہی اپنی تعلیم جاری رکھ سکی جن کا گھر شہر میں تھا جہاں سے وہ اپنی تعلیم جاری رکھ سکتی تھی۔

مڈل اور ہائی سکول میرے گاؤں سے دور تھا، وہاں جانا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔[IDI-3]

مندرجہ ذیل جواب دہندہ کے کیس میں دوری نے ماں کے دل کو ایسے شدید خوف میں مبتلا کر رکھا تھا جس کے آگے تعلیم دلانے کا شوق ہار جایا کرتا ہے۔

طویل فاصلے کی وجہ سے میری والدہ بہت فکر مند رہتی ہیں۔ یہاں تک کہ صرف اس کی وجہ سے انہوں نے مجھ سے کہا کہ ڈپلوما کے بعد میں تعلیم کا سلسلہ منقطع کر دوں۔[IDI-14]

بے توجہ باپ اور مغرور بھائی جو لڑکیوں کو تعلیم کے لیے دور دراز جانے کے حق میں نہیں تھے۔ قریبی گاؤں میں ہی بہن کو تعلیم دلانے کی وجہ صرف یہ تھی کہ اس کے والدین اور بھائی لڑکی کی تعلیم کے حق میں نہیں تھے۔ بھائی نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی تھی اور والد خلیجی ملک سے واپس آئے تھے، لیکن دونوں کے اس قسم کے رویے کی اپنی الگ وجہ تھی۔ والد اس لئے تعلیم کے حق میں نہیں تھے کیونکہ ان کو خدشہ تھا کہ لڑکی منہ پھٹ اور بے لحاظ ہو جائے گی۔ جب کہ بھائی کی وجہ یہ تھی کہ لڑکیاں باہر نکلنے پر بری عادتوں میں مبتلا ہو

جاتی ہیں۔ دونوں کا رویہ صنفی امتیاز کی عکاسی کرتا ہے حالانکہ تعلیم کے لئے جواب دہندہ کی اصراری طبیعت اور اس کے حوصلے کے آگے وہ ہار مان گئے۔

میرا بھائی میری دلچسپی نہ ہونے کے باوجود صرف نزدیکی کا حوالہ دیتے ہوئے رام پورہ کے کالج میں میرا داخلہ کروانا چاہتا تھا۔[IDI-11]

مزاحمت یہیں تک محدود نہیں تھی بلکہ گاؤں میں کوچنگ کی سہولت دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے جب جواب دہندہ نے در بھنگہ جا کر کوچنگ جوائن کرنا چاہا، تو اسے خاندان کی طرف سے شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس بار بھی فاصلے اور دوری کو اہمیت دی جا رہی تھی۔ بسا اوقات بیٹیوں کی تعلیم کے بارے میں منفی رویے کو چھپانے کے لیے دوری کے بہانے کا سہارا لیا جاتا ہے۔

گریجویشن کے آخری سال میں میرے خاندان کو میرے در بھنگہ میں سی ایم سائنس کے استاد سے کوچنگ لینے میں بھی پریشانی تھی۔[IDI-11]

لڑکیوں کی تعلیم کے معاملے میں فاصلہ ایک ایسی طاقتور قوت ہے، جو وقت کے ضیاع اور بہتر تعلیمی ادارے میں داخلہ نہ ملنے کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ درج ذیل صورت حال میں لڑکیوں کی تعلیم کے حوالے سے خاندان کا رویہ امتیازی رہا ہے۔

انٹر میڈیٹ مکمل کرنے کے بعد میں کسی اچھے ادارے یا کسی بہتر یونیورسٹی سے گریجویشن کرنا چاہتی تھی۔ لیکن فاصلے اور ماحول کے بارے میں تشویش کا اظہار کرتے ہوئے میرے خاندان میں کسی نے بھی میری اس بات سے اتفاق نہیں کیا۔ اس طرح دو ماہ ضائع ہو گئے، آخر کار مجھے گریجویشن میں بھی اسی کالج میں داخلہ لینا پڑا۔[IDI-11]

دوری اور خاندان کی تشویش کا تناسب تقریباً برابر معلوم ہوتا ہے۔ جتنی زیادہ دوری ہوتی ہے اتنا ہی زیادہ خوف ہوتا ہے۔ اور یہ خوف اور تشویش اس وقت کئی گنا بڑھ جاتے ہیں جب معاملہ خاندان یا علاقے میں پہلی لڑکی کی تعلیم کا ہو، جیسا کہ ہمیں مندرجہ ذیل معاملے میں نظر آتا ہے۔

> میرے والد اور ماموں نے اس بات پر کافی غور و فکر کیا کہ کیا وہ مجھے اتنی دور حیدر آباد بھیجیں یا نہیں۔ دراصل انہیں خوف لاحق تھا کہ اتنی دور دراز جگہ جہاں میرے علاقے سے اب تک کوئی بھی لڑکی نہیں آئی تھی۔[IDI-9]

مندرجہ ذیل بیانیے میں لڑکیوں کی تعلیم کے تئیں امتیازی رویے کو چھپانے کے لیے دوری کے بہانے کا سہارا لیا گیا ہے جو کہ بیانات سے بالکل واضح ہے، اور اس کے سامنے دوسرے خدشات عذر لنگ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے ہیں۔

> جب سب کو پتہ چلا کہ میں حیدر آباد میں داخلہ لینے جا رہی ہوں۔ تو میرے خاندان میں ہنگامہ بپا ہو گیا کہ لڑکی تعلیم کے لیے باہر نہیں جائے گی۔ انہیں یہ فکر تھی کہ وہاں اس کی دیکھ بھال کون کرے گا؟ میرے دوسرے بڑے بھائی کا یہ کہنا تھا کہ جب وہاں پوچھ گچھ کرنے والا کوئی نہیں ہوگا تو اپنی مرضی سے جو چاہے گی کرے گی۔ جب کہ میرا سب سے چھوٹا بھائی میری حمایت میں تھا۔[IDI-6]

لڑکیوں کی تعلیم کے سلسلے میں دوری بہر حال ایک تکلیف دہ رکاوٹ بن کر سامنے آتی ہے۔ مندرجہ ذیل صورت حال میں حالانکہ والدین نے جواب دہندہ کو خوشی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دی ہے، لیکن جذباتی لگاؤ کی وجہ سے یہاں بھی اس قسم کی تشویش نظر آتی ہے۔ انٹرویوز کے تناظر میں اس بیانیے کا تجزیہ کرنے کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ تشویش بیٹی کی تعلیم کے حوالے سے امتیازی رویہ کی وجہ سے نہیں تھی۔ بلکہ بیٹی کے گھر سے ہزاروں کلو میٹر دور جانے کی فکر میں تھی۔

> دربھنگہ سے حیدر آباد کی دوری کی وجہ سے سفر بہت مشکل ہوتا ہے۔ میں ٹرین کے 3 دن کے طویل سفر کو ترجیح نہیں دیتی۔ جب بھی مجھے گھر جانا ہوتا ہے تو میرے والد یا تو خود آ جاتے ہیں یا وہ میرے لئے ہوائی جہاز کا ٹکٹ بک کروا دیتے ہیں۔ ہوائی اڈے پر کچھ لوگ مجھے رخصت کرنے اور لینے کے لیے آ جاتے ہیں۔[IDI-5]

تعلیمی اداروں کی دوری اور فاصلہ ایک حقیقی تشویش کے ساتھ ساتھ بیٹیوں کی تعلیم کے تئیں امتیازی رویہ کو چھپانے کا ایک بہانہ بھی ہے۔اور یہ تشویش فاصلہ زیادہ ہونے یا خاندان یا علاقے سے باہر جانے والی پہلی لڑکی ہونے کی صورت میں کئی گنا زیادہ ہو جاتی ہے۔

لڑکیوں کا اکیلے باہر نکلنا:

حفاظتی اقدامات کے پیش نظر اور حفاظتی خدشات کی وجہ سے والدین لمبے فاصلے کے لیے لڑکیوں کا تنہا باہر نکلنا پسند نہیں کرتے ہیں۔انٹرویوز سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لڑکیاں والدین کی اس پریشانی کو سمجھتے ہوئے اکیلے گھر سے نکلنے کے بجائے گروپ میں سفر کے لیے نکلتی ہیں۔

> لڑکیوں کے ساتھ سب سے بڑا مسئلہ تنہا باہر نکلنے کا ہے۔ ہم اکیلے سفر نہیں کر سکتے، شاید اسی لیے والدین گھر میں رہ کر تعلیم حاصل کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔[IDI-13]

بہت سے جواب دہندگان نے سفر کے دوران بدتمیزی اور کسی ناخوشگوار حادثے کے خدشات اظہار کیا۔ کسی ناخوشگوار حادثے کے وقوع پذیر ہونے کا اندیشہ تنہا باہر نکلنے سے بچنے کی ایک اہم وجہ ہے۔

کئی بار خاندان میں سرپرست کی صحت کے سنگین حالات کے پیش نظر مسلم خواتین کو اپنے پسندیدہ کورس اور ادارے سے سمجھوتہ کر کے کسی دوسرے کورس یا ادارے میں داخلہ لینا پڑتا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل جواب دہندہ کے ساتھ ہوا۔

> میرے والد کا گردہ چار سال پہلے فیل ہو گیا تھا اور انہوں نے اپنا گردہ عطیہ کر دیا تھا۔ میں میڈیکل کے شعبے میں جانا چاہتی تھی لیکن میرے والد کی بیماری بیچ میں آگئی۔[IDI-2]

سرپرست کی خراب صحت بسا اوقات لڑکیوں کے لئے ان کے تعلیم کے شوق کو پورا کرنے کے لئے تنہا باہر نکلنے کا باعث بھی بنتی ہے۔ مسلم خواتین اپنی نقل و حرکت کے لیے بہت حد تک اپنے والد اور بڑے بھائی پر انحصار کرتی ہیں۔والدین یا بڑا بھائی نہ ہونے کی صورت میں انہیں تنہا باہر نکلنا ضروری ہو جاتا ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل صورت میں ہوا۔

> پہلی بار حیدرآباد آنے میں پریشانی تھی، میرے بھائی بیرون ملک تھے اور میرے والد بیمار تھے،اور میری والدہ سفر نہیں کر سکتی تھیں۔اس لیے مجھے تنہا ہی سفر کرنا پڑا۔[IDI-1]

دوسروں پر انحصاری تنہا سفر کے معاملے میں عائلی صحبت کی کمی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ضرورت کے وقت مسلم خواتین کو تنہا سفر کرنے کے قابل بنا کر اس انحصار کو کم کیا جا سکتا ہے۔

روایت کو توڑنے کا چیلنج:

ایک بار جب دوری اور تنہا باہر نکلنے کا مرحلہ طے ہوتا ہے تو کسی بھی کام کو خاندان یا علاقے میں پہلی بار کرنے کی روایت کو توڑنے کا چیلنج ایک بڑی نفسیاتی رکاوٹ کی شکل میں سامنے آتا ہے۔خاص طور پر دیہی علاقوں سے تعلق رکھنے والی مسلم خواتین کو عموماً اس قسم کی نفسیاتی رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اس نفسیاتی رکاوٹ کو عبور کرنے کے لیے والدین کو پہلے سماجی دباؤ کو بے اثر کرنا پڑتا ہے، اس کے بعد بیٹیوں کو رائج عام رجحان کے خلاف جانے کی ہمت دکھانی پڑتی ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل جواب دہندگان کی صورت میں ہوا۔

میں نہ صرف اپنے خاندان بلکہ اپنے گاؤں کی پہلی لڑکی ہوں جو تعلیم کے لیے حیدرآباد آئی ہوئی۔[IDI-1]

میں تعلیم کے لیے باہر نکلنے والی اپنے گاؤں کی پہلی لڑکی ہوں۔[IDI-2]

میں اپنے خاندان میں پہلی لڑکی ہوں جو تعلیم کے لیے اتنی دور حیدرآباد آئی۔[IDI-6]

اس نفسیاتی رکاوٹ کو اس پر قیاس کر کے سمجھا جا سکتا ہے کہ ایک ایسا طالب علم جس نے کبھی کسی شخص کو عوام میں بات کرتے نہیں دیکھا، اس سے پہلی بار عوام کے درمیان خطاب کرنے کے لیے کہہ دیا جائے۔ایسی صورت حال میں نہ صرف ماں باپ بلکہ بیٹی کو بھی اپنے اندر اور باہر دونوں محاذوں پر لڑنا پڑتا ہے۔اندر یعنی نفسیاتی طور پر خود کو پہلی بار کسی ایسے عمل کے لئے راضی کرنا جو پہلے کبھی نہیں کیا۔

چھوٹے بھائی کے لیے اپنے تعلیمی شوق کو قربان کر دینا:

اس قسم کے مسائل اور چیلنجز اس صورت حال میں پیدا ہوتے ہیں جب ماں ملازمت پیشہ ہو اور اس کے پاس چھوٹا بچہ بھی ہو جس کی دیکھ بھال کی ضرورت ہوتی ہے۔عام طور سے ایسی صورت حال میں اس بچے کی بہن کو بڑھتے ہوئے بچے کی دیکھ بھال کے لیے قربانی دینی پڑتی ہے۔جیسا کہ مندرجہ ذیل میں معاملے میں ہوا۔

انٹر میڈیٹ کرنے کے بعد میں میڈیکل امتحانات کی تیاری کرنے کی خواہشمند تھی لیکن اس وقت ہماری فیملی میں ایک مسئلہ تھا۔چونکہ میری والدہ نوکری کرتی تھیں اس لیے مجھے اپنے

چھوٹے بھائی کی دیکھ بھال کرنی پڑی جو مجھ سے 12 سال چھوٹا تھا۔ ہمیں گھر سے باہر جانے کی اجازت نہیں تھی۔اس لیے میں نے سوچا کہ مجھے بھی قربانی دینی چاہیے۔[IDI-5]

اس معاملے میں ماں کی ملازمت بیٹی کی اعلیٰ امنگوں کی قربانی کا باعث بنی۔اعلیٰ امنگوں کی ترغیب سے خاندان کے لیے قربانی دینے کے دفاعی طریقۂ کار کو استعمال کرتے ہوئے سمجھوتہ کیا جاتا ہے۔حالانکہ بلا معاوضہ رخصت اس صورت حال سے نمٹنے کا بہترین طریقہ اور متبادل حل ہو سکتا ہے لیکن اس کے بجائے بیٹی کی اعلی امنگوں کی قربانی والدین کے لیے زیادہ آسان معلوم ہوتی ہے۔

ابتدائی مرحلے میں تعلیمی اور کیریئر گائیڈنس کا فقدان:

مسلم خواتین میں عام طور سے والدین اور بڑوں کی جانب سے مناسب رہنمائی کا فقدان ہے جس کی وجہ سے کبھی تو تعلیمی سال ضائع ہوتا ہے، تو کبھی تعلیم کے کسی خاص دھارے کی طرف بچیوں کا رجحان کم ہو جاتا ہے یا بالکلیہ دلچسپی کا فقدان ہو جاتا ہے۔جیسا کہ مندرجہ ذیل کیسیز میں ہوا۔

میں نے پانچویں جماعت تک سرکاری اسکول میں تعلیم حاصل کی۔اس کے بعد مجھے چار سال پہلے کانونٹ اسکول میں نچلی جماعت میں داخل کرایا گیا۔[IDI-10]

میں نے اپنی تعلیم (گریجویشن) دربھنگہ سے مکمل کیا، اور پھر ڈپلومہ انجینئرنگ میں داخلہ لیا تو لوگوں نے حیرت کا اظہار کیا اور بہت سے لوگوں نے یہ پوچھا کہ آپ پانچ سال پیچھے کیوں جارہی ہیں۔[IDI-1]

ابتدائی تعلیمی اور کیریئر رہنمائی کا فقدان کبھی کبھی بہن کے لیے کورس کے انتخاب کے وقت بھائی کی رائے کے غلبے کی وجہ سے ہوتا ہے۔لڑکیوں کی تعلیم کے سلسلے میں زیادہ تر والدین اور بھائیوں کا رجحان ہی اس بات کا تعین کرتا ہے کہ اسے کس قسم کے کورس کا انتخاب کرنا چاہیے۔اس طرح سے مسلم خواتین کی ذاتی دلچسپی اور ان کے مفاد کو کورس کے انتخاب کے وقت نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔

دسویں اور بارہویں کے دوران مجھے پانچ مختلف افراد سے پانچ مختلف ہدایات ملیں۔وہ سب کے سب یہ جاننے کے بجائے کہ میری دلچسپی کیا ہے اور میں واقعی کیا کرنا چاہتی ہوں مجھ

پر اپنی رائے اور اپنا فیصلہ مسلط کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے کبھی میری دلچسپی اور رغبت کی پرواہ نہیں کی۔[IDI-6]

مسلم خواتین اور ان کے والدین کے درمیان ان کے مستقبل کے لائحۂ عمل کے بارے میں گفت وشنید کا فقدان پایا جاتا ہے۔ ان کی دلچسپی جاننے اور اس کو بڑھاوا دینے کے بجائے، انہیں یہ بتایا جاتا ہے کہ انہیں کیا کرنا ہے۔ حالانکہ یہ طرز عمل ان کے اندر قوت فیصلہ کی نشو ونما اور ان کی فیصلہ سازی کی ترقی میں بھی رکاوٹ ثابت ہوتا ہے۔

گریجویشن کے دوران کسی بھی کورس میں میری کچھ خاص دلچسپی نہیں تھی۔ ہمیں صرف یہ معلوم تھا کہ گریجویشن کے بعد ہمیں مزید تعلیم گھر سے دور حیدرآباد میں حاصل کرنی ہے۔[IDI-10]

عربی زبان میں ڈگری مکمل کرنے کے بعد میں ایک سال تک گھر پر رہی۔ میں یہ سوچنے اور فیصلہ کرنے سے قاصر تھی کہ مجھے آگے کیا کرنا چاہیے۔[IDI-13]

مسلمان خاتون کون سا کورس یا کون سا مضمون اختیار کرے گی اس کا فیصلہ اس کی دلچسپی کے بجائے اس کی جنس سے ہوتا ہے۔ ایسا شاید اس مفروضے کی وجہ سے بھی ہے کہ سائنس اسے ہی پڑھنا چاہیے جو اس میں اچھے نمبرات حاصل کرے۔ اور جنہوں نے سائنس میں اچھے نمبرات حاصل نہیں کیے انہیں سوشل سائنس پڑھنا چاہیے۔

میرے ذہن میں یہ تھا کہ میں آگے سوشل سائنس پڑھوں گی، لیکن جب میں نے دسویں جماعت میں سائنس کے مضامین میں بہت اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا تو میری والدہ اور بڑی بہن نے مجھ سے یہ کہا کہ جب تمہارا رزلٹ اتنا اچھا ہے تو تم سوشل سائنس کے بجائے آگے سائنس کی تعلیم حاصل کرو۔ حالانکہ مجھے سماجی علوم میں دلچسپی تھی اور میں وہ کرنا چاہتی تھی جو میرے دل ودماغ کو پسند تھا، لیکن شاید وہ میری قسمت میں نہیں تھا۔[IDI-14]

تعلیم اور کیریئر کی رہنمائی کی کمی اور دلچسپی کے تعین کا فقدان دراصل گھر والوں کی تعلیمی ناکامی کی وجہ سے ہوتا ہے جو بچیوں کی تعلیم کی طرف ان کے رویے کی غمازی بھی کرتا ہے۔ اسی لیے ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ بچیوں کی تعلیم کے سلسلے میں تعلیم یافتہ خاندان نسبتاً بہتر رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

مسلم خواتین کی تعلیمی دلچسپی کو نظر انداز کرنا:

مسلم خواتین کی دلچسپی کو سمجھ کر کورس کے انتخاب کی آزادی دینے کے بجائے، انہیں مخصوص کورس کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے، کیونکہ خاندان، والدین اور بھائیوں نے بیٹیوں اور بہنوں کے لیے کورس کا انتخاب اپنی مرضی کے مطابق پہلے ہی سے کرر کھا ہے۔ بیٹی یا بہن کے لیے مناسب کورس کا انحصار دراصل ان کے نزدیک بیٹی یا بہن کے تصور اور سمجھ پر ہے۔ مثال کے طور پر ان کا یہ مفروضہ کہ لڑکیوں کے لیے مناسب ترین کورس درس وتدریس ہے، انجینئر نگ جیسے پروفیشنل کورسز ان کے لیے مناسب نہیں ہیں۔

> میں انجینئر نگ کرنے کی بہت خواہش مند تھی اور انجینئر نگ ہی کرنا چاہتی تھی، لیکن میرے والد چاہتے تھے کہ میں ٹیچنگ لائن میں جاؤں، حالانکہ بی ایڈ میں میری کوئی سابقہ دلچسپی نہیں تھی۔ آخر کار مجھے وہی کرنا پڑا جو میرے والد نے کہا۔
> **[IDI-1]**

> میرے بھائی چاہتے تھے کہ میں کامرس کا انتخاب کروں، اور بینکنگ کی تیاری کروں اور اسی شعبے میں نوکری کروں، کیونکہ ان کے مطابق لڑکیوں کے لیے وہی اچھا اور مناسب تھا۔ **[IDI-11]**

دوسرا کیس جس میں جواب دینے والی لڑکی کو اپنے بھائی سے ہی انجینئر نگ کرنے کی تحریک ملی تھی، لیکن انجینئر بھائی نہیں چاہتا تھا کہ اس کی بہن انجینئر نگ کرے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو چیز وہ اپنے لیے لڑکا ہونے کی حیثیت سے پسند کرتا ہے اسی کو اپنی بہن کے لیے صرف اس وجہ سے موزوں نہیں سمجھتا کیونکہ وہ لڑکی ہے۔ اس سے اس بات کا بھی انکشاف ہوتا ہے کہ معاشرے میں کورسیز کی زمرہ بندی میں بھی صنفی امتیاز کا لحاظ کیا گیا ہے۔ والدین اور دو بھائیوں میں سے ایک اس کی اعلیٰ تعلیم کی خواہش کے مخالف ہیں، ایسی صورت حال میں اسے تقریباً خاندان کے ہر فرد کی طرف سے مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ بہر حال کسی طرح وہ آگے بڑھی اور ان تمام مزاحمتوں کے باوجود اس نے اپنی پسند اور دلچسپی کے کورس کا انتخاب کیا۔

تعلیمی چیلنجز:

معیاری تعلیمی اداروں کی عدم موجودگی:

بہار میں تعلیمی اداروں کی کمی کے بارے میں مندرجہ ذیل ایک ہی بیان کافی ہے۔ جواب دہندہ کی نشاندہی کے مطابق بہار میں نہ صرف اداروں کی کمی ہے بلکہ موجودہ اداروں میں ضروری سہولیات کا فقدان ہے، اس کے علاوہ بہت سے جواب دہندگان نے ان اداروں کے تعلیمی معیار سے سمجھوتہ کرنے کا ذکر کیا۔

> اگر اس طرح کی سہولت والا تعلیمی ادارہ بہار میں ہوتا تو ہمیں گھر سے اتنی دور آنے اور سفری مشکلات کے جھیلنے جیسے مسائل اور چیلنجز کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔[IDI-13]

لمبی دوری اور طویل فاصلے کے لئے نقل و حرکت مسلم خواتین کے لیے ایک بڑا چیلنج ہے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ بہار میں تعلیمی پسماندگی بنیادی طور پر غیر معیاری تعلیم اور معیاری تعلیمی اداروں کی کمی کی وجہ سے ہے۔

ذریعۂ تعلیم (میڈیم آف انسٹرکشن) کی بار بار تبدیلی:

مسلم خواتین کے بیانات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ذریعۂ تعلیم کی تبدیلی کی وجہ سے ان کی تعلیمی کارکردگی متاثر ہوتی ہے۔ میڈیم آف انسٹرکشن کی بار بار تبدیلی کی وجہ سے ان کی قوت فہم پر اثر پڑا اور سمجھنے کی صلاحیت کم ہوتی گئی جس سے ان کی تعلیمی کارکردگی بھی بہت متاثر ہوئی، اس کے بارے میں بیانات حسب ذیل ہیں:

> ہمیں ذریعۂ تعلیم کی وجہ سے بڑے مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ پہلے سرکاری اسکول میں ہندی میڈیم، اس کے بعد کانونٹ اسکول میں انگلش میڈیم اور آخر میں یونیورسٹی میں اردو میڈیم۔[IDI-10]

> جب میں جی ایس پبلک اسکول (انگلش میڈیم) سے شاردا کانونٹ (ہندی میڈیم) گئی، تو ریاضی اور انگریزی میں اچھے ہونے کی وجہ سے ٹیچر نے میرا داخلہ پانچویں کلاس میں کرلیا۔ ہندی میڈیم کی وجہ سے مجھے بہت نقصان اٹھانا پڑا، جس کے نتیجے میں میں نے دوسری بار کلاس میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔ میں نے اپنی والدہ سے انگلش میڈیم اسکول میں داخلہ کے لیے اصرار کیا۔ کیونکہ مجھے ہندی سمجھ نہیں آتی تھی اور نہ ہی ہندی میڈیم میں مجھے کوئی دلچسپی تھی، لیکن مجھے اسی ہندی میڈیم سے پڑھنا پڑا، جس کے نتیجے میں میری کارکردگی متاثر ہوئی۔ انٹر (انگلش میڈیم)

> میں میں نے اچھے نمبرات (70%) حاصل کیے۔ لیکن جب میں نے پی سی ایم اسٹریم لیا تو مجھے کافی دشواریاں پیش آئیں کیونکہ بیچ میں میں نے چار سال ہندی میڈیم سے پڑھائی کی تھی، اور اس کے بعد انگلش میڈیم سے پڑھنے میں میرا یہ حال ہوا کہ میں نہ تو ہندی میں اچھی تھی اور نہ ہی انگریزی میں اچھی کارکردگی کو برقرار رکھ سکی۔[IDI-11]

سرکاری اسکولوں میں طلباء کو بنیادی طور پر ہندی زبان میں پڑھایا جاتا ہے۔ اور دیہی علاقوں میں انگلش میڈیم اسکول بہت ہی کم ہیں۔ جہاں انگریزی میڈیم اسکول ہیں بھی تو وہ صرف پانچویں یا چھٹی کلاس تک ہی تعلیم فراہم کرتے ہیں۔ اس کے آگے کی پڑھائی کے لیے طلباء کو کسی دوسرے اسکول میں جانا پڑتا ہے۔ لہٰذا مسلم خواتین کو دلچسپی نہ ہونے کے باوجود مجبوراً ہندی میڈیم اسکولوں میں داخلہ لینا پڑتا ہے۔ دراصل ہندی میڈیم اسکول بھی مسلم خواتین پر بچیوں کے ساتھ خاندان کے امتیازی رویے کی وجہ سے ہی مسلط ہیں۔ مندرجہ ذیل حکایت سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ ماں کا اپنی بیٹی کے تئیں تصور بالکل مختلف ہے جس کی وجہ سے وہ اپنی بیٹی کو دربھنگہ شہر کے انگریزی میڈیم اسکول میں داخلہ لینے کی اجازت دینے کو تیار نہیں تھی، اور بیٹی کے معاملے میں دوری اور اکیلے باہر جانے کا مسئلہ اس بات کا تعین کر رہا تھا کہ آیا وہ انگلش میڈیم اسکول میں داخلہ لے گی یا نہیں۔ جب کہ بیٹا دور دراز جگہ پڑھ سکتا ہے لیکن بیٹی دور دراز جگہ نہیں پڑھ سکتی۔

> ہندی میڈیم میں سمجھ نہ آنے کی وجہ سے میں نے اپنی والدہ کے سامنے اصرار کیا کہ وہ میرا داخلہ دربھنگہ کے انگلش میڈیم اسکول میں کروا دیں، لیکن میری ماں نے کہا کہ تم میری اکلوتی بیٹی ہو، کہاں جاؤ گی، گاؤں کی لڑکیاں بھی یہاں پڑھتی ہیں۔ جب میں نے بھائی کے بارے میں پوچھا کہ وہ بھی تو باہر پڑھتے ہیں، تو انہوں نے کہا کہ تمہارا بھائی تم سے مختلف ہے (بھیا لوگ کی بات الگ ہے)۔[IDI-1]

جب مسلم خواتین مسابقتی اور یونیورسٹی کی تعلیم میں داخلہ لیتی ہیں تو غیر موثر معیار تعلیم کی وجہ سے ان کے حوصلوں اور امنگوں میں کمی اور تبدیلی آتی ہے۔ مندرجہ ذیل بیانیہ کے جواب دہندہ نے دربھنگہ بہار سے اپنا گریجویشن مکمل کیا تھا۔ جہاں عربی زبان کی تعلیم اس کی مادری زبان میں دی جاتی تھی۔ نتیجتاً وہ عربی زبان پر قدرت

نہ پا سکی،اور عربی سمجھنے اور بولنے سے قاصر تھی۔ جس کی وجہ سے وہ ماسٹر میں اردو کا انتخاب کرنے پر مجبور تھی۔ ایک ذریعۂ تعلیم سے کسی دوسرے ذریعۂ تعلیم کی طرف جانا مایوسی، پست حوصلگی اور کم علمی صلاحیت کا باعث بنتا ہے۔

> ہمارے یہاں عربی زبان کی تعلیم اردو میں ہوتی ہے۔ اور یہاں (یونیورسٹی میں) مجھے ایسا لگا جیسے میں سعودی عرب میں ہوں۔ اساتذہ نے پابندی لگا رکھی تھی کہ جو بھی بات کرنی ہے عربی میں کرنی ہے چاہے ایک سوال ہی کیوں نہ پوچھنا ہو۔ میں ذہنی طور پر پریشان تھی اس لیے میں نے عربی چھوڑ کر اردو کا انتخاب کر لیا۔[IDI-13]

ریگولر اداروں میں فاصلاتی نظام جیسا طرز تعلیم:

سرکاری اور نیم سرکاری اداروں اور کالجوں میں باقاعدہ کلاسوں کی کمی ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔ حکومت کی طرف سے تعلیم کے تئیں اس قسم کی بے اعتنائی نے کمزور تعلیمی بنیادوں کو جنم دیا۔ سرکاری اداروں میں مڈل اور ہائی اسکول کی سطح پر باقاعدہ کلاسز کا معاملہ بھی رپورٹ کیا گیا۔

اس کے شواہد انٹرویوز کے مندرجہ ذیل اقتباسات ہیں:

> آٹھویں، نویں اور دسویں میں کلاسیز اکثر نہیں ہوتی تھیں۔[IDI-11]

> کلاس کا کوئی نظم نہیں تھا، باقاعدہ کورس میں داخلہ لیا لیکن صرف امتحان دیا۔[IDI-1]

> میں نے نیم سرکاری کالج (اسلامیہ کالج) سے انٹرمیڈیٹ کیا۔ جہاں کلاسیز اکثر نہیں لی جاتیں۔ تعلیم کے لیے ہم ٹیوشن پر منحصر تھے۔ اس لیے ہماری توجہ صرف کوچنگ پر تھی۔ کالج میں تدریس کا معیار بھی اچھا نہیں تھا۔ کالجوں میں اچھی سہولیات ہیں لیکن تعلیم کے معیار اور باقاعدہ کلاسیز سے سمجھوتہ کیا جاتا ہے۔ حقیقت میں کوئی کالج ایسا نہیں ہے جہاں باقاعدہ پوری کلاسیز ہوتی ہوں۔ سی ایم سائنس کالج، مارواڑی کالج جیسے نامور کالج ہیں، ان جیسے مشہور کالجیز میں بھی باقاعدہ کلاسز نہیں لی جاتیں۔ میرے کالج میں بھی کلاسیز زیادہ تر معطل ہی رہتی تھیں۔[IDI-7]

کوچنگ سینٹرز اب مسابقتی سطح کی معیاری تعلیم کے حصول کے لیے کالجز اور اسکولوں کی جگہ لے رہے ہیں۔ جواب دہندہ نے جان بوجھ کر گورنمنٹ اور نیم گورنمنٹ کالج میں اسی نیت سے داخلہ لیا کہ اسے کلاس نہ کرنا پڑے۔ اس طرح کے فیصلے کا مقصد کوچنگ انسٹی ٹیوٹ میں مقابلہ جاتی امتحانات کی تیاری پر توجہ مرکوز کرنا تھا۔

> میں نے کم سہولت والے نیم سرکاری کالج میں اس لیے داخلہ لیاتا کہ میں آزادانہ طور پر کوچنگ پر توجہ مرکوز کر سکوں۔ کالج اس قابل نہیں تھا کہ اس پر انحصار کیا جاسکے۔ ہمیں صرف داخلہ، پریکٹیکل، رجسٹریشن اور امتحان کے وقت کالج جانا ہوتا تھا۔[IDI-7]

> ایم آر ایم کالج میں داخلہ کے ابتدائی دنوں میں باقاعدہ کلاسز ہوتی تھیں۔ لیکن بعد میں، ایسا نہیں تھا۔[IDI-11]

> میں گریجویشن کے دوران کالج نہیں جاتی تھی کیونکہ کلاسیز ہی نہیں ہوتی تھیں۔ اپنی پڑھائی کے لیے میں پوری طرح کوچنگ پر منحصر تھی۔ میں کالج صرف اسی صورت میں جاتی تھی جب مجھے فارم بھرنا ہوتا تھا یا کچھ معلومات حاصل کرنی ہوتی تھی۔[IDI-11]

حکومت کی طرف سے نظامِ تعلیم کو ریگولیٹ اور مانیٹر نہ کرنے اور غفلت کی وجہ سے اسکولوں اور کالجوں میں بڑے پیمانے پر تعلیمی ماحول کا فقدان نظر آتا ہے، اور ایسا لگتا ہے کہ یہ ادارے فاصلاتی نظام تعلیم کی طرز پر ریگولر تعلیم فراہم کر رہے ہیں۔

مخصوص قسم کے ہاسٹل کی سہولت کا فقدان:

مسلم خواتین اور ان کے گھر والوں کے لیے تعلیمی اداروں کی دوری اور لڑکیوں کا تنہا باہر نکلنا ایک بڑا مسئلہ رہا ہے۔ وہ خاندان جو ان دونوں مسائل سے نمٹنے میں کامیاب رہے ہیں، ان کے سامنے بیٹی کے لیے 'محفوظ تعلیمی ادارہ' تلاش کرنے کا چیلنج ہے۔ ان کے لیے کیا محفوظ ہے اسے اس سوال کے جواب کے تناظر میں سمجھا جاسکتا ہے کہ انھوں نے مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کو کیوں ترجیح دیا۔ یہاں کا ثقافتی ہم آہنگ ماحول، لڑکیوں کے لیے ہاسٹل کی سہولت اور محفوظ کمپاؤنڈ والدین کو اچھا لگا۔

> میرے بھائی نے میرے لیے دربھنگہ میں ہی تعلیم کی کوئی صورت نکالنے کی کوشش کی لیکن، دربھنگہ میں ہوسٹل کی سہولت صرف لڑکوں کے لیے تھی ، لڑکیوں کے لیے نہیں۔[IDI-11]

بہنوں یا بیٹیوں کے لیے ایک خاص قسم کے مطلوبہ ماحول کی تلاش مسلمان خواتین کی تعلیمی پرواز کو مختصر کر دیتی ہے۔ کسی خاص قسم کا ماحول تلاش کرنے کے بجائے اگر انہیں کسی بھی ماحول میں ایڈجسٹمنٹ کے لیے کہا جاتا اور نقل و حرکت کی آزادی فراہم کی جاتی، تو شاید وہ زیادہ بہتر تعلیمی مواقع حاصل کر سکتی تھیں۔

خاندانی سطح کے چیلنجز:

والدین اور دادا دادی، نانا نانی کا امتیازی رویہ:

مسلم خواتین کی تعلیمی سمت اور رفتار کے تعین میں والدین کا رویہ بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ رویہ سے مراد لڑکے اور لڑکی کی تعلیم کے تئیں ان کا نقطۂ نظر اور اعلیٰ تعلیم کی اہمیت اور اس کے اثرات و نتائج کے بارے میں ان کا تصور اور سمجھ۔ والدین کو عام طور سے یہ لگتا ہے کہ اگر وہ اپنی بیٹی کو اعلیٰ تعلیم کے لیے اجازت دیں گے تو وہ مذہبی فرائض کی ادائیگی سے غفلت برتے گی اور پردے کا اہتمام نہ کر کے ان کی مرضی کے خلاف لباس پہنے گی۔ والدین کو یہ بھی ڈر ہے کہ ان کی بیٹی زبان دراز اور نافرمان ہو جائے گی۔ ان کی اس سوچ کی وجوہات تلاش کرنا بہت مشکل ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ان کے اندر اس سوچ کے پیدا ہونے کے کچھ تو مذہبی اسباب ہیں اور کچھ پدرانہ معاشرے اور ثقافتی روایات کا شاخسانہ ہیں، جو اس قسم کے رویے کی تشکیل میں کار فرما مختلط عوامل کا مجموعہ ہیں۔ اس کے پیچھے عوامل خواہ کچھ بھی رہے ہیں، بہر حال ان سے صنفی امتیازی رویے کی تشکیل ہوئی ہے۔ جیسا کہ ہمیں مندرجہ ذیل معاملہ میں نظر آتا ہے کہ جواب دہندہ کے لیے اسکول کا انتخاب کرتے وقت لباس کو بھی زیر غور رکھا گیا۔

> میرے والد لڑکیوں کی تعلیم کے خلاف تھے، وہ کہا کرتے تھے کہ لڑکیوں کو تعلیم کی کیا ضرورت ہے؟ (ان کے لیے پرائمری درجے تک کی تعلیم کافی ہے)، اپنی بہن کی مثال دے کر کہتے تھے کہ وہ بہت خوش ہیں۔ انہیں اعلیٰ تعلیم دینے کی کیا ضرورت ہے؟ بچیاں زیادہ پڑھائی سے زیادہ تیز ہو جائیں گی (ماڈرن اور زبان دراز)۔ اور ہم سے بحث کریں گی، اور ہماری عزت نہیں کریں گی۔ وہ اپنے فیصلے خود لیں گی۔ چہرے کو ڈھانپنا چھوڑ دیں گی۔ جو لڑکیاں اپنا چہرہ ڈھانپنے کی عادی ہوتی ہیں وہ زیادہ بہتر ہوتی ہیں۔ (IDI-11)

میرے دادا کو میرا انگلش میڈیم اسکول جانا پسند نہیں تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ لڑکی کو دور دراز جانے کی کیا ضرورت ہے؟ میرے اسکول کا ڈریس بھی مختلف تھا۔ اس لیے انہوں نے مجھے وہاں سے نکال کر سو گرا گرلز اسکول میں داخل کرایا جو میرے گھر کے قریب تھا۔[IDI-1]

لڑکیوں کی تعلیم کے سلسلے میں والدین اور خاندان کے بزرگ افراد کا رویہ اور خیال عام طور سے اسی طرح کا ہوتا ہے۔ اگر گھر کا کوئی لڑکا اپنی بہن کو اس صورت حال سے بچانے کے لیے آگے آتا ہے تو اسے اپنے والد اور خاندان کے دیگر افراد کی مخالفت اور مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

جب میرے ایک بھائی نے پڑھائی میں میری مدد کرنا شروع کی تو میرے والد نے کہا کہ تمہارا بھائی "صحیح کام" کر رہا ہے، اگر کچھ غلط ہوا تو وہ ذمہ دار ہوگا۔ غلط سے ان کی مراد یہ تھی کہ اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوئی، یا میرے ساتھ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آئے، یا کوئی ناگہانی حادثہ پیش آئے، یا میرے بارے میں کوئی کچھ غلط بات کہے، یا ایسی کوئی بھی بات جس سے ہماری بے عزتی (بدنامی) ہو۔[IDI-11]

ماں کا امتیازی رویہ اس پدرانہ سوچ کی عکاسی کرتا ہے کہ بچیوں کو اکیلے دور دراز جگہ نہیں جانا چاہیے۔ ایسا معاشرہ جہاں ماں کے جیسی ہی بیٹی پیدا کرنے کا رواج تھا۔ اور عام طور سے مائیں زیادہ پڑھی لکھی نہیں ہوتی ہیں۔ وہ صرف قرآن کی تلاوت اور خط و کتابت (بنیادی پڑھنے کی تحریر) تک ہی پڑھائی لکھائی سے واقف ہیں۔ لڑکے اور لڑکیوں کے بارے میں ماؤں کا تصور مختلف ہوتا ہے۔ عام طور سے ماں بیٹی پر اپنی حیثیت کو مسلط کرنا چاہتی ہے۔

مندرجہ ذیل بیان سے لڑکے اور لڑکیوں کے بارے میں ماں کا نقطۂ نظر اور امتیازی سلوک واضح نظر آتا ہے:

لیکن میری ماں نے کہا کہ تم میری اکلوتی بیٹی ہو، کہاں جاؤ گی، گاؤں کی لڑکیاں بھی یہاں پڑھتی ہیں۔ بھائی کے بارے میں پوچھنے پر اس نے کہا کہ تمہارا بھائی تم سے مختلف ہے (بھیا لوگ کی بات الگ ہے)[IDI-11]۔

یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ صنفی امتیازی رویہ ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل ہوتا رہتا ہے اور بیٹا بھی اپنے باپ کی طرح بیٹی کو تعلیم کے لیے کسی دور دراز جگہ نہ جانے کی وکالت کرتا ہے۔

دسویں کے بعد مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی میں انجینئرنگ ڈپلومہ کے لیے میرا سلیکشن ہوگیا۔اور میرا انتخاب حیدرآباد سنٹر کے لیے ہوا تھا۔تو میرے والدین اور دادا مجھے یہاں بھیجنے کے لیے تیار نہیں تھے۔میرے والد کے سوچنے کا انداز میرے دادا جیسا ہی تھا۔انہوں نے مجھے یہاں بھیجنے سے صاف انکار کر دیا۔مطلب جب آپ کی بڑی بہن تعلیم کے لیے کہیں باہر نہیں گئی تو آپ بھی کہیں دور نہیں جائیں گی۔[IDI-14]

اگر والدین کسی طرح اپنی بیٹی کو تعلیم دینے کے لیے تیار بھی ہو جاتے ہیں تو انہیں اپنی بیٹی کو دور بھیجنے اور تنہا نکلنے کے مسئلے کو سلجھانا پڑتا ہے۔

جب میں ہائی اسکول میں تھی اس وقت بھی میری والدہ کو سب سے زیادہ ڈر لگتا تھا ،کیونکہ اسکول دوسرے گاؤں میں تھااور وہاں ایک بڑے رقبے پر آم کا باغ تھا جس کے اندر سے مجھے گزرنا پڑتا تھا،اس لیے انہوں نے مجھے اکیلے جانے کی اجازت نہیں دی۔امی،یہ سوچ کر ڈرتی تھیں کہ کہیں اس کے ساتھ کوئی ناخوشگوار حادثہ ہو گیا... یہ لڑکی کی بات ہے.... ان تمام چیزوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے وہ منع کرتی تھیں۔[IDI-1]

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد میں داخلہ لینا پہلا آپشن نہیں تھا۔لڑکی ہونے کی وجہ سے والدین چاہتے تھے کہ میں گھر میں رہ کر ہی پڑھوں۔وہ مجھے اکیلے باہر بھیجنا نہیں چاہتے تھے۔[IDI-1]

گھر سے باہر کا ماحول والدین کے لیے بڑی تشویش کا باعث تھا۔جواب دہندہ کے مطابق انہیں خدشہ تھا کہ کہیں بیٹی ان کی توقع کے خلاف نہ نکل جائے۔یہ اپنی بیٹی کے بارے میں ان کی متوقع تشویش ہے۔

ایسے سرپرست ہیں جو ماحول اور حالات کے مطابق سوچتے ہیں کہ بیٹی گھر سے دور رہے گی،اکیلی رہے گی،ہاسٹل میں رہے گی۔یہاں ایسا ماحول ہے جس میں ایک اچھی لڑکی بھی دوسری لڑکیوں کو دیکھ کر والد کی توقعات (خاندان یا والدین) سے ہٹ سکتی ہے،اس لیے میرے والد ڈر گئے اور انہوں نے کہا کہ کوئی میرے پیچھے نہیں جائے گا۔[IDI-1]

خاندان اور خاندان کے افراد کی طرف سے مزاحمت کی سطح ان کے اس نقطۂ نظر کی عکاسی کرتی ہے کہ عورت یا لڑکی کو کسی دور دراز جگہ پر اکیلے نہیں رہنا چاہیے۔ اس قسم کا نقطۂ نظر محتاط انداز اور اس کے ساتھ ساتھ صنفی امتیازی سلوک کی بھی عکاسی کرتا ہے۔ وہیں دوسری طرف یہ رویے کو کنٹرول کرنے کا بھی ایک عمل ہے۔

> جب سب کو پتہ چل گیا تو میں حیدرآباد میں داخلہ لینے جا رہی ہوں۔ میرے خاندان میں ایک شور برپا ہو گیا کہ لڑکی تعلیم کے لیے باہر نہیں جائے گی۔ انہیں یہ فکر تھی کہ اس کی وہاں دیکھ بھال کون کرے گا، اکیلی رہے گی جو چاہے گی کرے گی، وہاں کوئی اس سے باز پرس کرنے والا نہیں ہوگا۔ یہ میرے دوسرے بڑے بھائی کا کہنا تھا۔ جب کہ میرا سب سے چھوٹا بھائی میری حمایت میں تھا۔[IDI-6]

> تم باہر جا رہی ہو اور تم ابھی چھوٹی ہو اور اس بات سے بے پرواہ کہ کب کھانا ہے اور کب سونا ہے۔ گھر سے دور کیسے رہو گی، نہ سونے کا ٹھکانہ نہ کھانے پینے کا، کیسے باہر رہو گی؟).[IDI-11]

والدین کا امتیازی رویہ اور بیٹی کے بارے میں ان کی روایتی سوچ پورے تعلیمی سفر کے دوران گھومتی رہتی ہے۔ انفرادی سطح پر ماں پدرانہ نظام کے وکیل کے طور پر کام کرتی ہے، اور بیٹی کی تربیت پدری معاشرے کی توقع کے مطابق کرتی ہے۔ جواب دہندہ [IDI-13] کے والدین خود تعلیم یافتہ نہیں تھے، اور وہ اس معاشرے کے مطابق نظر آتے ہیں جہاں بیٹیوں کی تعلیم کو اہمیت دیے بغیر جلد شادی کر دی جاتی ہے۔ یہاں پر انڈیپتھ انٹرویوز کے بیانات قابل توجہ ہیں۔

> میرے گھر والوں کو گریجویشن کے آخری سال در بھنگہ میں سی ایم سائنس کے ایک استاد کے ذریعہ میرے کوچنگ کرنے میں بھی مسئلہ تھا۔[IDI-11]

> میری والدہ کو صرف میٹرک یا انٹر میڈیٹ تک تعلیم دلانے میں دلچسپی تھی۔ جب میں گیارہویں کلاس میں تھی تو میری شادی ہو گئی۔[IDI-13]

والدین اور دادا دادی کا امتیازی رویہ مسلم خواتین کی تعلیم کے مختلف مراحل میں کئی چیلنجز اور مسائل پیدا کرتا ہے۔ اور خاندان کے افراد کا رویہ اور سلوک مسلم خواتین کے رویے کو تشکیل دینے میں بڑا اہم کردار ادا کرتا ہے۔

بڑے بھائی کا طرز عمل اور غالبانہ رویہ:

بڑا بھائی میٹروپولیٹن سوسائٹی میں گھر سے باہر رہنے والی لڑکیوں کے طرز عمل کا مشاہدہ کر کے اپنا نقطۂ نظر بناتا ہے۔ حالانکہ لڑکیوں کے طرز عمل کے بارے میں اس کا نظریہ انتہائی محدود ہوتا ہے، جو اس کے ذاتی مشاہدے پر مبنی ہوتا ہے۔ اپنی بہن کے ساتھ اپنے امتیازی رویے کی تسکین کے لیے اس کا مشاہدہ بھی چیدہ اور سلیکٹیو ہوتا ہے۔ اس طرح امتیازی رویہ اپنی مرضی کے مطابق اور اپنے حسب منشا بہن کے طرز عمل کے تعین میں اپنی طاقت کو استعمال کرنے کا ایک ذریعہ لگتا ہے۔

> میرے بھائی نے مجھے کہا کہ دہلی میں لڑکیاں بھٹک جاتی ہیں، سگریٹ نوشی کرتی ہیں، ایسا کرتی ہیں ویسا کرتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس کا مطلب تھا کہ دہلی کا ماحول اچھا نہیں ہے۔ وہ منہ پھٹ (بنداس) ہیں۔ اگر یہ اے ایم یو کی بات ہوتی تو میں تمہارا داخلہ کروا دیتا۔[IDI-11]

بھائی کا غلبہ اور اثر اتنا شدید تھا کہ ماں بھی بیٹے کی زبان میں ہی بات کرنے لگی۔ بھائی کی سوچ کے مطابق پوسٹ گریجویشن کے مرحلے میں بھی بہن کو اپنی مرضی کے کورس کا انتخاب نہیں کر سکتی تھی۔ بہن کی فیصلہ سازی کی صلاحیت کو پوسٹ گریجویشن کی سطح تک بھی نظر انداز کیا گیا۔ جو کورس کے انتخاب کے معاملات میں جواب دہندہ کے فیصلہ لینے سے انکار کی عکاسی کرتا ہے۔ ابتدائی مرحلے میں اپنی بہن یا بیٹی کے متعلق کوئی فیصلہ لینا فیصلہ سازی میں ان کی رہنمائی کا کام ہے۔ لیکن جب اس طریق کار کو گریجویشن کی سطح تک رکھا جائے، تو اس کا مطلب ہے کہ اس کو اپنے بارے میں فیصلہ خود لینے کا موقع ہی فراہم نہیں کیا گیا، یا بھائی کے غلبے نے اسے اپنا فیصلہ خود لینے کی اجازت نہیں دی۔

> میری والدہ چاہتی تھیں کہ میری بہن اعلیٰ تعلیم حاصل کرے لیکن میرے بھائی کا خوف تھا، اس لیے وہ میرے بھائی کی زبان میں بات کرتی تھیں۔[IDI-6]

> جب میں نے ایم ایس ڈبلیو میں داخلہ لیا تو میرے بڑے بھائی نے مجھے بہت برا بھلا کہا اور کہا کہ تم بڑی سمجھدار ہو گئی ہو... جو اپنی مرضی سے فیصلہ کر رہی ہو... اور یہ بھی کہا کہ داخلہ لینے سے پہلے کم از کم پوچھ تو لینا چاہیے تھا۔ جب انہیں اپنے کسی ساتھی کے ذریعے اس کورس کے

بارے میں معلوم ہوا کہ اس کورس میں بہتر مواقع ہیں اور اچھی گنجائش ہے تب وہ پر سکون ہو گئے۔[IDI-6]

بھائی کا اثر اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ بہن کے لیے مناسب کورس کا تعین بھائی کرتے ہیں۔ حالانکہ کورس کا انتخاب اسے کرنا چاہیے جسے وہ کورس کرنا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ بھائی کی طرف سے بہن کو فیصلہ سازی کا اختیار دینے سے انکار ایک دائمی صورت حال ہے۔ خاندان کے سربراہ کا رویہ اور طرز عمل ان کے بیٹوں میں جھلکتا ہے۔ باپ کی طرح ہی بھائی بھی اس قسم کے کام اپنے ذمے لے لیتا ہے۔ خوش قسمتی سے جواب دہندہ کے ایک بڑے بھائی نے اسے اس صورتحال سے نکالا۔

میرا بھائی میرا داخلہ کامرس اور بینکنگ کے شعبے میں چاہتا تھا۔ پھر مجھے آرٹس اسٹریم کا انتخاب کرنے پر آمادہ کیا۔ یہاں تک کہ قریبی گاؤں رام پورہ کے کالج میں داخلہ لینے کے لیے مجھے راضی کرنے کی کوشش کی۔ لیکن میں نے انٹرمیڈیٹ میں سائنس میں داخلہ لینے کا فیصلہ کیا تھا۔[IDI-11]

والدین اور دادا کی طرح بھائی بھی بہن کے تنہا باہر نکلنے، تعلیمی اداروں کے زیادہ فاصلے پر ہونے اور کورس کے انتخاب جیسے معاملات میں مداخلت کرتے ہیں، لیکن ایسی صورت حال سے نمٹنے کے لیے خاندان کا ہی کوئی نہ کوئی فرد سامنے آتا ہے۔

خاندانی اقدار اور کارپوریٹ کلچر کا تصادم:

لڑکیوں کے لیے کورسز کا انتخاب اور اس کا فیصلہ والدین اپنی اس سمجھ کے مطابق کرتے ہیں کہ مذہب میں کس چیز کی اجازت ہے؟ اور بیرونی دنیا کے حالات کیا ہیں؟ سرپرست نے جو وجہ بتائی اس کی تصدیق بعد میں کی گئی۔ جس سے یہ پتا چلا کہ سرپرست نے کارپوریٹ ماحول کے بارے میں یہ قیاس لگا رکھا تھا کہ وہاں نقاب پہننے کی اجازت نہیں ہوتی اور نہ ملازمین کو اپنے لباس کا انتخاب کرنے کی آزادی ہوتی ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل بیان سے واضح ہے۔

میرے والد اور ماموں نے مجھے کمپیوٹر سائنس میں ماسٹرز کرنے کی اجازت اس لیے نہیں دی کیونکہ ان کا کہنا تھا کہ کارپوریٹ سیکٹر میں چہرے پر نقاب رکھنے کی عادت کو برقرار رکھنا ممکن نہیں ہے۔ وہاں سبھی پڑھے لکھے ہوتے ہیں لیکن برقعہ پہن کر کسی بھی چیز کی اجازت نہیں

دیتے۔ جس کی وجہ سے مجھے کارپوریٹ فیلڈ میں کام کرنے کی اپنی دلچسپی اور خواہش کو قربان کرنا پڑا۔[IDI-5]

جب محقق نے ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں ملازمت کرنے والے شخص سے کارپوریٹ دنیا کے ماحول کو جاننے کی کوشش کی، تو معلوم ہوا کہ وہاں انتظامیہ کی طرف سے ایسی کوئی پابندی نہیں ہوتی اور ملازمین کو اپنی پسند اور مرضی کا لباس پہننے کی پوری آزادی ہوتی ہے۔

خاص کورس کے لیے خاندان کی ترجیح:

والدین اور دادا دادی کی مسلم لڑکیوں کی تعلیم اور ان کے لیے مناسب کورسیز کی ایک خاص سمجھ بنی ہوئی ہے۔ مسلم خواتین کے لیے کیا موزوں رہے گا اس کا فیصلہ اس بات پر منحصر ہے کہ وہ کس ماحول میں رہیں گی؟ اس وجہ سے ان کی دلچسپی کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اس صورت میں بھی بیٹی کی جنس ہی اس کے لیے کورس کے انتخاب کا معیار بن جاتی ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل بیانات سے ظاہر ہوتا ہے:

میں نے دربھنگہ میں گھر پر رہ کر ہی فنر کس سے گریجویشن اور ماسٹرز کیا۔ گریجویشن کی تکمیل کے بعد مجھے کمپیوٹر سائنس میں دلچسپی پیدا ہوئی اس لیے میں نے کمپیوٹر سائنس میں متعدد ڈپلومہ کورسز کئے۔ میں ایم سی اے کر کے کارپوریٹ فیلڈ میں جانا چاہتی تھی، اور میں نے اس کے لیے اپنے والد اور دادا کے سامنے بہت اصرار کیا لیکن انہوں نے یہ کہہ کر میری مخالفت کی کہ کارپوریٹ فیلڈ لڑکیوں کے لیے مناسب نہیں ہے۔[IDI-5]

میرے والد چاہتے تھے کہ میں ایل ایل بی کروں۔ ان کے علاوہ گھر کے دوسرے افراد بھی تقریباً ایسا ہی چاہتے تھے کہ میں ان کی خواہش اور مرضی کے مطابق کسی خاص اسٹریم میں ہی پڑھائی کروں۔ لہذا میں جو کرنا چاہتی تھی وہ نہیں کر سکی۔ میرے والد نے میرے سامنے ہاتھ جوڑ کر مجھے ایل ایل بی کرنے پر آمادہ کیا، کیونکہ وہ تحقیق کو فضول سمجھتے تھے۔[IDI-6]

مجھے سماجی علوم میں دلچسپی تھی اور میں وکیل بننا چاہتی تھی۔ لیکن میرا خاندان اس کے لیے تیار نہیں تھا۔ انہوں نے دلیل دی کہ وکالت کا پیشہ لڑکیوں کے لیے مناسب نہیں ہے، اور

جھوٹ بولنا وکالت کے پیشے کا حصہ اور معمول کی بات ہے جس کی ہمارے مذہب میں اجازت
نہیں ہے۔[IDI-13]

مندرجہ بالا بیانات میں ایک جواب دہندہ کو اس کے سرپرست تحقیق کے بجائے ایل ایل بی کا کورس کرنے کے لیے کہتا ہے اور دوسرے میں سرپرست نے جواب دہندہ کے ایل ایل بی کرنے کی خواہش کو یہ وجہ بتا کر نظر انداز کیا ہے کہ وکیل جھوٹ بولتا ہے جو اسلام میں قابل قبول نہیں ہے۔ دونوں صورت حال میں ایک پہلو جو مشترک ہے وہ یہ ہے کہ دونوں کے والدین اپنی بیٹی کی خواہش اور فیصلے کے خلاف تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلم خواتین کو ان کی مرضی کے خلاف اور ان کی دلچسپی نہ ہونے کے باوجود بھی کورس کرنا پڑتا ہے۔ جس کا اثر ان کے علمی کیریئر پر صاف نظر آتا ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں ان کی کارکردگی بعض اوقات خراب ہو جاتی ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ لڑکیوں کے لیے کورسیز کا انتخاب ان کے اکیلے باہر نکلنے اور تعلیمی اداروں کی دوری کے مسئلے کو ذہن میں رکھتے ہوئے کیا جاتا ہے اور اسی بنیاد پر زیادہ تر ایسے کورسیز اور ایسے اداروں کو منتخب کیا جاتا ہے جس میں لڑکیاں گھروں میں رہ کر اس کورس کو مکمل کر سکیں۔

مسلم معاشرے میں شادی کی بنیادی اہمیت:

شادی اور تعلیم کی تکمیل مسلم خواتین کی زندگی کے دو اہم ترین مواقع اور اہداف ہیں۔ ان دونوں میں سے کون سا ہدف سب سے پہلے حاصل کیا جائے اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ والدین کے نزدیک ان دونوں میں سے کون سا ہدف زیادہ اہمیت کا حامل ہے؟ عام طور سے شادی کو مسلم معاشرے میں بہت زیادہ اہمیت کا حامل مانا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی تیاری بچپن سے ہی شروع ہو جاتی ہے۔ مندرجہ ذیل دو صورت حال میں سے ایک میں جواب دہندہ کی والدہ نے فیصلہ کر لیا تھا کہ بیٹی کو کس درجے کی تعلیم دینی ہے۔ پہلی صورت میں جواب دہندہ شادی کے لیے راضی نہیں تھی کیونکہ وہ آگے پڑھنا چاہتی تھی اس لیے اس نے والدین سے بات چیت کے ذریعے اپنی بات منوانے کی کوشش کی جب کہ دوسری صورت حال میں جواب دہندہ تعلیم سے لاتعلق ثابت ہوئی۔

میری والدہ نے کہا کہ گریجویشن کافی ہے، پڑھائی اتنی اہم نہیں ہے (محقق کے مزید
استفسار پر جواب دہندہ نے بتایا کہ اس کی والدہ نے اس شرط پر اسے آگے پڑھنے کی اجازت دی کہ
اسے ایک سال کے اندر اندر شادی کرنی ہوگی)۔[IDI-1]

> میری شادی گیارہویں جماعت میں ہوئی تھی۔ ہماری شادی کا فیصلہ ہمارے بچپن میں ہی ہو گیا تھا۔[IDI-13]

عام طور سے مسلم معاشرے میں لڑکیوں کی تعلیم اور شادی کے مسئلے میں شادی کو تعلیم پر فوقیت دی جاتی ہے اور شادی کو تعلیم سے زیادہ اہم سمجھا جاتا ہے۔ یا یہ کہا جا سکتا ہے کہ سرپرست تعلیم کی اہمیت اور بیٹی کی شادی کے درمیان توازن قائم کرنے سے قاصر ہیں۔

معاشی بوجھ اور بہن بھائیوں کی تعداد:

مسلم خاندانوں میں معاشی تنگی اور مالی بوجھ بھی اس بات کا تعین کرنے میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہے کہ لڑکے اور لڑکی میں سے کون تعلیم حاصل کرے گا۔ ذرائع اور وسائل کی کمی اور بچوں کی زیادہ تعداد بہنوں بھائیوں بالخصوص لڑکیوں کے لیے مساوی مواقع تعلیم کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل بیان سے ظاہر ہوتا ہے:

> ہم آٹھ (بھائی بہن) ہیں، میرے والد اپنی مالی حالت کی وجہ سے بنیادی طور پر بڑے بھائی کی تعلیم پر زیادہ توجہ دیتے تھے، جس کی وجہ سے دوسرے بھائی اور بہن زیادہ نہیں پڑھ سکے۔
> [IDI-6]

معاشی تنگی اور مالی مجبوری کی وجہ سے مسلم خواتین کو پرائیویٹ انگلش میڈیم اسکولوں میں پڑھنے کا موقع نہیں مل پاتا، کیونکہ یہ پرائیویٹ اسکول اتنی زیادہ ٹیوشن فیس کا مطالبہ کرتے ہیں جو عام طور سے سرپرستوں کی بساط سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے کبھی کبھی انہیں اپنے بچوں کو پرائیویٹ اسکول سے نکال کر کسی سرکاری اسکول میں داخلہ کروانا پڑتا ہے، جیسا کہ ہمیں مندرجہ ذیل کیس میں نظر آتا ہے۔

> میرے والد نے ان کا کاروبار بند ہو جانے کی وجہ سے کنوینٹ اسکول سے میرا داخلہ منسوخ کر کے گورنمنٹ اسکول میں میرا داخلہ کروا دیا۔[IDI-10]

مالی بوجھ اور معاشی تنگی تعلیم کے معاملے میں جوئے کی طرح کام کرتی ہے، عام طور سے بہن بھائیوں میں جو سب سے بڑا ہوتا اسے تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے، تاہم لڑکوں کو تعلیم حاصل کرنے کے مواقع لڑکیوں کے مقابلے زیادہ ملتے ہیں۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ ایسے خاندانوں میں لڑکوں کو روزی کمانے والا اور خاندان کی

کفالت کرنے والا سمجھ کر انہیں خاندان کے لیے امید کی کرن مانا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے مسلم خواتین کو ان کی خواہش کے مطابق تعلیم حاصل کرنے کے مواقع یا تو بالکل نہیں مل پاتے یا بہت ہی کم ملتے ہیں۔

قریبی رشتہ داروں کا اثر:

لڑکی ہونے کی حیثیت سے اس کا گھر سے باہر نکلنا یا تعلیم کے لیے کسی دور دراز جگہ مثلاً حیدر آباد جانا زیادہ تر قریبی رشتہ داروں کے لیے فکر کا باعث اور تشویش کا موضوع ہے۔ ان کی پریشانی بنیادی طور پر لڑکی کے تصور کی وجہ سے ہے۔ اس کی جگہ اگر لڑکا ہوتا تو شاید انہیں اتنی فکر نہیں ہوتی۔ مندرجہ ذیل صورت حال میں ماموں، چچا اور نانا نانی نے جواب دہندہ کے خاندان کے سامنے اسی قسم کی تشویش کا اظہار کیا جس سے اس کے گھر والے دباؤ میں آگئے۔ اس طرح کی صورت حال میں صرف ایسے انتہائی حوصلہ مند والدین ہی محفوظ رہ سکتے ہیں جو اپنی بیٹی کی اعلیٰ تعلیم کے لیے پرعزم ہوں۔ ورنہ ایسے قریبی رشتہ دار اور ان کی تشویش صنفی امتیازی رویے کو تقویت دیتی ہے۔

میرے ماموں نے کہا کہ بیٹی کو تعلیم کے لیے دور دراز جگہ بھیجنا اچھا نہیں ہے۔ [IDI-1]

میرے ماموں اور نانا نے بھی اشاروں کنایوں میں ہمارے حیدر آباد آنے پر سوال کیا ،اور کہا کہ یہ لڑکیاں اتنی دور کیوں جا رہی ہیں۔ان کے لیے بہتر ہو گا کہ وہ یہیں کہیں آس پاس ہی داخلہ لے لیں۔[IDI-10]

میرے نانا نانی نہیں چاہتے تھے کہ میں تعلیم کے لیے کہیں باہر جاؤں۔ میرے داخلے کے وقت میرے نانا نانی ہی پہلے تھے جنہوں نے یہ سوال اٹھایا کہ لڑکی کو دور دراز جگہ کیوں بھیجنا؟ وہ لڑکیوں کو تعلیم کے لیے کہیں اور جانے کے حق میں نہیں تھے۔[IDI-2]

میرے ماموں اور نانا نے بھی بالواسطہ سوال کیا اور کہا کہ یہ لڑکیاں اتنی دور کیوں جا رہی ہیں۔ان کے لیے بہتر ہو گا کہ وہ یہاں داخلہ لے لیں۔[IDI-10]۔

میرے چچا یہ پوچھ رہے تھے کہ بیٹی کو تعلیم کے لیے اتنی دور کیوں بھیجیں؟ وہ میرے حیدر آباد آنے پر تھوڑے غمگیں اور فکر مند تھے۔[IDI-13]

ان بیانات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رشتہ دار خاندان پر دباؤ ڈال رہے ہیں اور والدین کے فیصلے پر اثر انداز ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بلاشبہ لڑکیوں کی تعلیم کے بارے میں اس طرح کے بلاواسطہ تبصرے بچیوں کے ساتھ والدین کے امتیازی سلوک کو مضبوطی اوران کے جانبدارانہ طرزِ عمل کو فروغ دینے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔

کمیونٹی سطح کے چیلنجز:

سماجی دباؤ:

کمیونٹی اور معاشرہ متعدد وجوہات بتا کر دباؤ ڈالتے ہیں۔ مثال کے طور پر شادی، شادی کی عمر، بیٹی کو دور دراز مقام پر بھیجنا وغیرہ وغیرہ، یہ ایسی عام دلیلیں ہیں جن کے ذریعے برادری کے لوگوں نے بیٹیوں کی تعلیم کے مقابلے ان کی شادی کو زیادہ اہمیت کا حامل مانا ہے۔ جیسے ہی وہ اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچتی ہیں لوگوں کو ان کے اعلیٰ تعلیم کا مشورہ نہ دینے کی ایک اور دلیل مل جاتی ہے، کیونکہ معاشرے میں لڑکیوں کی اٹھارہ سال کی عمر میں شادی کر دینے کا چلن ہے۔ مندرجہ ذیل بیان میں اس سماجی دباؤ کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے:

> میرے والد گاؤں میں جہاں بھی جاتے، لوگ ان کا نام لے کر کہتے کہ آپ اپنی بیٹی کو تعلیم کے لیے اتنی دور کیوں بھیج رہے ہیں۔ گاؤں میں یہ معمول ہے کہ لڑکی جب اٹھارہ سال کی ہو جاتی ہے، تو لوگ اس کی شادی کے لیے دولہا تلاش کرنے لگتے ہیں۔ میرے گاؤں کی خواتین نے بھی مجھے سمجھانے کی کوشش کی اور یہ کہہ کر مجھے تعلیم کے لیے گاؤں سے دور جانے سے روکنا چاہا کہ کوئی نہیں جانتا کہ یہ (حیدرآباد) کیسی جگہ ہے۔[IDI-1]

> میرے گاؤں کے لوگوں نے میرے والد کو سمجھانے کی کوشش کی کہ آپ کی بیٹی شادی کی عمر کو پہنچ چکی ہے، اس لیے بہتر ہے کہ تعلیم کے لیے دور دراز جگہ نہ بھیجیں بلکہ اس کے لیے دولہا تلاش کریں اور اس کی شادی کی تیاری کریں۔[IDI-5]

> میرے والد کو یہ بھی سننا پڑا کہ آپ اپنی بیٹی کو گھر سے ہزاروں کلومیٹر دور کیوں بھیج رہے ہیں۔[IDI-10]

ایسے گاؤں جہاں مسلمان لڑکیاں عام طور پر اعلیٰ تعلیم تک نہیں پہنچتیں، وہاں اس طرح کا معاشرتی دباؤ اتنا اثر ڈالتا ہے کہ والدین بیٹیوں کو اعلیٰ تعلیم کی اجازت ہی نہیں دیتے۔

میں اپنے گاؤں میں اکیلی لڑکی نہیں ہوں، تقریبا سب کے ساتھ ایسا ہی ہو رہا ہے۔ میرے ہم جماعت لڑکیاں بھی اچھی طالب علم تھیں لیکن انہیں نہ چاہتے ہوئے بھی اردو اور آرٹس کے مضامین کا انتخاب کرنا پڑا۔ کسی طرح مجھے سائنس پڑھنے کا موقع مل گیا۔[IDI-11]

کمیونٹی اور معاشرہ لڑکیوں کے ساتھ امتیازی رویہ اختیار کرنے کی مختلف وجوہات تلاش کرتے ہیں۔ جیسے بیمار باپ کی تیمارداری، چھوٹے بھائی کا خیال رکھنا اور پریشان حال ماں کی مدد کرنا وغیرہ وغیرہ۔ ان ساری باتوں کو کمیونٹی کے لوگ لڑکیوں کو تعلیم سے دور رکھنے اور اپنے امتیازی رویے کی دلیل کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ بسااوقات بیمار باپ اپنی بیماری کی حالت میں بھی بیٹی کو تعلیم دینے کا خواہاں ہوتا ہے اور اس کے لیے تیار رہتا ہے، لیکن کمیونٹی کے لوگ اس قسم کا دباؤ ڈال کر بچیوں کو تعلیم سے دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل جواب دہندہ کے ساتھ ہوا:

میں نے سی بی ایس سی اسکول میں آٹھویں جماعت تک تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ تعلیم چھوڑ دو اور اپنے مستقل طور پر بیمار والد کی دیکھ بھال کرو۔ جب لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ اپنی ماں کی مدد کرو اور اپنے باپ کا خیال رکھو تو مجھ پر پڑھائی چھوڑنے کا دباؤ بڑھ گیا۔[IDI-2]

ان ساری باتوں میں ایک بہت ہی افسوسناک پہلو یہ ہے کہ کمیونٹی کی خواتین بھی ایسی صورت حال میں صنفی امتیازی رویے کی حامی بن جاتی ہیں۔ وہ اپنا تجربہ بتانے لگتی ہیں اور ان کے مطابق مناسب عمر میں شادی پر زور دیتی ہیں۔ ان کی یہ تجویز دراصل اس بات کی تصدیق ہے کہ اس کمیونٹی/مسلم معاشرے میں خواتین کی عمومی حیثیت کیا ہے۔ یہاں تک کہ ایک جواب دہندہ کو یہ کہہ کر خوفزدہ کرنے کی کوشش کی کہ 'شادی کرو، ورنہ بیچلر بن کر رہ جاؤ گی'۔ ان کے نزدیک دولہا تلاش کرنا اور 'صحیح' عمر میں لڑکیوں کی شادی کر دینا ان کی تعلیم سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ اس طرح سے یہ خواتین جو خود کمزور اور پدرانہ نظام کی ماری ہوئی ہیں وہ طاقتور (پدری نظام) کی زبان بولنے لگتی ہیں۔

میں جب بھی چھٹیوں میں گھر جاتی ہوں تو محلے کی عورتیں کہتی ہیں کہ تمام لڑکیوں کی شادیاں ہو رہی ہیں اور تم فضول تعلیم کی وجہ سے اب تک غیر شادی شدہ ہو۔ اگر جلد شادی نہیں کی تو اچھا دولہا نہیں ملے گا۔ اگر زیادہ تعلیم (اعلیٰ تعلیم) حاصل کروگی تو تمہیں مناسب دولہا نہیں ملے گا۔[IDI-5]

معاشرے میں خواتین کی 'عمر' کے بارے میں مختلف قسم کی کہانیاں اور متعدد داستانیں رائج ہیں جو شادی کو اعلیٰ تعلیم سے زیادہ اہم ثابت کرنے کے لیے ایک آلے کے طور پر استعمال ہوتی ہیں۔

بیٹیوں کی تعلیم سے لاتعلق رہنے پر والدین پر دباؤ

روایتی دباؤ:

روایتی دباؤ دراصل ایسے نفسیاتی دباؤ جو ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی والدین یہ سوچ رہے ہوتے ہیں کہ جب میرے والدین نے میری بہنوں کو خط و کتابت کی حد تک اور مدارس میں دینی تعلیم کے علاوہ تعلیم نہیں دی، تو پھر " میں اپنی بیٹیوں کو اعلی تعلیم کیوں دلاؤں"؟ یہ بات نفسیاتی طور سے والدین کے ذہن و دماغ میں گردش کرتی رہتی ہے جو کبھی کبھی ان کے ذہن میں بیٹی کے تصور کا لازمی حصہ بن جاتی ہے، اور ظاہر ہے کہ بیٹی کے اس تصور میں اعلیٰ تعلیم کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی، یہ ایک ایسا نفسیاتی دباؤ ہوتا ہے جس سے بعض والدین کبھی باہر نہیں نکل پاتے اور اپنی سمجھ کے مطابق بسا اوقات اسے بچیوں کو اعلی تعلیم نہ دینے کا زریں اصول بنا لیتے ہیں۔

بالواسطہ اور بلاواسطہ سماجی دباؤ:

بالواسطہ سماجی دباؤ:

بالواسطہ سماجی دباؤ وہ دباؤ ہیں جو خاندان پر خاص طور پر والدین پر ڈالے جاتے ہیں۔ اس طرح کے دباؤ میں تجویز کرنے کی زبردست طاقت ہوتی ہے۔ اس طرح کا دباؤ زیادہ تر قریبی ماحول اور رشتہ داروں کی طرف سے ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسا مجہول قسم کا دباؤ ہے جو کہے بغیر بھی کام کرتا ہے، یہ بالواسطہ رابطہ رکھتا ہے اور تجویز کرتا ہے۔ اس قسم کے دباؤ کا جواب صرف اس لیے دیا جاتا ہے کیونکہ خاندان جڑا ہوتا ہے اور اپنے ارد گرد اور معاشرے کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ یہ خیال والدین کے دلوں میں گھر کیے رہتا ہے اور ان کی نفسیات کا حصہ بن جاتا ہے کہ جب

میرے محلے اور رشتہ داروں میں کوئی یا اکثر لوگ اپنی بیٹیوں کو تعلیم نہیں دے رہے ہیں، تو "میں اپنی بیٹی کو کیوں تعلیم دوں"؟

بلاواسطہ سماجی دباؤ:

بعض دفعہ قریبی لوگ اور رشتہ دار براہ راست صاف طور پر صرف کہہ کر دباؤ ڈالتے ہیں اور اس کے لئے وہ خاندان یا والد کو باپنی گفتگو میں شامل کر لیتے ہیں۔ سماج کے لوگ اور رشتہ دار لڑکیوں کی اعلی تعلیم کے بارے میں اس طرح کی باتیں کر کے حوصلہ شکنی کرتے ہیں کہ اعلیٰ سطح تک تعلیم حاصل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ آخر ہمیں ان کی شادی تو کرنی ہی پڑے گی۔

اس طرح کا باؤ لوگوں کے ذہن میں بیٹی کا ایسا تصور اور خاکہ بناتا ہے جس میں ان کے لیے نہ تو اعلیٰ تعلیم کی گنجائش ہوتی ہے اور نہ اس کی ضرورت۔

کم تعلیم یافتہ ہونے کا دباؤ:

اس صورت میں جب والدین زیادہ تعلیم یافتہ نہ ہوں تو ان کے لیے اس حقیقت کا ادراک بہت مشکل ہے کہ پورے تعلیمی سفر میں اعلیٰ تعلیم سب سے بلند حیثیت رکھتی ہے، یہاں تک کہ اس وقت بھی جب بیٹی شادی کی عمر کو پہنچ جائے۔ دوسری طرف شادی کے ادارے سے وفاداری اور وابستگی کا بھی خیال والدین کے من میں ہوتا ہے۔ان سارے حقائق کو پیش نظر رکھتے ہیں تو پاتے ہیں کہ اس صورت حال میں کم تعلیم یافتہ والدین بڑی کش مکش اور دباؤ سے گھر جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ بیٹی کے لیے اعلیٰ تعلیم کو اہمیت نہ دے پاتے کیونکہ وہ خود نابلد ہیں اور وہ اس راستے سے کبھی نہیں گزرے ہیں۔ وہ ایسی صورت حال میں خود کو بالکل کورا پاتے ہیں اور بیٹیوں کے تعلق سے معاشرے کی طرف سے تعمیر کردہ سوچ کے مطابق اس کی شادی کو اپنی حتمی ذمہ داری سمجھتے ہیں اور اس کی شادی کر دینے کا فیصلہ کر لیتے ہیں۔

وقار کا دباؤ:

وقار کا دباؤ والدین، خاندان، برادری، معاشرے اور خاص طور پر مردوں کی نفسیات میں اس مقبول تصور سے پیدا ہوتا ہے کہ بیٹی (عورت) وقار اور عزت کی علامت ہے۔اس عزت کی حفاظت ہونی چاہیے۔ حد سے زیادہ تحفظ اور ملکیت کا یہ احساس والدین کو دباؤ میں لاتا ہے جس کی وجہ سے وہ بچیوں کو اعلیٰ تعلیم کے حصول جیسی

اہم آزادی نہیں فراہم کر پاتے۔ والدین کو اندیشہ رہتا ہے کہ اگر وہ اپنی بیٹی کو کالج بھیجیں گے تو ہو سکتا ہے وہ کسی لڑکے سے بات چیت یا میل جول رکھے، لڑکوں کے ساتھ تعلقات بنا لے، یا کچھ ایسا کام کر سکتی ہے جس سے خاندان کی توہین اور بے عزتی ہو سکتی ہے۔ عام طور سے ان کے ذہن میں یہ بات رہتی ہے کہ کسی ایسی ناگہانی کی صورت میں ان کی عزت خاک میں مل جائے گی، اور وہ معاشرے میں کسی کو منہ نہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے، اور اگر خدا نخواستہ ایسا کچھ ہوا تو ان کے لیے مناسب دولہا تلاش کرنا بہت مشکل ہو جائے گا۔ کیونکہ شادی کی ذمہ داری والدین کے کندھوں پر ہوتی ہے۔

دلہن کے لیے دولہے کے معیار کا دباؤ:

ایسا لگتا ہے کہ لڑکی کی شادی کے لیے دولہے کے مطالبے کا دباؤ دولہا اور اس کے اہل خانہ کی طرف سے مقرر کردہ عمومی معیار سے پیدا ہوتا ہے۔ عام طور سے شکل و صورت کے علاوہ عمر، علمی لیاقت اور خاندانی ذمہ داریوں کو سنبھالنے اور نبھانے کی صلاحیت اور خوبی ان کا مطلوبہ معیار ہوتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ جب والدین اپنی بیٹی کی اعلیٰ تعلیم کے معاملے میں فیصلہ کرتے ہیں تو وہ ان عمومی معیارات کو مد نظر رکھتے ہوئے فیصلہ کرتے ہیں۔ اس طرح مسلم خواتین کے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا امکان بھی دولہا اور اس کے خاندان کی طرف سے شادی کے لیے مقرر کردہ عمومی معیار پر منحصر ہے۔ اس لیے والدین سوچتے ہیں کہ انہیں اپنی بیٹی کو تعلیم کے لیے کس حد تک اجازت دینی چاہیے جس سے اس کی شادی کسی پریشانی کے بغیر ہو سکے۔ اگر دولہے کے نزدیک اس کی مطلوبہ دلہن کی عمر کا معیار صرف 18 سال یا اس کے قریب ہے تو اس صورت میں شادی کے لیے دولہا کی طرف سے عمر کی یہ حد بندی لڑکی کے تعلیمی سلسلے کے منقطع کرنے کا کا سبب بن سکتی ہے جس کے نتیجے میں وہ اعلیٰ تعلیم سے محروم ہو سکتی ہے۔ حالانکہ انٹرویوز کے دوران ریسرچر کو ملے جلے رد عمل کا اظہار دیکھنے کو ملا جسے مندرجہ ذیل نقاط میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

1. بعض خواتین شادی شدہ ہیں اور شوہر کی طرف سے انہیں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی اجازت اور تعاون حاصل ہے۔
2. ایم ایڈ مکمل کرنے والی ہے جس کی منگنی ہو چکی ہے اور جلد ہی شادی کی امید ہے۔ اور ہونے والے شوہر کا کوئی دباؤ نہیں ہے۔
3. اپنا ڈپلومہ مکمل کر لیں اور گھر پر آ کر رہیں۔ مزید تعلیم کی ضرورت نہیں۔

مندرجہ بالا معاملات میں ایسا نظر آتا ہے کہ دولہے عمر کے ساتھ سمجھوتہ کرکے پڑھی لکھی دلہن کی تلاش میں ہیں۔ حالانکہ ایسے لوگ کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔ ہر چار میں سے ایک شخص ایسا تھا جو اپنی ہونے والی بیوی کی اعلی تعلیم کے سلسلے میں تعاون کے لیے تیار نہیں تھا، یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ تعلیم کے میدان میں مسلم خواتین کی شرکت میں معمولی اضافہ ہوا ہے۔ لیکن بہر حال یہ کوئی عمومی چیز نہیں ہے۔

شادی شدہ خواتین کی کش مکش:

مسلم خواتین کی اعلی تعلیم میں شادی رکاوٹ نہیں ہے بلکہ دولہا اور اس کے خاندان کا مسلم خواتین کی تعلیم جاری رکھنے یا نوکری کرنے کی طرف رویہ اور قدر اس بات کا تعین کرتے ہیں کہ آیا وہ تعلیمی اور کیریئر کی خواہش پر عمل کرسکے گی یا نہیں۔

لڑکیوں کو اپنے آپ کو دو خاندانی تناظر میں سماجی بنانا ہوتا ہے۔ شادی سے پہلے اسے خود کو والدین کے خاندان کی ثقافت اور اقدار سے ہم آہنگ کرنا پڑتا ہے اور جب اسے اس کی عادت ہو جاتی ہے تو ایک دن اس کی شادی ہو جاتی ہے اور اسے دولہے کی خاندانی روایات اور اقدار کو جاننا اور ان پر عمل کرنا پڑتا ہے۔ مندرجہ بالا بیان سے دو باتیں اخذ کی جاسکتی ہیں۔

1. شادی شدہ مسلمان خواتین کی مردوں کے مقابلے میں روایتی زندگی کے ساتھ دو قدریں ہوتی ہیں۔
2. اگر پڑھی لکھی مسلمان خاتون کی شادی ایسے خاندان میں ہو جو تعلیم کی قدر سے بے بہرہ ہو، تو ایسی صورت میں تعلیم کا جاری رہنا ممکن نہیں، نوکری کرنے کے معاملے میں بھی ایسا ہی ہے۔

خوش قسمت ہیں وہ خواتین جنہیں دونوں طرف سے ایک جیسی اقدار اور ثقافت ملتی ہے۔ اس صورت حال میں پڑھائی اور نوکری کا سلسلہ جاری رہنے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔

ایک معاملے میں والدین اپنی بیٹی کی اعلیٰ تعلیم کے خلاف تھے، انہوں نے ایک ایسے خاندان میں اپنی بیٹی کی شادی کردی، جہاں شوہر بھی اس کی اعلیٰ تعلیم کے خلاف نکلا۔ جبکہ دو معاملات میں والدین اپنی بیٹی کی تعلیم کے لیے بہت معاون تھے اور ان دونوں خواتین کو ایسے شوہر ملے جو اپنی بیویوں کی اعلی تعلیم میں معاون ثابت ہوئے۔ ایک کیس میں مسلم خاتون جس کے والدین اعلیٰ تعلیم میں اس کا سپورٹ کررہے تھے اسے ایسا شوہر مل گیا ہے جو اعلیٰ تعلیم کے اور اس کے آگے بڑھنے کے شوق میں اپنی بیوی کا مکمل ساتھ دے رہا تھا۔

بعض صورتوں میں ایسی مسلم خواتین جن کے والدین ان کی اعلیٰ تعلیم کے خلاف تھے انہیں ایسے شوہر ملے جو نہ تو تعاون کر رہے تھے اور نہ حوصلہ افزائی کر رہے تھے۔اس طرح کے شوہر صرف یہ چاہتے تھے کہ ان کی بیویاں جو تعلیم جاری رکھے ہوئے تھیں کسی بھی طرح اسے مکمل کر کے گھر پر رہیں۔

خلاصہ:

اس باب میں محقق نے اعلی تعلیم کے لیے کوشاں مسلم خواتین کو انفرادی، عائلی اور سماجی و معاشرتی سطح پر درپیش چیلنجز کا پتہ لگانے کی کوشش کی ہے،انفرادی سطح پر زیادہ تر مسائل اور چیلنجز خواتین کے گھر سے باہر نکلنے، تعلیمی اداروں کی دوری اور دور کی مسافت تک ان کے تنہا سفر سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ چیلنجز بھی دراصل خواتین کی تعلیم کے تئیں خاندان کے امتیازی رویے اور ان کی تعلیم کو اہمیت نہ دینے کی وجہ سے رونما ہوئے ہیں۔ معیاری تعلیم، باقاعدہ کلاسز اور ہاسٹل کی سہولیات کا فقدان جیسے کچھ اور چیلنجز بھی ہیں جو ان کی تعلیم اور ترقی کی راہ میں بڑی حد تک رکاوٹ کا کام کرتے ہیں۔ خاندانی سطح پر درپیش چیلنجز میں والدین، گھر کے بزرگوں کا امتیازی رویہ اور لڑکیوں کی تعلیم کے بارے میں ان کی روایتی سوچ اور محدود نقطۂ نظر، بڑے بھائی کا امتیازی رویہ شامل ہے۔ جو آگے بڑھ کر تعلیم کے لیے تحریک اور کورس کے انتخاب کے معاملات میں اس کے اثر کی وجہ سے ہے جس کے سبب بہت سی لڑکیاں اپنے دلچسپی کے مضامین اور اپنے پسندیدہ تعلیمی اداروں میں تعلیم پانے سے محروم ہو جاتی ہیں۔ کمیونٹی کی سطح پر بھی ان کے تنہا باہر نکلنے کا مسئلہ سر فہرست ہے اور تعلیمی اداروں کی دوری کی وجہ سے رشتے داروں، برادری اور سماج کے لوگوں کو لڑکیوں اور ان کے خاندان پر انہیں اعلی تعلیم سے روکنے کا دباؤ بنانے کا موقع مل جاتا ہے۔ایسا لگتا ہے کہ مسلم معاشرے میں لڑکیوں کی شادی کا مسئلہ ان کی تعلیم سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے اسی لئے مختلف معقول اور نامعقول وجوہات پیش کر کے تشویش کا اظہار اور اعلی تعلیم سے انہیں باز رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

باب ششم: اعلی تعلیم کے حصول میں تعاون

تعارف:

تعاون یا حمایت وہ عوامل ہیں جنہوں نے کسی بھی طرح اور کسی نہ کسی طور پر مسلم خواتین کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے میں مدد فراہم کی ہیں۔ یہ عوامل اس قدر اہمیت کے حامل ہیں کہ ان کے نہ ہونے یا کمی کی صورت میں مسلم خواتین کا تعلیمی سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے یا کم از کم ان کی تعلیمی رفتار بہت سست ہو جاتی ہے۔ ان معاون عوامل کا انفرادی، خاندانی اور کمیونٹی کی سطح پر مطالعہ کیا گیا ہے۔ کمیونٹی کی سطح پر معاون عوامل کی وسیع پیمانے پر تحقیق نہیں کی گئی ہے۔ چونکہ جواب دہندگان نے اپنی تعلیمی زندگی میں مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کی بڑی اہمیت ظاہر کی ہے اس لیے اس ادارے کو بھی کمیونٹی کے عنوان کے تحت شامل کیا گیا ہے۔

انفرادی سطح پر تعاون:

والدین کو تعلیم کے لیے قائل کرنا:

اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے حوصلہ افزائی نے جواب دہندہ کو اپنے والدین کو قائل کرنے پر مجبور کیا جو اپنی بیٹی کی گریجویشن کی تکمیل کے بعد ڈپلومہ کرنے کی حمایت میں نہیں تھے۔ گریجویشن کے بعد ڈپلومہ کرنا مسئلہ نہیں تھا بلکہ یہ تعلیم کے حصول کی خواہش اور والدین کی اپنی بیٹی کی شادی کرنے کی خوشی کے درمیان کا تنازعہ تھا۔ یہ مسئلہ ان کے لیے پریشانی کا باعث تھا۔ ایسی صورت حال میں جواب دہندہ نے اپنے والدین کو منایا۔ اس نے والدین کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اپنی اعلی تعلیم پوری کرنے کے لئے اس صورتحال سے نکلنے کا درمیانی راستہ نکالا۔

انٹرویوز کے اقتباسات ہیں:

> میں نے اپنی والدہ سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے داخلہ لینے دیں، پہلے سمسٹر یا پہلے سال کے بعد
> آپ جس سے چاہیں میری شادی کرادیں بشرطیکہ وہ (شوہر) مجھے کورس مکمل کرنے کی اجازت

دے (فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ)۔ میں نے پہلے داخلہ لیا اور بعد میں شادی کرلی اس طرح مجھے اپنی تعلیم روکنی نہیں پڑی۔[IDI-1]

جب میں MANUU میں داخلے کے لیے منتخب ہوئی تھی۔ لوگ MANUU کو فاصلاتی تعلیم کے لیے جانتے تھے۔ میرا خاندان حیدرآباد جانے کی حمایت میں تھا۔ میرے والد کو مختلف لوگوں کا سامنا کرنا پڑا کہ آپ اپنی بیٹی کو دور دراز جگہ کیوں بھیج رہے ہیں۔ نتیجتاً ابا اور چچا سوچنے لگے کہ بیٹی کو بھیجیں یا نہیں۔ ہر روز نئے سوالات کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔[IDI-9]

جواب دہندہ کا حوصلہ اتنا بلند تھا کہ اس نے نہ صرف والدین سے بلکہ کمیونٹی سے بھی بات کی جو اس کے والدین کے آڑے آ رہی تھی اور انہیں غلط اطلاع دی رہے تھے۔ دلچسپی، حوصلہ افزائی، اور جواب دہندہ کے علم نے اسے الجھنوں کو دور کرکے اپنا راستہ تلاش کرنے میں مدد کی۔ ایسی حالت میں جہاں اس کی خواہش داؤ پر لگی ہوئی تھی، وہ والدین کو راضی کرکے باہر نکل آئی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جیسے جیسے مسلم خواتین تعلیمی راستے پر ترقی کرتی ہیں وہ اپنی ایجنسی (صلاحیت) کو نہ صرف خاندان بلکہ وسیع تر ماحول کا مقابلہ کرنے اور بات چیت کرنے کے لیے استعمال کرتی ہیں۔

مزاحمتی رویہ کا اظہار:

جواب دہندگان کے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ پر امیدی اور مستقبل کے بارے آگے بڑھنے کی سوچ کے ساتھ اعلیٰ تعلیم کی ترغیب نے خواتین میں لچکدار ہونے کے معیار کو فروغ دیا۔ لچکدار ہونے کی خصوصیت جواب دہندگان کو مالی مجبوریوں، صنفی امتیازی رویہ، ذریعہ تعلیم کو تبدیل کرنے اور مختلف کورسز اختیار کرنے میں درپیش چیلنجز کا سامنا کرنے کے قابل بناتا ہے۔ اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ تعلیمی راستے میں کیا مصیبت تھی، انہوں نے خود کو آگے بڑھنے کے قابل بنایا۔ بیانات کی کچھ جھلکیاں یہ ہیں:

میں ہندی میڈیم سے تھی اور یہاں ذریعہ تعلیم اردو تھا۔ ماحول اور زبان بالکل مختلف تھی۔ میرے لئے یہاں رہنا مشکل تھا۔ یہاں آنا گھر واپس جانا بھی مشکل کام تھا۔ مجھے پہلے سال میں جلد کی بیماری ہوگئی تھی[IDI-14]

یہ صرف لچکدار رویہ ہی ہے جو کسی بھی طالب علم کو مشکل حالات میں زندہ رہنے کے قابل بنا سکتا ہے۔ جواب دہندہ کی یہ طویل کہانی گواہ ہے کہ وہ اعلیٰ تعلیم کے سفر میں کیسے زندہ رہ سکتی ہے۔ رکاوٹ کے بعد رکاوٹ، لیکن وہ کبھی نہیں جھکی۔ اس کی خواہش اور جستجو اور اپنی صلاحیتوں کا ادراک کرنا ہی تھا جس نے اسے اعلیٰ تعلیم تک پہنچایا۔ انٹرویوز کے اقتباسات ہیں:

> میں نے خود مطالعہ کر کے 57 فیصد نمبروں کے ساتھ 12 ویں پاس کیا۔ اس کے بعد میں نے ایم بی بی ایس کرنے کا ارادہ کیا اور مجھے پرائیویٹ کالج میں داخلے کی پیشکش بھی ہوئی لیکن مالی تنگی کی وجہ سے ایڈمیشن نہ ہو سکا۔ میں صرف سادہ B.Sc کرنا چاہتی تھی۔ لیکن میں نے خاندانی خواہش پر فارمیسی میں ڈپلومہ کیا۔ اس کے بعد میں نے B.Sc کے ساتھ ساتھ ہسپتال میں سٹاف نرس کی نوکری جوائن کی۔ نوکری کی وجہ سے میں B.Sc میں اچھی کارکردگی نہیں دکھا سکی۔ اس لیے خراب نمبر ملے۔ میرے والد چاہتے تھے کہ میں ایل ایل بی کروں۔ ہر کوئی چاہتا تھا کہ میں ان کی خواہش کے مطابق مخصوص میدان میں پڑھائی کروں۔ لہذا، میں وہ نہیں کر سکی جو میں کرنا چاہتی تھی۔ بی ایس سی کے دوران میں نے ایک نوکری جوائن کی جہاں مجھے بہتر تنخواہ کی پیشکش کی گئی۔ چنانچہ میں نے ایم ایس ڈبلیو میں داخلہ لے لیا۔ جب میں نے ایم ایس ڈبلیو میں داخلہ لیا تو میرے بڑے بھائی نے مجھے بہت ڈانٹا برا بھلا کہا۔ میں نے فاصلاتی تعلیم کے ذریعے MSW کرنا شروع کیا اسی دوران مجھے گھر سے 250 کلو میٹر دور ملازمت کی پیشکش ہوئی۔ میں ملازمت کرنے کے معاملہ میں اٹل دلچسپی رکھتی تھی لیکن کوئی اس کے لیے تیار نہیں تھا۔ بہر حال میں نے اپنے چھوٹے بھائی کے تعاون سے اسے ممکن بنایا۔ میں نے جاب کرنے کے علاوہ NET کوالیفائی کیا۔ مانو، حیدر آباد۔ میں خوش قسمتی سے منتخب ہو گئی۔ جب سب کو پتہ چلا کہ میں حیدر آباد میں داخلہ لینے جا رہی ہوں تو میرے خاندان میں ہنگامہ تھا کہ لڑکی تعلیم کے لیے باہر نہیں جائے گی۔ میں نے بہر حال اپنا پختہ ارادہ اور چھوٹے بھائی کے تعاون سے اسے ممکن بنایا۔ [IDI-6]

جدوجہد کرنااور لچکدار ہونا ان کی قیمتی، منفرد اور غیر معمولی خصوصیات تھیں جو مسلم خواتین میں ان کی تعلیمی خواہشات کے لیے ناقابل تسخیر الہام کی وجہ سے پیدا ہوئیں۔

ارادے پر اٹل ہونا:

اپنے مطالبے پر اصرار اور مخالف والدین کو آخری فیصلہ لینے سے پہلے دو بار سوچنے پر مجبور کیا۔ کسی بھی مسلم خواتین کا والدین کے رویے کے خلاف مزاحمت کرنا معمول کا عمل نہیں ہے۔ لڑکیوں کے تعلیمی شوق پورا کرنے سے انکار ان کے اندر مصر فطرت کی تشکیل کا باعث بنا۔ اس سخت رویے نے بیٹی کو ٹیوشن کی اجازت حاصل کرنے میں مدد کی۔ انٹرویوز کے اقتباسات ہیں:

> میں نے حتمی فیصلہ کر لیا تھا کہ میں اپنے گریجویشن کے آخری سال میں سی ایم سائنس کالج کے ایک پروفیسر سے ٹیوشن لوں گی۔ اس لیے میں اس بات پر ڈٹی ہوئی تھی کہ میں یہ کیوں نہیں کر سکتی ہوں۔[IDI-11]

اٹل رویہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب بیٹی کو تعلیم کے میدان میں آگے بڑھنے کی خواہش سے انکار کر دیا جاتا تھا۔ گھر سے 15 کلو میٹر دور ٹیوشن کے لیے جانے کی اس کی خواہش کے خلاف جب مسلم خاتون کی مزاحمت کی گئی تو اس نے ڈٹ کر حالات کو اپنے لیے ساز گار بنا لیا۔

ماں کا اعتماد اور بھروسہ جیتنا:

ماں اپنی بیٹی کی حفاظت اور سلامتی کے بارے میں غالباً زیادہ فکر مند رہتی ہے۔ ماں کے دل میں بے یقینی کا خوف تب ہی کم ہو سکتا ہے جب اس کی بیٹی یقین دلائے کہ وہ ٹھیک ہے۔ ماں کو اپنی بیٹی کے لیے مختلف قسم کی فکر ہوتی ہے جیسے کہ بیٹی اپنا خیال رکھنے کے قابل ہے یا نہیں۔ بیٹی خود کو کیسے سنبھالے گی۔ اس طرح کی تشویش ماں کو اپنی بیٹی کے بارے میں فکر مند کرتی ہے۔

> جب معاملات آسان اور حل ہوتے گئے۔ ان میں اب خوف نہیں رہا۔ انہیں اب مجھ پر بھروسہ ہے کہ وہ صحیح فیصلہ کرے گی اور صحیح کرے گی۔ اب میری ماں کو یقین ہے کہ میں سب ٹھیک کر رہی ہوں۔ وہ اب پہلے کی طرح پریشان نہیں ہوتی۔[IDI-14]

ماں کا بھروسہ اور اعتماد جیت کر مسلمان خواتین زرخیز ذہن تیار کرتی ہیں جس پر علم کا بیج اگایا جاسکتا ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلم خواتین اپنے والدین کی فکر اور اندیشوں سے واقف ہیں اور اس کے مطابق اپنے والدین کا اعتماد جیتنے کی کوشش کرتی ہیں۔

فیملی کی سطح پر تعاون:

تعلیمی اداروں کی دوری اور تنہا باہر نکلنے کا مسئلہ:

بہت زیادہ معاونت کرنے والے خاندان نے طویل مسافتی تنہا سفر کے مسئلہ کو بھی حل کرنے میں کامیاب رہا۔ شاید انہیں اس بات کی سمجھ تھی کہ بیٹی کو گھر میں رکھ کر معیاری تعلیم اور مطلوبہ ماحول دینا ممکن نہیں۔

> دوری میرے خاندان میں کسی پریشانی کی وجہ نہیں رہی۔ جب کوئی دوست ساتھ دینے کو نہ ہوتے ہیں تو میں اکیلی بھی سفر کر لیتی ہوں۔[IDI-8]

> میرے والد دوری اور تنہا سفر کے معاملے پر آسانی سے کام لیتے ہیں (اکیلے آنا جانا ہے تو ہمارے ابو بولتے ہیں ٹھیک ہے کوئی بات نہیں)۔[IDI-10]

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض باپ اس سلسلہ میں شعور رکھتے ہیں اور محسوس کرتے ہیں کہ بیٹیوں کی بہتری کے لیے انہیں دور دراز کا تنہا سفر کرنے کی آزادی دینے کی ضرورت ہے۔ معاون باپ بیٹیوں کو باہری دنیا تسخیر کرنے کا موقع دیتا ہے۔

شادی کی عمر کے ساتھ گفت وشنید:

اہل خاندان کو نوجوانی کے ابتدائی سالوں میں لڑکی کی شادی کی مخالفت کرنی چاہیے۔ اہل خاندان کو اس بات کی حمایت کرنی چاہیے کہ شادی تعلیم کی راہ میں رکاوٹ نہ بنے۔ گھر والوں نے بھی بیٹیوں کا ساتھ دیا۔ انہوں نے بیٹیوں کی خواہشات کا احترام کیا:

> نہ میرے والدین کو اور نہ ہی مجھے اپنی شادی کی جلدی ہے۔ میرے والدین نے میری حمایت کی ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ میں اپنی مرضی کے مطابق تعلیم حاصل کروں۔[IDI-8]

> نہ میرے گھر والوں کو اور نہ ہی مجھے شادی کی جلدی ہے۔[IDI-10]

یہ بیان والدین کے مستقبل کے بارے میں سوچنے کی تجویز کے بارے میں بتاتا ہے جو بیٹی کی خواہش کا احترام کرتے ہیں اور انہیں قربان نہیں کرنا چاہتے۔ معلوم ہوا کہ تعلیم یافتہ والدین شادی سے پہلے اعلیٰ تعلیم کی تکمیل کو اہمیت دیتے ہیں۔

والدین کا سماجی دباؤ کو نظر انداز کرنا:

مندرجہ ذیل دونوں صورتوں میں، تعلیم یافتہ والدین نے بیٹی کی شادی کے سماجی دباؤ کو نظر انداز کیا۔ شہری علاقوں میں رہنے والے والدین کو بھی نوجوان بیٹی کی شادی کے متعلق ارد گرد کمیونٹی کے افراد کی طرف سے سماجی دباؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ خاندان نے شادی کے متعلق باتوں سے قائل ہونے کے بجائے اس طرح کے دباؤ کا بات چیت کے ذریعہ حل کیا۔ انٹرویوز کے اقتباسات یہاں نوٹ کرنا دلچسپ ہیں:

> میرے والد نے میری تعلیم کو کبھی نظر انداز نہیں کیا۔ عورتیں میرے والد سے میری شادی کے بارے میں پوچھتی تھیں[IDI-5]

> میرے والدین ہر لحاظ سے بہت معاون ہیں۔ لیکن مجھے قریبی رشتہ داروں سے اس قسم کا تعاون نہیں ملا۔[IDI-7]

خاندان وہ ایجنٹ ہے جس کے ذریعے معاشرہ نوجوان نسل میں داخل ہوتا ہے اور تعلیم کے بارے میں ان کے تصور کے ذریعے سے اپنی روایت اور اقدار کو پھیلاتا ہے۔

بیٹیوں پر اعتماد کا مظاہرہ:

جیسا کہ جواب دہندہ نے ذکر کیا، والدین نے آزادی فراہم کی کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ بیٹی قابل بھروسہ ہے۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے صرف مسلم خواتین کی حوصلہ افزائی ضروری نہیں ہے بلکہ والدین کا اپنی بیٹی کے تئیں اعتماد اور ان کی طرف سے حوصلہ افزائی بھی مسلم خواتین کے تعلیم کے حصول میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ والدین کا اپنی بیٹی پر بھروسہ سفر کو ہموار بناتا ہے۔ والدین کا اعتماد آزادی فراہم کرتا ہے جوان کی بیٹی کے لیے مزید مواقع پیدا کرتا ہے۔

> میرے خاندان کو مجھ پر بھروسہ ہے اور انہوں نے مجھے آزادی فراہم کی ہے۔[IDI-8]

صرف آنسو ہی کافی نہیں تھے، میری ماں میرے یہاں آنے کی حمایت میں تھی۔ پاپا بھی تیار ہی تھے لیکن وہ جس سے بھی مشورہ لے رہے تھے وہ منفی رائے دے رہے تھے۔ ماں نے اہم کردار ادا کیا۔[IDI-9]

والد کا دوسروں کو اطمینان دلانا:

بیٹی کی تعلیم کے معاملے میں باپ کو اہم کردار ادا کرنا ہوتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خاندان کے دیگر افراد اس سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ ایک معاون باپ کو خاندان کے افراد کی ہچکچاہٹ اور خدشات سے نمٹنا پڑتا ہے اور اسے منظوری اور معاہدے میں بدلنا پڑتا ہے۔ والد کو کچھ وقت قریبی رشتہ داروں سے بھی سوالات کا سامنا کرنا ہے۔

مجھے اپنے والد سے بہت زیادہ حوصلہ ملا۔ میری والدہ، میرا بڑا بھائی نہیں چاہتے تھے کہ مجھے داخلہ دلوایا جائے۔ ماں مجھ سے بات نہیں کر رہی تھی اور میرے بھائی مجھ سے ناراض تھے۔ میرے والد نے میرا ساتھ دیا اور کہا کہ بیٹا جاؤ اور تعلیم حاصل کرو۔ میں ان کی وجہ سے حیدر آباد میں ہوں۔ انہوں نے خاندان کے باقی لوگوں کو باور کرایا کہ حیدر آباد (MANUU) اچھی جگہ ہے۔[IDI-1]

میرے والد کی مخالفت کے باوجود، میرے والد نے یہ کہتے ہوئے مزاحمت کی کہ کوئی بات نہیں وہ لڑکی ہے (لڑکی ہوئی تو کیا ہوا) اسے پڑھنا چاہیے۔[IDI-2]

افراد خاندان کا خیال رکھنے کے علاوہ، والد کو کمیونٹی کے لوگوں کے دباؤ یا تجویز کو بے اثر کرنا یا اس کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ بعض اوقات کمیونٹی کے ارکان صنفی امتیازی رویہ رکھتے ہیں۔ ان کے پاس بہترین ممکنہ ذرائع ہیں جو بیٹی کی تعلیم کو خطرے میں ڈال سکتے ہیں جیسے لڑکی کی شادی، شادی کی عمر یاد دلانا، لڑکی کا دور دراز جانا، لڑکی کا اکیلا جانا۔ باپ کو ان پدرانہ بالادستی کی داستانوں کو نظر انداز کرنا، مزاحمت کرنا اور بے اثر کرنا ہے تاکہ اس کی بیٹی اپنی خواہش اور خواب کو پورا نہ کر سکے۔

میری شادی کے لیے والدین کے اصرار پر انہوں نے جواب دیا کہ اگر وہ ایم ایڈ کرنا چاہتی ہے تو ضرور کرے۔[IDI-5]

میرے والدین نے کبھی اس بات کی پرواہ نہیں کی کہ لوگ میری شادی، عمر، زیادہ تعلیم کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔انہوں نے ان الفاظ کی کبھی پرواہ نہیں کی۔ وہ ہمیشہ میری خواہش کے مطابق اعلی تعلیم حاصل کرنے کی حمایت کرتے تھے۔ اور انہوں نے اس قسم کے تبصروں کا جواب دیا کہ جب اللہ کی مرضی ہو گی، اس کی شادی ہو جائے گی اور مجھے کوئی جلدی نہیں ہے۔ [IDI-5]

میرے والد کو خاندان کے بزرگوں کو یقین دلانا پڑا کہ وہ تعلیم کے ساتھ پردہ کرے گی۔ وہ سمجھ بوجھ/پختگی کی اس سطح پر پہنچ گئی ہے کہ اپنی دیکھ بھال کر سکتی ہے۔انہیں مجھ پر پورا بھروسہ ہے کہ میں کوئی غلط کام نہیں کروں گی۔[IDI-5]

خاندان کے بزرگوں کو نقاب پہننے کے مذہبی اور ثقافتی رواج کے بارے میں تشویش ہے۔ بزرگوں سے منظوری حاصل کرنے کے لیے باپ، بزرگوں اور بیٹی کے درمیان ثالث کا کردار ادا کرتا ہے۔گھر کے بڑے، بھائی، قریبی رشتہ داروں اور برادری کے لوگوں کی باتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے باپ کو اپنا دل بڑا کرنا پڑتا ہے۔

مستقبل کا امکان دکھا کر حوصلہ افزائی:

اگرچہ ماں زیادہ پڑھی لکھی نہیں ہے، لیکن اس نے اپنی بیٹی کے لیے اعلیٰ مقصد طے کر کے اپنی بیٹی کی حوصلہ افزائی کی۔ماں بیٹی کا رشتہ بہت گہرا رشتہ ہے۔ماں کے پاس جدید تعلیم نہ ہونے کے باوجود جیسا کہ جواب دہندگان میں سے ایک نے شیئر کیا، اس نے بیٹی کے لئے وہ خواب دیکھا جو وہ نہیں کر سکی۔

میری ماں نے کبھی کسی کی بات نہیں سنی اور وہ ہمیشہ مجھے ڈاکٹر یا انجینئر بنانا چاہتی تھیں۔[IDI-2]

معاون ماں نہ صرف اعلیٰ مقصد طے کرتی ہے بلکہ اپنی بیٹی اور خود کو اپنے ارد گرد کے لوگوں کے امتیازی رویہ سے بھی بچاتی ہے۔

خاندان میں علمی ماحول اور مناسب تعلیمی رہنمائی:

جوائنٹ فیملی میں رہنے والی مسلم خواتین جہاں تمام ممبران یا تو نوکری کرتے ہیں یا تعلیم کے میدان میں ہیں۔ یہاں تک کہ خاتون ممبر (ماں) سرکاری ملازم ہے۔اس طرح کے ماحول میں غیر شعوری طور پر لوگوں کا برتاؤ

اچھا ہوتا ہے اور جھکاؤ اعلی معیار کی طرف ہوتا ہے۔ خاندان میں تعلیمی ماحول نے بھی جواب دہندہ میں علمی دلچسپی پیدا کرنے میں مدد کی۔ جواب دہندہ میں اپنے ماموں کو سائنس میں دلچسپی لیتے دیکھ کر دلچسپی پیدا ہوئی۔ اور اس نے ان سے رہنمائی بھی حاصل کی۔

> میری ماں نے بچپن سے ہی میری رہنمائی کی۔ اس کی نظر اس بات پر تھی کہ آیا میں پڑھ رہی ہوں یا نہیں اور میں اپنا وقت کیسے استعمال کر رہی ہوں۔[IDI-9]

> سینئر ممبر جیسے میرے چچا مشورہ دیتے رہتے ہیں کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ میں دیکھتی رہی ہوں کہ میرے چچا سائنس پڑھتے ہیں۔ شاید خاندان میں سائنس کے ماحول کی وجہ سے میں ریاضی کے شعبے میں تعلیم حاصل کر رہی ہوں۔[IDI-9]

> میرے لیے، میرے ماموں حوصلہ افزائی اور رہنمائی کا باعث رہے ہیں۔ آج میں جو کچھ اور جہاں ہوں انہی کی وجہ سے ہوں۔[IDI-9]

اس طرح گھر میں علمی فضا اور تعلیم دوست ماحول پیدا کرتا ہے۔ بزرگ رہنمائی کر سکتے ہیں اور تعلیم کے لیے اس پر نظر رکھ سکتے ہیں۔ اور ساتھ ہی دلچسپی کا پتہ لگانے میں مدد کرتے ہیں۔

گھر سے دور بہتر ماحول فراہم کرنا:

والد، بھائی، بڑے بھائی مختلف قسم کی امداد دے کر ایک بہتر ماحول بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ والد نے اپنی بیٹی کو گھر سے دور تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دینے کا فیصلہ خود کیا۔ یہ بہتر ماحول دینے کی والد کی دانستہ کوشش ہے کیونکہ نہ تو خاندان میں علمی و تعلیمی ماحول ہے اور نہ ہی معاشرے میں۔ والد نے اپنی بیٹی کے اچھے نتائج حاصل کرنے کے لیے بہتر مظاہرے کے مواقع فراہم کرنے کی کوشش کی۔

> میں نے دربھنگا، بنگلور اور حیدر آباد کے لیے کوالیفائی کیا۔ میرے والد چاہتے تھے کہ میں گھر سے دور تعلیم حاصل کروں اور ان کا خیال تھا کہ یہ میرے لیے بہترین ہے۔[IDI-2]

اگر خاندان میں بزرگ اور پڑھے لکھے افراد ہوں تو مسلمان خواتین کو ابتدائی دور سے ہی رہنمائی اور ترغیب ملنا شروع ہو جاتی ہے۔ ان کو دیکھ کر اور مشاہدہ کر کے غیر شعوری طور پر حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ تعلیم یافتہ خاندان سے تعلق رکھنے والی مسلم خواتین کے لیے یہ خوش قسمتی کی بات ہے کہ وہ رہنمائی حاصل کر رہی ہیں کیونکہ

وہ خوب صورتی پر زیادہ زور لگاتی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، مسلم خواتین کو تعلیمی میدان میں کورس کے انتخاب، مضمون کے انتخاب اور کیریئر اور رہنمائی سے متعلق دیگر اہم چیزوں میں چیلنجز کا سامنا نہیں کرنا پڑتا ہے:

> خاندان کے بزرگ افراد تعلیم یافتہ ہیں، وہ ہماری رہنمائی کرتے ہیں اور آگے بڑھنے میں ساتھ دیتے ہیں۔[IDI-3]

> میرا مشترکہ خاندان ہے، اور خاندان کے تمام افراد تعلیم کے لیے تعاون کرتے ہیں۔ یہ خاندان کا تعاون تھا جس کی وجہ سے مجھے کم چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا۔ کوئی بھی مداخلت نہیں کرتا تھا کیونکہ وہ تعلیم یافتہ ہیں۔[IDI-3]

> جب ہم اپنا گریجویشن مکمل کرنے والے تھے تو میرے والد نے MANUU، حیدر آباد میں داخلہ لینے کا فیصلہ کر لیا۔[IDI-10]

خاندان میں سرپرست کی موت کی صورت میں بزرگ خاص طور پر بھائی بھی حالات کو سنبھالنے میں مدد کرتے ہیں۔ مسلم عورت دیگر امداد کے علاوہ مالی مدد کے لیے سرپرست پر بہت زیادہ منحصر رہتی تھی۔ اگر بڑا بھائی پوزیشن حاصل کر رہا ہے تو اس کا امکان زیادہ ہے اور اسے زیادہ چیلنج کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ جواب دہندہ کو حیدر آباد شہر اور یونیورسٹی کا بھی پتہ ہے:

> میرے والد کی وفات کے بعد میرے بڑے بھائی کی وجہ سے سب کچھ سنبھل گیا اور وہ یہاں حیدر آباد میں ملازمت کر رہے ہیں اور میری ماں کے ساتھ سن سٹی میں رہتے ہیں۔ اور میں MANUU ہاسٹل میں رہتی ہوں۔[IDI-4]

ملازمت کی آزادی دینا:

جب مسلم خواتین کی تعلیم بہت زیادہ نہیں ہو اور باپ اپنی بیٹی کو نوکری کی اجازت دے دے تو یہ تجسس پیدا کرتا ہے۔ ایسے والدین اپنی بیٹی کی زندگی میں اعلیٰ تعلیم کی اہمیت کو سمجھنے میں بہت آگے نکل چکے ہیں۔ انہیں اس بات کی سمجھ ہے کہ نوکری صرف لڑکوں کے لیے ہی نہیں ہے بلکہ لڑکیاں بھی نوکری کر کے مالی طور پر فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ یہ صنفی امتیاز کے لیے ایک معاکس/الٹا نظریہ ہے۔

میرے والد کو ہمارے کام کرنے سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میری ایک بہن پہلے ہی دہلی میں نوکری کر رہی ہے۔[IDI-10]

میرے والد بہت اچھے ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ مجھے یہ کہتے ہوئے حوصلہ دیا کہ 'میری بیماری کی وجہ سے پریشان نہ ہوں، آپ کو پڑھنا چاہیے اور میرا نام روشن کرنا چاہیے۔[IDI-7]

میرے والد نے بہت دکھ سہے لیکن انہوں نے مجھے کبھی تکلیف نہیں ہونے دی۔ مجھ میں ہمت نہیں تھی البتہ میں نے اپنے والد سے حوصلہ حاصل کیا۔[IDI-2]

شوہر اور اس کے خاندان کا تعاون:

شوہر کچھ خاتون کے لیے بہت معاون رہا ہے۔ لیکن شادی شدہ جواب دہندہ کے لیے ایسا نہیں ہے۔ شادی کے بعد مسلم خواتین میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا بہت عام ہے۔ دو شوہر جنہوں نے اپنی بیوی کی حمایت اور حوصلہ افزائی کی وہ بہت پڑھے لکھے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ خاندان کے مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین بھی تعلیم یافتہ ہیں۔ دوسرے جوابدہندہ کا معاملہ ہے یہ کہ خاتون ممبر (ساس) بھی ملازمت کر رہی ہیں۔ شوہر کی حمایت اس کی بیوی کو ماسٹرز اور ریسرچ کرنے کے لیے بہت حوصلہ دیتی ہے۔

میں بی ایڈ کر رہی تھی۔ جب میری شادی ہوئی تھی۔ جب میں دربھنگہ میں پوسٹ گریجویشن کر رہی تھی تو میرے شوہر نے مجھے بہت سپورٹ کیا۔ کریڈٹ میرے شوہر کو جاتا ہے کہ میں یہاں ہوں۔اب وہ مجھے تحقیق کرنے پر آمادہ کر رہے ہیں۔[IDI-3]

اگر میں پوسٹ گریجویشن کر رہی ہوں تو یہ صرف میرے شوہر کے تعاون کی وجہ سے ہے۔ میرے شوہر چاہتے تھے کہ میں پڑھوں، اس لیے میں نے شادی کے بعد گریجویشن میں داخلہ لیا۔ میرے شوہر نے مجھے کہا کہ تمہیں پڑھنا ہے۔اس لیے میں یہاں پوسٹ گریجویشن کے لیے آئی ہوں۔[IDI-12]

اس نے بھی میرا بہت ساتھ دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ 'مطالعہ کے وقت مطالعہ اور بات کے وقت بات کرنا'۔[IDI-9]

مجھے M.Sc کرنے کے لیے اپنے شوہر کے خاندان سے کوئی بات چیت نہیں کرنی پڑی۔ مجھے اپنے شوہر کی مکمل حمایت حاصل ہے۔[IDI-9]

شادی، شوہر کے ساتھ ساتھ بیوی کے لیے بھی تبدیلی کا مرحلہ ہے۔ لیکن بیوی کی تبدیلی کی نوعیت شوہر کی تبدیلی سے مختلف ہے۔ عورتیں اپنا گھر چھوڑ کر دوسرے خاندان میں چلی جاتی ہیں جہاں انہیں اپنے ارد گرد کے مختلف لوگوں کے ساتھ موافقت کرنا پڑتی ہے اور ان لوگوں کی خاندانی روایات اور اقدار مختلف ہو سکتی ہیں۔ ایسے حالات میں تعلیم کو جاری رکھنے کے لیے شوہر کا تعاون بہت ضروری ہے۔ اور مندرجہ بالا دو صورتوں میں اس قسم کا معاون ماحول فراہم کیا گیا ہے۔ اعداد و شمار سے یہ واضح تھا کہ شوہر کے خاندان نے بھی مطالعہ کو جاری رکھنے کی اجازت دے کر، حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اپنا تعاون بڑھایا۔ شوہر کا خاندان جہاں خاندان کی خاتون رکن تعلیم یافتہ ہوں اور ملازمت کر رہی ہوں وہ ایسا ماحول فراہم کر سکتی ہے جہاں تعلیم جاری رکھنے یا نوکری کرنے کے بارے میں سوچنا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اس طرح کا خاندانی ماحول آگے بڑھنے کی خواہش پوری کرنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔

میرے شوہر کا خاندان بھی پڑھا لکھا ہے۔ اس لیے میری ساس نے مجھے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دی۔ وہ کہتی ہیں 'اپنا وقت استعمال کریں'۔[IDI-3]

میری شادی کے بعد میرے شوہر کے خاندان نے میرا ساتھ دیا۔ میرے شوہر کے خاندان میں علمی ماحول ہے۔ وہ بھی تعلیم یافتہ ہیں اور یہاں تک کہ خواتین ارکان بھی تعلیم حاصل کر رہی ہیں یا نوکری کر رہی ہیں۔ میری ساس اور نند نوکری کرتی ہیں۔ اس لیے میرا شادی کے بعد پڑھائی جاری رکھنا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔[IDI-9]

چار شادی شدہ خواتین میں سے تین جواب دہندگان کو اس قسم کا معاون رویہ اور ماحول ملا۔ ان شادی شدہ خواتین کے دونوں طرف ایک جیسے پڑھے لکھے والدین تھے۔ اس طرح، تعلیم یافتہ خاندان خواتین کی تعلیم اور ان کے خوابوں کی تعبیر کے لیے سازگار ماحول فراہم کرنے کے لیے زیادہ ذمہ دار ہوتے ہیں۔ یہ بھی نوٹ کیا گیا کہ سسرال کی طرف سے مسلم خواتین کو ملٹی نیشنل کمپنیوں میں ملازمت حاصل کرنے کی کوشش کرنے سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

بھائیوں بہنوں کا تعاون:

بڑے بھائی نے پیسے کما کر بہن کی کفالت کی تا کہ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکے۔ بھائی کی آمدنی ہی خاندان کی آمدنی کا واحد ذریعہ تھی۔ اس لیے بھائی کی طرف سے مالی مدد بہت ضروری تھی۔ بڑے بھائی کی حمایت صرف پیسوں تک محدود تھی۔ کیونکہ وہ اپنی بہن کی تعلیم کے لیے گھر سے زیادہ دور جانے کے حامی نہیں تھے۔

> میرے سب سے بڑے بھائی نے 18 سال کی عمر سے نوکری کرنا شروع کر دی۔ ان کی حمایت نے مجھے اس مرحلے تک پہنچایا۔ (لیکن وہ اپنی بہن کی حمایت میں نہیں تھا کہ اس کی خواہش پوری کرنے کے لئے دور دراز جگہ پر جائیں) [IDI-6]

اہم وقت میں، اسی جواب دہندہ کے چوتھے بھائی نے اپنی بہن کو تعلیم کے لیے دور دراز جانے کی اجازت دینے کے معاملے میں سختی کی۔ جواب دہندہ اپنے بھائی کے تعاون کی مقروض تھی۔ بڑے بھائی نے خاندان کے دوسرے فرد کی مرضی کے خلاف اپنی بہن کے لیے پوزیشن لے کر حمایت کی۔

> میرا چوتھا بھائی میری حمایت میں تھا۔ وہ گھر والوں کے سامنے دیوار کی طرح کھڑا تھا، ''کیوں نہ بھیجوں''۔ میں ان کی وجہ سے یہاں اپنی خواہش کے مطابق پی ایچ ڈی کر رہی ہوں۔ [IDI-6]

بھائی نے نہ صرف اپنی بہن کا ساتھ دیا بلکہ اس کی دیکھ بھال کی، رہنمائی کی اور آگے بڑھنے کے راستے دکھائے۔ اس طرح تحقیق کا سفر ممکن ہو سکا۔ جواب دہندہ کے ذریعہ 'سپورٹ' کو اس طرح بیان کیا گیا۔

> میرے چھوٹے بھائی نے مجھے بہت سپورٹ کیا۔ وہ مجھے اس جگہ لے گیا، رہنے کے لیے کمرے اور کھانے کا بندوبست کیا۔ میں نے جاب کرنے کے علاوہ NET کوالیفائی کیا۔ میرے چھوٹے بھائی نے مجھے MANUU، حیدرآباد میں پی ایچ ڈی کے لیے فارم بھرنے کے لیے اصرار کیا، خوش قسمتی سے میں منتخب ہو گئی۔ [IDI-6]

دوسرے جواب دہندہ کے معاملے میں والد، والدہ اور دو بڑے بھائیوں میں سے ایک اس کی اعلیٰ تعلیم کے حق میں نہیں تھے۔ ان میں سے ایک جواب دہندہ کی اعلیٰ تعلیم کے حق میں آگے آتا ہے۔ اس نے والدین اور بھائی کو راضی کر کے مدد فراہم کی۔ انہوں نے تعلیم اور کیریئر کے میدان میں اخلاقی مدد اور رہنمائی بھی کی۔

میرے ایک بھائی نے میرا بہت ساتھ دیا۔اس نے ابتدا میں اخلاقی طور پر میرا ساتھ دیا اور میرے والدین اور بھائی کو میرے لیے انجینئرنگ کرنے پر راضی کرنے کی کوشش کی۔ آج میں جو کچھ بھی ہوں اپنے بھائی کی وجہ سے ہوں۔ وہ آج بھی میری حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ میں اپنی پوری کوشش کروں اور مسابقتی امتحان کی تیاری کروں۔اس نے مجھے حوصلہ اور ہمت سے بھر دیا۔[IDI-11]

ایسے ہی ایک معاملے میں، بڑے بھائی کو خاندان کے دوسرے مزاحمتی ارکان (والدین اور ایک بڑے بھائی) کو یقین دلانا پڑا۔ انہوں نے اہل خانہ کو یقین دلایا کہ اگر کچھ ہوتا ہے تو ذمہ داری قبول کر لیں گے۔

میرے بھائی سے مجھے مدد اور آزادی فراہم کرنے پر پوچھ گچھ کی گئی۔ میرے بھائی نے جواب دیا کہ میں اس کا خیال رکھوں گا اور مجھے اپنی بہن پر پورا بھروسہ ہے۔[IDI-11]

مجھے آئی ٹی اور کمپیوٹر سائنس میں داخلے کی پیشکش ہوئی، میری بہن نے مجھے لڑکی ہونے کی وجہ سے کمپیوٹر سائنس میں داخلہ لینے کا مشورہ دیا۔ میرے لیے میری بہن آئیڈیل ہے۔ میں اس کے راستے پر چل رہی ہوں۔[IDI-14]

اس طرح بڑی بہن نے بھی مسلم خواتین کے لیے رہنما اور آئیڈیل کا کام کیا۔ کسی کی موجودگی بطور خاص بڑی بہن کی موجودگی جو اس راستے پر چلنے کے لیے مثالی تھی، مسلم خواتین کے لیے ناقابل یقین حمایت تھی۔ اسی بڑی بہن نے اپنی بہن کے لیے کورس کے انتخاب میں مدد کی۔ بعض ایسے معاملات تھے جن میں مسلم خواتین کو اس قسم کی حمایت حاصل نہیں تھی بلکہ ان پر ایک خاص کورس مسلط کیا گیا تھا۔ جواب دہندہ کو سوشل سائنس میں دلچسپی تھی، بہن نے اس کی سائنس کی رہنمائی کی اور آخر کار انجینئرنگ میں ڈپلومہ میں داخلہ مل گیا۔ بہن پہلے ہی کمپیوٹر سائنس میں ماسٹرز کر رہی تھی۔ چنانچہ بڑی بہن نے اپنی چھوٹی بہن کو کمپیوٹر سائنس میں داخلہ لینے کے لیے سپورٹ کیا تاکہ وہ اس کی بہتر طریقہ سے مدد کر سکے کیونکہ وہ اس راستے سے گزر چکی تھی اور اپنے شعبے کے بارے میں اچھی معلومات رکھتی تھی۔

بڑی بہن نے مجھے سائنس کے شعبے میں داخل کرایا کیونکہ وہ خود بھی اسی شعبے میں تھیں۔ وہ چاہتی تھی کہ میں اس کے نقش قدم پر چلوں۔ میں نے ڈپلومہ (کمپیوٹر سائنس) میں داخلہ لیا[IDI-14]

میری بہن میرے خاندان اور رشتہ داروں میں پہلی خاتون ہے جو نوکری کر رہی ہے۔ [IDI-10]

اگر میں کہیں گر جاتی ہوں تو وہ مجھے اٹھنے میں مدد دیتی ہے۔ اگر میں کوئی غلط کام کرتی ہوں تو وہ مجھے ڈانٹتی ہے، اور مجھے اس طرح ڈانٹتی ہے کہ مجھے احساس ہوتا ہے کہ میرا قصور کہاں ہے۔ وہ باہر پریشانی سے نکلنے کا راستہ بھی بتاتی ہے جو اکثر صحیح ہوتا ہے۔[IDI-13]

بہن بھائی (بھائی اور بہنیں) مختلف طریقوں سے اپنا تعاون فراہم کرتے ہیں۔ مالی تعاون، بہن کے مفاد کے لیے کھڑا ہونا، رول ماڈل کے طور پر کام کرنا، رہنمائی کرنا وغیرہ۔ اس طرح خاندان کے دوسرے افراد کے تجربات مسلم خواتین کی اعلیٰ تعلیم کے لیے خاص طور پر اس موضوع کے انتخاب میں بہت اہم ہیں جو مستقبل کی زندگی میں مثبت اثرات مرتب کر سکتے ہیں۔ مزید برآں، بڑی بہن کا کردار بھی خاندان اور رشتہ دارں میں پہلی جاب کرنے والی خاتون ہونے کے لحاظ سے اہم تھا۔ اس بات نے نفسیاتی رکاوٹ سے اس طرح نجات دی کہ اسے خاندان سے منظوری حاصل کرنے کے لیے جدوجہد نہیں کرنی پڑے گی۔

قریبی رشتہ داروں کی حمایت:

قریبی رشتہ داروں نے مختلف طریقوں سے اور مختلف حالات میں بعض اوقات خواتین کی مدد کی۔ گاؤں میں رہنے والی ایک مسلم خاتون جس کے والدین اور دادا دادی اعلیٰ تعلیم یافتہ اور پڑھے لکھے ہیں وہ خاتون رکن کے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے میں مزاحم نہیں تھے لیکن انہیں دیہی علاقوں میں طویل فاصلے پر خاتون رکن کی نقل و حرکت کی اجازت دینا مشکل تھا۔ چھٹی جماعت کے بعد مسلم خواتین کو طویل فاصلہ طے کرنا پڑتا تھا۔ لیکن گھر والے اس خرچہ کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ ایسی حالت میں قصبے میں رہنے والے چچا نے رہنے اور مزید تعلیم جاری رکھنے کے لیے پناہ گاہ فراہم کی۔ ایک اور صورت حال میں علاقے کے آس پاس اچھا کالج نہ ہونے کی وجہ سے خالہ نے رہنے کے لیے گھر میں جگہ بنائی اور گریجویشن مکمل کی۔

میں نے دربھنگہ سے تعلیم حاصل کی، وہاں میرے چچا رہتے ہیں اور ہمارا گھر ہے۔

چھٹویں جماعت کے بعد، میں نے دربھنگہ میں تعلیم حاصل کی اور B.Ed،M.A،B.A کیا،

اور اب MAANU سے M.Ed کر رہی ہوں۔[IDI-3]

میں نے اپنی گریجویشن خالہ کے گھر رہ کر کی۔[IDI-10]

کزن جس نے کالج اور یونیورسٹی کی زندگی سے واقفیت حاصل کی تھی اور مختلف تعلیمی اداروں کے بارے میں جانتا تھا اس نے جواب دہندہ کے والدین کو MANUU میں داخلہ لینے کے لیے رہنمائی کی۔

میرے کزن بھائی نے MANUU، حیدرآباد سے MSW کرنے کے لیے

میرے والد کی رہنمائی کی۔[IDI-10]

قریبی رشتہ داروں نے جواب دہندگان کو اپنے گھر پر رہ کر اپنی تعلیم کو آگے بڑھانے میں اپنا تعاون فراہم کیا۔ دیہی علاقوں میں رہنے والے جواب دہندگان نے اس قسم کی مدد حاصل کی۔ والدین اپنی بیٹی کو اعلیٰ تعلیم دلانے میں مزاحم نہیں تھے لیکن اندیشہ تو دور کی بات ہے، عورت کو پردہ کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح خاص طور پر دور دراز علاقوں سے تعلق رکھنے والی خواتین کے لیے اس قسم کے تعاون کی ضرورت ہے۔

معاشرتی سطح کی حمایت:

MANUU بطور گرومنگ پلیٹ فارم:

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی نے مختلف طریقوں سے مدد کی ہے اور معاشرے کے پسماندہ طبقوں کو تعلیم دینے میں اہم کردار ادا کیا ہے، خاص طور پر مسلم خواتین کو تعلیم دینے میں اس کا کردار بہت بڑا ہے۔ اس سیکشن میں محقق ان طریقوں پر غور اور وضاحت کرنا چاہتا ہے جن میں MANUU مسلم خواتین کے تعلیمی خواب کو پورا کرنے کے مرکز کے طور پر ابھرا ہے۔

ثقافتی ایسوسی ایشن:

جواب دہندہ نے یونیورسٹی کے ثقافتی ماحول سے وابستگی محسوس کی۔ جب محقق نے مسلم یونیورسٹی کا مطلب پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ اس قسم کے ماحول سے راحت محسوس کرتی ہے اور اس کے ساتھ وہ خود کو وابستہ کر سکتی ہے۔

> حیدرآباد یونیورسٹی(MANUU)(مسلم ثقافت) مسلم یونیورسٹی ہے۔ یونیورسٹی لڑکیوں کے لیے اچھی ہے۔ چنانچہ والدین نے ہمیں MANUU حیدرآباد میں داخلہ دلایا۔[IDI-10]

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی میں کچھ ایسا خاص قسم کا تعلیمی ماحول ہوتا ہے جس میں وہ راحت محسوس کرتے ہیں۔ یہ ماحول ان کے تہذیبی اور روایتی کلچر سے زیادہ قریب ہے اسی لیے کچھ بچیوں نے اسے مسلم ماحول سے تعبیر کیا ہے۔ جو حسب ذیل ہے:

اکیڈمک اسپیس:

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی میں گھر سے دور ہونے کی وجہ سے انہیں پڑھائی اور مطالعہ کے لیے کافی وقت ملتا تھا جو مسلم خواتین کو عموماً گھر پر میسر نہیں ہوتا، کیونکہ انہیں گھر کے کام کرنے پڑتے ہیں۔ MANUU کیمپس میں ہاسٹل کی سہولت کی وجہ سے ان کا کافی وقت بچتا ہے، جسے وہ اپنے مطالعے میں استعمال کرتی ہیں، جس کی وجہ سے انہیں ٹیوشن کے لیے کہیں باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

> یہاں (MANUU) میں میں ہر چیز سے آزاد ہوں۔ میرے پاس مطالعہ کے لیے کافی وقت ہے۔ گھر میں مجھے اپنی والدہ کی مدد کرنی پڑتی تھی، مزید یہ کہ مجھے ٹیوشن کے لیے تھوڑی دور جانا پڑتا تھا، اسکول دور دراز جگہ پر تھا۔ میں وہاں سائیکل پر جاتی تھی۔ اس میں تقریباً ایک گھنٹہ لگ جاتا تھا۔[IDI-1]

دوسرے کالج سے آنے والے جواب دہندہ نے بھی اپنے دوسرے تجربے سے موازنہ کرتے ہوئے مانع میں ہاسٹل کی سہولت کی اہمیت یوں بیان کیا۔

> جب میں نے B.Tech میں داخلہ لیا۔ جے این ٹی یو کے پرائیویٹ کالجوں میں سے ایک میں، تب مجھے MANUU ہاسٹل کی اہمیت کا احساس ہوا، یہاں مجھے مانو کا کھانا بھی یاد آتا تھا۔[IDI-14]

اس طرح مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی ان کے لیے گرومنگ گراؤنڈ ثابت ہوئی۔ کیونکہ یہاں کا ماحول اور علمی فضاان کے لیے موزوں اور مطلوب ہے۔

محفوظ ومامون اور قابل اعتماد کمپاؤنڈ:

ایک جواب دہندہ جو پہلے ہی MANUU، دربھنگہ میں تعلیم حاصل کر رہی تھی، نے دربھنگہ سنٹر پر MANUU، حیدرآباد کو ترجیح دی۔ یہ اس وجہ سے ممکن ہوا کیونکہ جواب دہندہ اور اس کے والد کو حیدرآباد مرکز کا ہاسٹل کمپاؤنڈ محفوظ لگتا تھا۔

> یہ میرے لیے بہترین موقع ہے کہ میں مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی میں پڑھ رہی ہوں۔ دربھنگہ میں MANUU کی ایک شاخ بھی ہے، لیکن میں نے حیدرآباد سے M.Ed کرنے کو ترجیح دی۔ یہ اس لیے بھی بہتر ہے کہ یہاں محفوظ ہاسٹل کمپاؤنڈ ہے اور میرے والد نے بھی یہی تجویز دی تھی۔[IDI-3]

مسلم خواتین کو محفوظ ہاسٹل کے بغیر تعلیم حاصل کرنا مشکل لگتا ہے۔ انجینئرنگ میں بیچلر کی ڈگری حاصل کرنے والے ایک جواب دہندہ کو مشکل زندگی گزارنی پڑی۔ اسے MANUU کی طرف سے فراہم کردہ ہاسٹل کی سہولت میں راحت ملی۔

> میرا خاندان سمجھتا ہے کہ یہاں حفاظت ہے۔ مجھے پی جی میں رہنا پڑتا تھا، ہاسٹل کی سہولت نہیں تھی۔ MANUU میں، حفاظت اور سلامتی کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔[IDI-7]

جواب دہندہ خواتین کے شوہروں میں سے ایک جو بہت معاون تھا، نے اسے صرف اس بنیاد پر پوسٹ گریجویشن کرنے پر آمادہ کیا کہ اسے لگا کہ MANUU نے تعلیمی ماحول اور محفوظ ہاسٹل فراہم کیا۔

> میرے شوہر خود MANUU کے بارے میں جانتے تھے۔ انہوں نے اچھے ماحول اور ہاسٹل کی سہولت کا حوالہ دیتے ہوئے پوسٹ گریجویشن کرنے پر آمادہ کیا۔[IDI-12]

چونکہ MANUU علمی فضا، اور محفوظ اور پر امن ہاسٹل کی سہولت فراہم کرتا ہے، والدین کو یونیورسٹی پر اعتماد ہے۔

> والدین کا MANUU کیمپس پر اعتماد ہے۔ میں نے دربھنگہ کے چندن پٹی میں MANUU ماڈل اسکول میں اسکولی تعلیم حاصل کی۔ میں نے MANUU دربھنگہ سے

پولی ٹیکنک بھی کیا۔ اور اب MANUU، حیدرآباد میں ٹکنالوجی میں بیچلر کر رہی ہوں۔[IDI-8]

جواب دہندگان، والدین، شادی شدہ خواتین کے معاملے میں شوہر واضح طور پر یقین رکھتے ہیں کہ MANUU نے مسلم خواتین کو تحفظ اور سلامتی فراہم کی ہے۔ لہذا، انہوں نے MANUU پر بھروسہ کیا۔اس لیے انھوں نے اپنے بچوں کو تعلیم کے لیے حیدرآباد بھیجا ہے۔اس طرح جب والدین کی نظر میں حفاظت اور سلامتی کا سوال حل ہو جاتا ہے تو دوری کا مفہوم متروک ہو جاتا ہے۔

مسابقتی وقت میں آخری امید:

جواب دہندہ نے مقابلہ کے وقت MANUU کی اہمیت کا ذکر کیا۔انہوں نے دو یونیورسٹیوں کا ذکر کیا جن میں انہیں داخلہ نہیں مل سکا۔ وہ یونیورسٹیاں بنیادی طور پر بالخصوص مسلم طلباء کو رہائش دینے کے لیے مشہور ہیں۔ انہوں نے داخلہ حاصل کرنے کے لیے سخت معیار اور مقابلے کا ذکر کیا۔ ایسے حالات میں، MANUU انہیں مرکزی یونیورسٹیوں میں سے کسی ایک میں پڑھنے کا موقع فراہم کرتا ہے جہاں داخلہ لینے کے لئے وہ قابل تھے۔انٹرویوز کے اقتباسات یہاں نوٹ کرنا دلچسپ ہیں:

> میں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی یا جامعہ ملیہ اسلامیہ میں داخلہ لینے کو ترجیح دی تھی لیکن میں ویٹنگ لسٹ میں تھی اور داخلہ کے لیے کلیئر نہیں ہو سکی۔اس کے بعد خوش قسمتی سے مجھے مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد میں داخلہ مل گیا۔[IDI-4]

> آج کل ہر طرف مقابلہ ہے۔ تو، مرکزی یونیورسٹی میں۔ ہر کوئی سنٹرل یونیورسٹی میں داخلہ لینا چاہتا ہے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں داخلہ لینے کی بھی شدید خواہش تھی۔ لیکن سخت مقابلہ ہے۔اے ایم یو اور جامعہ میں داخلہ جے ای ای رینکنگ کی بنیاد پر دیا جاتا ہے۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی بہت اچھی یونیورسٹی ہے۔ یہ وہ ادارے ہیں جن کا بنیادی مرکز مطالعہ ہے۔ اپنے آپ کو یہاں تلاش کرنے کے لئے میرے لیے بہترین موقع ہے۔ یہاں اچھی اور معیاری تعلیم ہے تو فاصلہ بے معنی ہے۔[IDI-7]

جواب دہندگان میں سے ایک نے بتایا کہ MANUU ان لوگوں کے لیے اہم ثابت ہوا جنہوں نے اردو میڈیم سے تعلیم حاصل کی ہے۔ اس نے بتایا کہ وہ داخلہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے کیونکہ دوسری یونیورسٹی کے مقابلے میں کم مقابلہ تھا۔ دو خواتین نے اپنے جذبات کو اس طرح بیان کیا:

> MANUU ان لوگوں کو جگہ دیتا ہے جو اردو میڈیم سے ہیں۔ اور مقابلہ جاتی امتحانات میں رسہ کشی کم ہے جس کی وجہ سے یہاں داخلہ لینا آسان ہے۔[IDI-9]

> محلے کے کچھ لوگ 'کیپ اٹ اپ' کہہ کر ہماری تعریف کرتے ہیں۔[IDI-10]

MANUU ان لوگوں کے لیے اہم ثابت ہوا جو سخت مقابلے کی وجہ سے دوسری یونیورسٹی میں داخلہ لینے سے قاصر ہیں۔ یونیورسٹی اردو میڈیم کے طلباء کو پلیٹ فارم مہیا کرتی ہے۔ جواب دہندہ جس کا سامنا ایسے لوگوں سے ہوا جو لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے منفی نقطہ نظر رکھتے تھے۔ لیکن کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے اخلاقی طور پر حمایت کی اور مستقبل میں بہتری کی خواہش کی۔ آس پاس کے بالواسطہ یا بلاواسطہ رابطے متعلقین نے مختلف طریقوں سے اور کبھی بہت غیر معمولی انداز میں تعاون کیا۔

تعلیمی ادارے کا پتہ لگانا:

اتفاقی حمایتیں وہ حمایتیں تھیں جو جواب دہندگان تک پہنچائی گئیں جو عام حالات میں نہیں ہوتی ہیں۔ مسلم خواتین کو ان کی تعلیم کے معاملے میں مدد کرنے کے لیے معاون لوگ ابھرے۔ انہوں نے ان کی کسی نہ کسی طرح مدد کی۔ ان کے والدین میں سے ایک جو اعلیٰ تعلیم فراہم کرنے کے خواہاں تھے لیکن تعلیمی اداروں کے بارے میں اچھی طرح سے آگاہ نہیں تھے۔ وہ سفر کر رہے تھے کہ کہیں سے ایک شخص نکلا۔ تعلیم یافتہ ساتھی مسافر نے معلومات کے ساتھ آگاہ کیا جس نے والدین کو رہنمائی اور جواب دہندگان کو ہدایت دی۔ اس قسم کی حمایت غیر متوقع طور پر آئی۔ ایک جواب دہندہ نے اپنے خیالات کا اشتراک کیا:

> میرے یہاں آنے کا کوئی امکان نہیں تھا، میرے والد ٹرین کے سفر کے دوران ایک پروفیسر سے ملے، اور انہوں نے میرے والد کو مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی میں داخلہ لینے کا مشورہ دیا۔ میں نے اس امتحان میں شرکت کی جس میں میں نے کوالیفائی کیا۔ اور اب میں یہاں ہوں۔[IDI-2]

استاد اور ساتھی کا کورس کے انتخاب میں رہنمائی کرنا:

ایسی صورتحال جس میں والدین جواب دہندہ کو 15 کلومیٹر دور کالج جانے یا گھر سے کوچنگ کرنے کی اجازت نہیں دیتے، ایک استاد جو فزکس، کیمسٹری اور ریاضی میں ٹیوشن دے رہا تھا نادانستہ طور پر جواب دہندہ کو PCM سٹریم منتخب کرنے میں مدد کی۔ جواب دہندہ نے کوچنگ سروس حاصل کی۔ ایک ہی استاد نے پوسٹ گریجویشن کی سطح پر کورس کے انتخاب میں اہم کردار ادا کیا۔ ایک جواب دہندہ جس کی خاندان میں شدید مخالفت تھی سوائے ایک معاون بڑے بھائی کو یہ جان کر ایم ایس ڈبلیو کرنے کا اشارہ ملا کہ اس کے ساتھی نے بھی یہی کورس کیا ہے۔ بالواسطہ حمایت کا انتہائی غیر معمولی اور حادثاتی طریقہ۔ جو بظاہر ایسا لگتا ہے لیکن سماجی تعلقات میں ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص سے مختلف طریقوں سے متاثر ہوتا ہے۔ بیٹی کے تعلیم کے لیے حیدرآباد جانے کے خدشے، الجھنوں اور پریشانیوں کا ازالہ کرتے ہوئے والدین کو راضی کرتے ہوئے ٹیچر جواب دہندہ کی حمایت کے لیے نکلی۔ کمیونٹی میں اساتذہ کا والدین پر کسی نہ کسی طرح کا اثر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ والدین کامیابی سے قائل ہو گئے۔ انٹرویوز کے اقتباسات حسب ذیل ہیں:

> جب مجھے معلوم ہوا کہ میرے گاؤں میں سنجے سر ہیں جو مجھے فزکس، کیمسٹری، ریاضی پڑھا سکتے ہیں، اور پھر میں نے پی سی ایم اسٹریم کو منتخب کرنے کا فیصلہ کیا۔ سنجے سر نے ایم سی اے کا انتخاب کرنے میں میری مدد کی۔ [IDI-11]

> جہاں میں نوکری کر رہی تھی، وہاں کسی ساتھی نے ایم ایس ڈبلیو کیا تھا۔ لہذا، میں نے MSW میں داخلہ لیا۔ [IDI-6]

> میرے استاد نے میرے والد کو بھی بتایا کہ حیدرآباد اچھی جگہ ہے۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، اسے جانے دو۔ [IDI-1]

دور دراز مقام پر تعلیم کے حصول کی ہمت:

گاؤں کی ایک بہن جو جواب دہندہ کی رشتہ دار نہیں تھی، اس نے جواب دہندہ کی حوصلہ افزائی کی اور اس کی ہمت بڑھائی اور اس کا سفر آسان کر دیا۔ گاؤں کی اس بہن نے حوصلہ افزائی کے الفاظ نہیں کہے۔ لیکن صرف جواب دہندہ کے آس پاس ایسے شخص کی موجودگی سے فاصلے کے تصور میں تبدیلی آئی۔

میں اپنے خاندان سے پہلی لڑکی ہوں اس لیے میرے لیے تھوڑا مشکل تھا۔ لیکن گاؤں کی ایک بہن نے دہلی سے بی بی اے کیا۔ تو اس نے میرا سفر آسان کر دیا۔ [IDI-4]

جواب دہندگان کے آس پاس کے لوگ اپنی مختلف کہانیوں اور کارناموں کے ساتھ گھر سے ہزاروں کلومیٹر دور تعلیم حاصل کرنے والی خواتین کے بارے میں مسلم خواتین کے تصور کو تبدیل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

خلاصہ:

اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ مسلم خواتین نے اپنے والدین کو راضی کر کے، لچکدار رویے اور ماں کا اعتماد جیت کر خود کو سہارا دیا۔ دوری اور شادی کی عمر کے حوالے سے مسلم خواتین کی تنہا سفر کے متعلق گفت وشنید کر کے خاندان نے حمایت کی۔ خاندان نے اعتماد کا مظاہرہ کرتے ہوئے، تعلیمی رہنمائی فراہم کرتے ہوئے بیٹی کو اپنی خواہش کے مطابق ترقی کرنے کی اجازت دی۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی (MANUU) ان کے لیے ایک گرومنگ پلیٹ فارم ثابت ہوئی جہاں سے وہ وابستگی اور انس محسوس کرتے ہیں۔ انہوں نے اسے ایک محفوظ تعلیمی ادارہ، اور ایک پرامن کمپاؤنڈ پایا، جہاں ان میں سے اکثر کے لیے داخلہ لینا نسبتاً آسان تھا۔

باب ہفتم: اثرات و نتائج کا مشاہدہ

تعارف:

یہاں اثرات و نتائج سے مراد وہ تبدیلیاں ہیں جو مسلمان خواتین کے اعلیٰ تعلیم کی سطح تک پہنچنے کے ساتھ، انفرادی، خاندانی اور اجتماعی سطح پر پیدا ہوئی ہیں ۔ یہ باب اُن اثرات و تبدیلیوں سے متعلق ہے جو مسلم خواتین کے نقطہ نظر سے اعلیٰ تعلیم کی سطح تک تعلیمی سفر میں درپیش چیلنجز، حاصل کیئے گئے تعاون سے ابھر کر سامنے آئیں ہیں۔

انفرادی سطح پر تبدیلیاں:

تعلیم کا مفہوم ایک جواب دہندہ سے دوسرے جواب دہندہ کے نزدیک مختلف ہے۔ تعلیم سے وابستگی کے ان کے نزدیک متعدد معنی ہیں۔ کوئی دو جواب دہندگان تعلیم کے ایک جیسے معنی نہیں رکھتے۔ کبھی ان میں تعلیم کے ایک جیسے اور کبھی مختلف معنی ہیں۔ تعلیم کے معنی مشکلات سے بچنے سے لے کر زندگی کے مختلف مراحل کو بامعنی بنانے تک پھیلے ہوئے ہیں۔

شخصیت اور ذہنیت میں تبدیلی:

جواب دہندہ نے تعلیم کو شخصیت اور ذہنیت میں تبدیلی لانے کے ایک ذریعہ کے طور پر دیکھا ہے۔ ایک خاتون نے یونیورسٹی جیسے پلیٹ فارم کے ہونے کی اہمیت کی نشاندہی بھی کی ہے۔ 'عالمگیر' بننے کا مطلب سوچ میں وسعت کا پیدا ہونا ہے جو کہ رویے میں مزید تبدیلی کا باعث ہے۔ دوسرے جواب دہندگان کا نقطہ نظر تھا کہ تعلیم سوچ میں مثبت اور بہتر زندگی گزارنے کے لیے فیصلہ لینے کی صلاحیت پیدا کرتی ہے۔

میں نے اپنی شخصیت کو بدل دیا ہے۔ جب آپ یونیورسٹی میں آتے ہیں تو آپ عالمگیر بن جاتے ہیں۔ اگر میں اس کے پاس نہ آتی تو میرے پاس وہ سوچ نہ ہوتی جواب ہے۔ میں سوچ رہی ہوں اور میرا رویہ بہت بدل گیا ہے۔[IDI-9]

اچھی تعلیم کی اہمیت یہ ہے کہ کوئی بھی ان پڑھ اور پڑھی لکھی لڑکی کو دیکھ کر ہی آسانی سے فرق کر سکتا ہے۔ پڑھی لکھی لڑکی ہر چیز کو مثبت انداز میں دیکھتی ہے۔ وہ صحیح فیصلہ کرے گی۔ وہ ایک بہتر زندگی کی طرف آگے بڑھتی ہے۔ جو تعلیم یافتہ نہیں وہ مختلف ہو گا۔ وہ ہمیشہ اچھی فیصلہ سازی کی کمی محسوس کرے گی۔[IDI-13]

ایک جواب دہندہ، روایتی طور پر تعلیم یافتہ خاندان سے جہاں خاندان کا ہر فرد تعلیم یافتہ ہے اور خواتین ارکان (ماں، بھابھی) نوکری کر رہی ہیں، انکے نزدیک تعلیم کا مفہوم کافی وسیع ہے۔ وہ سمجھتی ہیں کہ تعلیم کا مقصد صرف نوکری کرنا نہیں بلکہ زندگی کے ہر پہلو سے یکساں طور پر لطف اندوز ہونا ہے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ شادی شدہ، خاندانی، علمی اور پیشہ ورانہ زندگی کی مختلف جہتیں ہیں جنہیں یکساں طور پر جینا اور لطف اندوز ہونا چاہیے۔ انہوں نے اس سوچ میں تبدیلی پر زور دیا کہ 'نوکری حاصل کرنا صرف تعلیم کا مقصد ہے'۔ اس طرح اس کے لیے تعلیم کا مطلب زندگی کی بھلائی ہے اور تعلیم کو نوکری سے جوڑنا تعلیم کی تنگ تشریح ہے۔

اس سوچ میں تبدیلی لانے کی ضرورت ہے کہ شادی کے بعد نوکری ضرور کرنی چاہیے۔ تعلیم کا بنیادی نتیجہ علم ہے اور نوکری ثانوی ہے۔ میں اپنی زندگی کے ہر مرحلے سے لطف اندوز ہونا چاہتی ہوں۔[IDI-9]

جواب دہندگان میں سے ایک نے تعلیم کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا کہ تعلیم حاصل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دوسروں کو صحیح اور غلط سے آگاہ کر کے دوسروں کی بھلائی کرنا۔ اس طرح اس کے مطابق تعلیم کا مقصد خود اور دوسروں میں اچھی اقدار کو ابھارنا ہے۔

وہ دوسروں کا بھلا کر سکتے ہیں۔ وہ دوسروں کو آگاہ کر سکتے ہیں کہ ان کے لیے کیا اچھا اور صحیح ہے۔ (جب پوچھا گیا کہ کیا آپ کے کیس میں ایسا ہوا ہے تو جواب دہندہ نے کہا ہاں)۔ میں نے اپنا نقطہ نظر بدلا ہوا پایا۔[IDI-14]

اعداد و شمار سے ظاہر ہے کہ ہر جواب دہندہ نے تعلیم حاصل کرنے اور اعلیٰ تعلیم کی سطح تک پہنچنے کے بعد اپنا نقطہ نظر بدلا ہوا پایا ہے۔

خود اعتمادی:

جواب دہندگان کے تمام بیانات سے لگتا ہے کہ پہلے وہ اکیلے چلنے، دوسروں کے ساتھ بات کرنے میں ہچکچاہٹ کا شکار تھے۔ اب وہ ان نفسیاتی مجبوریوں سے آزاد محسوس کرتے ہیں۔ اپنے آپ کو خوف سے آزاد کرنا ان کے لیے علم کی طاقت ہے۔

> پہلے میں دوسروں کے ساتھ بات کرنے میں بہت ہچکچاہٹ محسوس کرتی تھی اور کچھ کرنے میں عدم اعتماد کا شکار تھی...اب میں بہت سی چیزوں کو سمجھ سکتی ہوں۔ تعلیم بہت ضروری ہے۔ اگر کوئی پڑھا لکھا نہ ہو تو وہ کسی کے ساتھ اکیلے نہیں چل سکتا۔ اگر اسے علم نہیں ہے تو وہ ہمیشہ خوفزدہ رہے گی۔ گاؤں کی بہت سی لڑکیاں کسی سے بے باکی سے بات نہیں کر سکتیں۔[IDI-10]

> میں خود انحصاری محسوس کرتی ہوں، اور ہر جگہ آزاد محسوس کرتی ہوں۔ ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتی ہوں۔[IDI-7]۔

یہ بیانیہ اس بات کو مزید ثابت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے کہ اس سے پہلے کیا معنی لیا گیا ہے۔ خود انحصاری کا مطلب یہاں مالی آزادی نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسیر محسوس کرتی تھیں، پہلے ہچکچاتی تھی۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ خود کو آزاد اور پر اعتماد محسوس کرتی ہیں۔ تعلیم نے انہیں خود اعتمادی پیدا کرنے کی اجازت دی جس نے انہیں خوف اور ہچکچاہٹ سے آزاد کرنے کے قابل بنایا۔ اس کے نتیجے میں، وہ چلنے پھرنے اور بات کرنے کے قابل ہیں. تعلیم نے انہیں قید سے آزاد کیا ہے۔

راست بازی کا احساس:

جواب دہندگان کا یہ نقطہ نظر تھا کہ تعلیم انسان کو صحیح اور غلط اور اچھے اور برے میں فرق کرنے کے قابل بناتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ جواب دہندگان تعلیم کے اخلاقی کام پر توجہ مرکوز کرتے ہیں۔ جو کسی نہ کسی طرح تنقیدی سوچ کو دکھاتا ہے۔

مجھ پر تعلیم کا بہت اثر ہے۔ اب میں جانتی ہوں کہ میرے لیے کیا اچھا اور کیا برا ہے۔

[IDI-6]۔

موجودہ دور میں پڑھی لکھی لڑکیاں اس بات سے آگاہ ہیں کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط۔

[IDI-14]

تعلیم خود انحصاری، خود مختاری اور آزادی کا ذریعہ:

ان میں سے اکثر نے تعلیم کے معنی کو بااختیار بنانے کے معنی کے طور پر دیکھا ہے۔ ایک جواب دہندہ نے تعلیم کو فرد کے حقوق کو استعمال کرنے کا ذریعہ سمجھا۔ دوسرے تعلیم کے جامع معنی رکھتے تھے، جیسے ذہن سازی میں تبدیلی، شادی کے رشتے میں خود انحصاری۔ ایک جواب دہندہ نے ملازمت کے بجائے کردار اور شخصیت پر زور دیا۔ انٹرویوز کے اقتباسات یہ ہیں:

میں اپنے حق کے لیے آواز اٹھا سکتی ہوں۔ اگر کوئی میرے ساتھ غلط کرے تو اسے کیسے روکا جائے۔[IDI-6]

میرے لیے تعلیم رویے اور کردار میں تبدیلی کا ذریعہ ہے۔ بااختیار ہونا چاہیے۔ تعلیم کا واحد مقصد اچھی نوکری نہیں بلکہ سوچ اور شخصیت میں تبدیلی ہونی چاہیے۔ خاص طور پر لڑکیوں کو شادی کے بعد خود مختار ہونا چاہیے۔ تعلیم بااختیار بنانے کا ایجنٹ ہے۔[IDI-5]

جواب دہندہ کا تعلیم کے معنی کے بارے میں بہت ہی غیر معمولی اور انتہائی جدید نقطہ نظر تھا لیکن پھر بھی وہ خود انحصاری پر زور دیتی ہے۔ اس کا نقطہ نظر تھا کہ ناقابل برداشت حالات میں ایک دوسرے کو برداشت کرنے کے بجائے اپنا راستہ الگ کرنا بہتر ہے۔ اس کا مطلب تھا؛ تعلیم ناقابل برداشت شادی کے رشتے میں آزادی کا ایک ذریعہ ہے۔ جواب دہندگان میں سے ایک نے اپنی تعلیم کو خود انحصاری کے لیے نوکری کرنے کے قابل بنانے کے طور پر اپنا خیال شیئر کیا ہے۔

شادی کی انتہائی ناموافق حالت میں، آپ ایک دوسرے کو برداشت کرنے کے بجائے آگے بڑھ سکتے ہیں جیسا کہ پہلے ہوا کرتا تھا۔ تعلیم کا بنیادی مقصد خود انحصاری ہے۔[IDI-8]

تعلیم سب کے لیے ضروری ہے۔ یہ ضروری ہے کیونکہ میرے والد نے میرے لیے انجینئر بننے کا خواب دیکھا تھا۔ میں صرف نوکری کر کے خود پر انحصار کرنا چاہتی ہوں۔[IDI-4]

اس طرح خواتین تعلیم کو مختلف معنی دیتی ہیں تاہم خواتین کی اکثریت کے لیے تعلیم شخصیت کی نشوونما اور خود انحصاری کا ذریعہ ہے جو بالآخر انہیں بااختیار بناتی ہے اور آزادی فراہم کرتی ہے۔

حیثیت میں بلندی:

جواب دہندگان نے تعلیم کو خاندان اور برادری میں اپنی حیثیت کو بلند کرنے کا ذریعہ سمجھا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ والدین کا اپنی بیٹی کو اعلیٰ تعلیم کی اجازت دینے پر کمیونٹی میں پہچان ملتی ہے۔ ایک خاتون کے مطابق، تعلیم اس کی اور خاندان کو پہچان دلاتی ہے۔ ایک اور جواب دہندہ نے کہا، وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے شوہر کی طرف سے دی جائے گی۔ جواب دہندگان میں سے ایک نے جواب دیا، ان کی شادی پڑھے لکھے گھرانے میں ہوگی۔ اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تعلیم یافتہ خاندان میں شادی کرنے کے لیے خواتین کو بھی تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے۔

مجھ پر تعلیم کا بہت اثر ہوا ہے۔ سب سے پہلے تو آپ کو معلوم ہو کہ اس شخص کی بیٹی MANUU سے تعلیم حاصل کر رہی ہے۔[IDI-9]

تعلیم آپ کو شوہر کی نظر میں قابل احترام بناتی ہے۔[IDI-8]

اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ میری شادی اچھے اور پڑھے لکھے گھرانے میں ہوگی کیونکہ میں نے خود اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے۔[IDI-9]

تعلیم کو سماجی حیثیت کو بلند کرنے کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ ان کا مطلب تھا، انہیں شوہر کی نظر میں سماجی پہچان اور احترام حاصل ہوگا۔ ان کی شادی پڑھے لکھے گھرانے میں ہوگی۔

عام زندگی گزارنے کی مہارت:

جواب دہندگان کا خیال تھا کہ تعلیم زندگی گزارنے کی مہارت کو بڑھاتی ہے۔ جوابات میں مناسب سماجی تعامل، مختلف چیزوں سے نمٹنا اور بچے کی پرورش شامل ہے۔

مجھے مختلف لوگوں کو کیسے جواب دینا ہے۔[IDI-6]

میں بہت سی چیزوں کو سمجھ سکتی ہوں۔[IDI-10]

اور جس وقت میں ہم رہ رہے ہیں، ہمیں چیزوں کو سنبھالنے کے لیے تعلیم یافتہ ہونے کی ضرورت ہے۔اس لیے تعلیم بہت ضروری ہے۔[IDI-7]

اچھے ماحول کو برقرار رکھنے کے لیے تعلیم ضروری ہے۔اپنے بچے کی اچھی پرورش کرنا بھی ضروری ہے۔[IDI-8]

ایسا لگتا ہے کہ تعلیم کو فعال کرنے والا عنصر ہے۔حکایات کے مطابق، جو پہلے وہ نااہل یا کم قابل تھے، وہ اس سماجی سرگرمی کو انجام دینے کے زیادہ قابل ہو جاتے ہیں۔جواب دہندہ کا خیال ہے کہ کم تعلیم یافتہ اور پڑھی لکھی ماں کے ذریعہ بچے کی جانے والی پرورش میں فرق ہے۔

تعلیم سیفٹی نیٹ کے طور پر:

کچھ جواب دہندگان نے شوہر کی موت یا طلاق کی صورت میں تعلیم کے معنی کو حفاظتی چادر کے طور پر دکھا ہے۔جواب دہندگان میں سے ایک نے کہا، وہ شوہر کی موت کی صورت میں خاندان کی مدد کرے گی۔اس کا مطلب تھا کہ وہ ایسی حالت میں مالی مدد فراہم کر سکتی ہے۔ایک اور جواب دہندہ کا بہت کم تغیر کے ساتھ ایک ہی نقطہ نظر تھا کہ اگر وہ تعلیم یافتہ ہو گی تو اسے دوسروں پر انحصار نہیں کرنا پڑے گا۔اس کا مطلب تھا کہ ایسی صورت حال میں خود پر انحصار کیا جائے۔ تعلیم کا مطلب طلاق یا شوہر کی موت کی صورت میں حفاظتی چادر کے طور پر دیکھا جاتا ہے تاکہ مالی مدد فراہم کرنے کی صلاحیت ہو اور خود انحصاری کے قابل ہو۔خواتین سے روایتیں درج ذیل ہیں:

میرے والد نے اپنی بہن کے شوہر کی موت اور غربت کی وجہ سے اس کی تکلیف کو دیکھا۔اس سے ہمیں یہ سبق ملا کہ اگر کچھ ایسا ہوا تو میں نوکری کر کے اپنے خاندان کی کفالت کر سکوں گی[IDI-1]

اگر خواتین کی تعلیم اچھی ہو تو وہ طلاق کے معاملے میں خود کو سہارا دے سکتی ہے جس کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔وہ کسی کی محتاج نہیں رہے گی۔[IDI-8]

زندگی میں مشکلات سے نمٹنا:

شادی شدہ جواب دہندگان میں سے ایک جن کے والدین کم تعلیم یافتہ تھے اور والدین سے بات چیت کر کے اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے تھے وہ تعلیم کے معنی مشکلات سے نجات کے طور پر دیکھتی ہیں۔وہ تعلیم کو زندگی کو

آسان بنانے کے طور پر سمجھتی ہیں۔اس نے اپنی کمیونٹی کی دیگر ان پڑھ خواتین کو درپیش مشکلات کو دیکھ کر تعلیم کا مطلب سیکھا۔اس طرح تعلیم کو مشکلات سے نجات کے طور پر دیکھا جارہا ہے جو کہ ان پڑھ ہونے سے پیدا ہوئی ہے۔

میں غریب لڑکیوں کو سر پر فصل کا بنڈل اٹھائے ہوئے دیکھتی تھی، میں سوچتی تھی کہ اگر ان کے پاس تعلیم ہوتی تو انہیں اس قسم کی مشکلات سے نہ گزرنا پڑتا۔ پھر میں نے فیصلہ کیا کہ میں تعلیم حاصل کروں گی اور نوکری کروں گی اور مجھے اس تکلیف سے نہیں گزرنا پڑے گا۔ لہذا، میں نے تعلیم حاصل کرنے کا فیصلہ کیا۔[IDI-1]

موقع کا بہترین استعمال:

ایک جواب دہندہ کے علاوہ، ہر جواب دہندہ کا ارادہ تھا کہ وہ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے کے موقع سے بھرپور استفادہ کرے۔ وہ بہت کوشش کر رہی تھیں، ان کے بقول کسی کو یہ موقع ملنا ایسا ہی تھا جیسے وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ وہ اس میں مستقبل دیکھتی ہیں۔ مسلم خواتین کے پاس پہلے مواقع کی کمی تھی۔ تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملنے کے بعد، وہ اپنی طرف بہترین کوشش کرنے کا سوچتی ہیں۔

میں پڑھتی ہوں اور بہترین سطح تک محنت کرتی ہوں۔[IDI-1]

مجھے نہیں معلوم کہ میں آگے ہوں یا نہیں، میں کسی بھی قیمت پر اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دوں گی۔ میں اس موقع کو کبھی نہیں چھوڑوں گی۔ میں پہلے مایوسی کا شکار تھی لیکن اب میرے پاس اپنے مستقبل کے بارے میں پر امید رہنے کی کافی وجہ ہے۔[IDI-2]

میں نے عربی میں گریجویشن کیا۔ عربی میں زیادہ قابلیت نہ ہونے کی وجہ سے ایم اے اردو میں داخلہ مل گیا۔ میرے چوتھے سمسٹر میں میں نے پی ایچ ڈی کی تیاری کی۔ اور اب میں پی ایچ ڈی کر رہی ہوں۔[IDI-13]

موقع کے زیادہ سے زیادہ استعمال کے علاوہ، ان میں سے اکثر نے اس سے فائدہ اٹھانے کا خواب دیکھا ہے۔ انہوں نے اپنے اپنے شعبے میں اگلا تعلیمی کورس کرنے کا ارادہ اور منصوبہ بنایا ہے۔ جواب دہندگان میں سے ایک نے سرپرست کی رضامندی پر کام کرنے میں دلچسپی ظاہر کی ہے۔

میں مستقبل میں انجینئر بننے کی خواہش رکھتی ہوں اور اپنے والد کو خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔[IDI-2] میں نے پروفیسر بننے کا خواب دیکھا ہے اور اسی لیے میں اپنے خواب کی تعبیر کے سفر پر گامزن ہوں۔[IDI-3]

اگر مجھے انجینئر نگ کرنے کے بعد اچھی نوکری نہ مل سکی تو میں انجینئر نگ میں ماسٹرز کروں گی۔ آج کل مارکیٹ میں روزگار کے مواقع کم ہیں۔ اچھی ملازمت کے لیے معیاری اور اعلیٰ تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے۔[IDI-4]

میں ایم ایڈ کر رہی ہوں۔ اور انشاءاللہ پی ایچ ڈی کروں گی۔[IDI-5]

میں تحقیق کروں گی۔[IDI-7]

میرے سرپرست چاہتے ہیں کہ میں ایم ٹیک کروں، لیکن میں نوکری کرنا چاہتی ہوں۔ میں نے ابھی حتمی فیصلہ نہیں کیا ہے۔[IDI-8]

مختلف جواب دہندگان کی اپنے اپنے شعبے میں مختلف خواہشات تھیں۔ یہ جواب دہندگان نہ صرف سخت محنت کرنے کے لیے تیار تھیں بلکہ حاصل کرنے کے لیے اعلیٰ اہداف بھی طے کر رکھی تھیں۔

خود انحصاری کی بتدریج ترقی:

بیٹی کی نقل و حرکت کا گرمجوشی سے خیر مقدم نہیں کیا جاتا۔ لیکن جب مسلم خواتین کو موقع ملا تو وہ آزادانہ اور ذمہ داری کے ساتھ آگے بڑھیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ خود انحصاری میں اضافہ ہوا۔ پہلے بھائی کے ساتھ پھر بہن کے ساتھ اور آخر میں اکیلے سفر کیا۔ جواب دہندہ نے خود سے آگے بڑھنے کی ہمت دکھائی۔ اس نے اپنی مدد کی۔ مسلم خواتین کے لئے دور دراز کا سفر کرنا معمول کی بات نہیں ہے۔

میں پہلی بار اکیلے نہیں آسکتی تھی پہلے میرا بھائی ہمارے ساتھ آیا۔ اس کے بعد میں اور میری بڑی بہن نے ساتھ سفر کیا۔ اور اب جب میری بہن یہاں نہیں ہے تو میں اکیلا سفر کرتی ہوں۔ میں سفر سے نہیں ڈرتی۔[IDI-10]

میں ہمیشہ اپنے بھائی کے ساتھ سفر کرتی ہوں۔ اسے بھی پڑھنا ہے۔[IDI-8]

مسلم خواتین کی خود انحصاری سے خاندان کے دیگر افراد کا وقت بچ جاتا ہے۔ خود پر اور خاندان پر انحصار کرتے ہوئے ایسا کرنے کی اجازت دینا فیصلہ ساز ایجنسی کی بتدریج ترقی ہے۔

خود انحصاری کے لیے آزادی سے جینے کی تربیت:

جواب دہندہ نے جان بوجھ کر MANUU کے در بھنگہ مرکز کے بجائے حیدر آباد مرکز کا انتخاب کیا۔ وہ اپنے آبائی شہر در بھنگہ کا انتخاب کر سکتی تھی، لیکن وہ اپنے ساتھ تجربہ کرنا چاہتی تھی۔ وہ تجربہ کرنا چاہتی تھی کہ کیا وہ خاندان کے بغیر زندہ رہ سکتی ہے، یہ اپنے بارے میں جاننے کا عمل تھا۔ یہ بھی اپنی شناخت کا ایک عمل ہے۔ گھر سے دور رہنے والی مسلم خواتین نے اس موقع کو سماج میں اپنی شناخت، خود انحصاری اور زندگی گزارنے کے فن کو تلاش کرنے کے لیے اٹھایا ہے۔ ایک اور جواب دہندہ نے مختلف جگہوں اور معاشرے کی نمائش کو اس معاشرے میں رہنے کا طریقہ سیکھنے کے ذریعہ کے طور پر دیکھا جہاں سے وہ تعلق رکھتی تھی۔

> مجھے در بھنگہ، MANUU میں بھی منتخب کیا گیا تھا۔ لیکن میری خواہش تھی کہ میں گھر سے دور اپنی تعلیم حاصل کروں۔ ارادہ اپنے بارے میں جاننا تھا، یہ جاننا تھا کہ میں اپنے گھر والوں کے بغیر زندہ رہ سکتی ہوں یا نہیں۔ اپنی شناخت خود تیار کروں اس لیے میں MANUU، حیدر آباد آئی۔[IDI-5]

> باہر رہنا ہمیں معاشرے میں رہنے کا طریقہ سکھاتا ہے۔[IDI-7]

اپنے تجربات سے سیکھنا:

مندرجہ ذیل بیانیہ، جواب دہندہ کے اپنے تجربے کی عکاسی کرتا ہے۔ انٹرویو کے پورے مواد کو مد نظر رکھتے ہوئے، اس نے بتایا کہ اس میں کن چیزوں کی کمی ہے اور کیا چیزیں ہونی چاہئیں۔ اس نے ابتدائی رہنمائی کی اہمیت پر زور دیا اور اپنی خواہشات کو مسلط کرنے کے بجائے بیٹی کے مفاد کے احترام پر زور دیا۔ جواب دہندہ نے سیکھا کہ تعلیم کی خواہش مند خواتین کے ساتھ خاندان اور والدین کی طرف سے کیسا سلوک کیا جانا چاہیے۔

> میرے خیال میں لڑکیوں کو (10 ویں) کے شروع سے ہی رہنمائی فراہم کی جانی چاہیے اس سے انہیں فائدہ ہو سکتا ہے۔ لڑکیوں کی رہنمائی کے ساتھ ساتھ والدین کی بھی مشاورت کی

جانی چاہیے تاکہ انہیں احساس ہو کہ فیصلہ مسلط نہیں کیا جانا چاہیے بلکہ اپنی بیٹی کو اپنی دلچسپی کے مطابق تعلیم حاصل کرنے میں مدد کریں۔[IDI-6]

مستقبل کے شوہر کے ساتھ معاملات طے کرنے کی صلاحیت:

یہ جواب دہندہ کی طرف سے اعلیٰ تعلیم کا حصول تھا جس کی وجہ سے وہ ممکنہ طور پر مستقبل کے شوہر کے ساتھ اپنی ضرورت اور خواہش کے لیے بات چیت کر سکتی تھی۔ ہر پڑھا لکھا آدمی ایسی حالت سے مطمئن نہیں ہوتا۔ اس لیے جواب دہندہ کو پہلے کی تجویز کو مسترد کرنا پڑا۔ ایک اور پڑھا لکھا آدمی سامنے آیا اور اس نے جواب دہندہ کی شرط قبول کر لی۔ اس طرح، اس نے اعلیٰ تعلیم کی شرط کو قبول کرنے کی پوزیشن میں ڈال دیا۔

میرا منگیتر چین میں نوکری کر رہا ہے اور وہ میری شادی کی دو شرائط کے ساتھ ٹھیک ہے۔ پردہ اور اعلیٰ تعلیم کو تحقیق کی سطح تک جاری رکھنا۔ اس سے پہلے میں نے ایک پیشکش ٹھکرا دی تھی۔[IDI-5]

خاندانی سطح کے اثرات/تبدیلیاں:

بہن بھائیوں کے لیے مشعل راہ:

خاندان کی پہلی خاتون نے بہن بھائی کے لیے مواقع کا دروازہ کھول دیا۔ بہن بھائی اتنے پرجوش ہوئے کہ انہوں نے اس کے شوہر کو قائل کرنے کا ارادہ کیا کہ اگر والد راضی نہ ہوں تو انہیں اس کیس میں پڑھائی جاری رکھنے کی اجازت دینی ہوگی۔

میری بہن نے مجھ سے جھگڑا کیا اور کہا کہ وہ گریجویشن کی تکمیل کے بعد حیدرآباد (مانو) بھی آئیں گی۔ یہاں بہت سارے اختیارات ہیں۔ کہتے ہیں اگر والد اجازت نہیں دیں گے تو شادی کے بعد پڑھ لیں گے۔[IDI-1]

ایک جواب دہندہ جنہیں تعلیم، کیریئر اور بیرونی دنیا کا تجربہ تھا۔ انہیں بہتر کالج میں داخلہ لینے اور اچھی ملازمت حاصل کرنے میں انگریزی زبان کی اہمیت کا احساس ہوا۔ انہوں نے اپنی بہنوں کی رہنمائی کے لیے بھی یہی بات کی۔ یہ بیانیہ انگریزی کی معلومات اور اس میں روانی کی اہمیت کو بیان کرتا ہے۔

میں اپنی چھوٹی بہن کو مطالعہ پر توجہ مرکوز کرنے اور انگریزی کو بہتر بنانے کی ترغیب دیتی ہوں۔ میں اسے کہتی تھی کہ انگریزی نہیں تو نہ تو اچھے کالج میں داخلہ مل سکتا ہے اور نہ ہی اچھی نوکری۔[IDI-10]

تبدیلی کے عوامل:

جواب دہندہ سے سیکھ کر کزن بہنوں نے اپنے والدین کو اعلیٰ تعلیم کے لیے آمادہ کیا۔ انہوں نے جواب دہندہ کا حوالہ دیتے ہوئے اسی قسم کا موقع طلب کیا۔ کہنے کا مطلب ہے کہ لوگ دیکھ رہے ہیں اور وہ نقل کرنا چاہتے ہیں۔ اسی جواب دہندہ نے اس نقطہ نظر کو شیئر کیا کہ ان کے خاندان کی لڑکیاں ہماری پیروی کرنا چاہتی ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گھر میں لڑکیوں کے پاس اپنے ارد گرد عملی شخصیت کی کمی ہے جس کی وہ پیروی کر سکتی ہیں۔ اعلیٰ تعلیم کے حامل جواب دہندگان اپنے خاندان اور قریبی رشتہ داروں میں نوجوان نسل کی لڑکیوں کی سوچ کو تبدیل کرنے کے قابل ہیں۔ کمیونٹی کے معاملے میں بھی ایسا ہی ہوا جس کا مطالعہ بعد میں کمیونٹی سیکشن میں مذکور ہے۔ ذیل کے بیانات دلچسپ ہیں۔

> میری کزن بہن کو احساس ہوا کہ جب میری بہنیں انجینئرنگ اور پی ایچ ڈی کر سکتی ہیں تو ہم کیوں نہیں کر سکتے۔ اب وہ اپنے والدین سے اعلیٰ تعلیم کے لیے کہتی ہیں۔ وہ وہی موقع مانگ رہی ہیں جو ہمیں ملا۔[IDI-14]

> لڑکیاں ہمارے نقش قدم پر چلنا چاہیں گی۔ وہ چیزوں کے بارے میں جاننے کے لیے متجسس ہوں گی اور وہ چیزیں کرنے کی کوشش کریں گی۔[IDI-14]

خاندان کے لیے خوشی کا احساس:

جواب دہندگان نے بتایا کہ خاندان/والدین ہم پر بہت خوش اور فخر محسوس کرتے ہیں۔ والدین کو ہم پر فخر ہے کہ ہم وہ کر رہے ہیں جو ہم چاہتے تھے۔ اپنی بیٹی کے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی وجہ سے وہ خوش تھے۔ والدین میں سے ایک بیٹی کے آنے والے مستقبل میں نوکری کرنے پر بھی خوش تھے۔ فخر کا احساس کامیابی کا احساس اور جواب دہندگان کی کوششوں کا اعتراف ہے۔ شاید اس لیے فخر ہے کہ ان کی بیٹی وہ کر سکتی ہے جو مسلم خواتین کی اکثریت نہیں کر پاتی۔

> سب خوش ہیں جو میں کر رہی ہوں۔[IDI-3]

ہر کوئی میرا ساتھ دیتا ہے اور وہ مجھ پر فخر محسوس کرتے ہیں۔[IDI-4]

میرے والدین خوش ہیں کہ ہم نے وہی کیا جو ہم چاہتے تھے۔ انہیں ہم پر فخر ہے۔
[IDI-14]

خاندان ہم پر فخر محسوس کرتا ہے۔ اور وہ خوش ہیں کہ ان کی بیٹیوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے اور وہ نوکری کریں گی۔[IDI-10]

فیصلہ سازی میں حصہ لینا اور ان کے فیصلوں کا تسلیم کیا جانا:

مسلم خواتین کی آوازیں نہ صرف خاندان میں سنی جاتی ہیں بلکہ والدین انہیں فیصلہ سازی میں شامل کر رہے ہیں۔ جواب دہندگان میں سے ایک نے شیئر کیا کہ اگر وہ کچھ بولتی ہے تو کنبہ کے ممبر سنتے ہیں اور حمایت کرتے ہیں۔ وہ بہن بھائیوں کی تعلیم سے متعلق تشویش کے معاملات میں فیصلہ سازی میں مصروف ہیں۔ والدین بھی اپنی بیٹی کی زندگی کے معاملے میں فیصلہ کرنے سے پہلے رضامندی حاصل کرتے ہیں۔

میرے خاندان میں، اگر میں کچھ کہتی ہوں، تو دوسرا شخص میری حمایت کرتا ہے۔[IDI-6]

والدین بھائی بہن کی تعلیم کے معاملے میں مشورہ لیتے ہیں۔[IDI-5]

اب گھر والے تعلیم کے معاملے میں مشورہ طلب کرتے ہیں اور میرے بارے میں فیصلہ کرنے سے پہلے میری رضامندی لیتے ہیں۔[IDI-7]

اعلیٰ تعلیم نے والدین اور خاندان کے دیگر افراد کی نظر میں مسلم خواتین کی قدر کو بلند کر دیا ہے۔ تیسری روایت میں صاف ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے ایسا نہیں تھا۔ فیصلہ سازی میں مسلم خواتین کی شمولیت ان کے بتدریج بااختیار ہونے کی علامت ہے۔

قریبی رشتہ داروں کے دلوں میں تبدیلی:

گھر سے دور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والی مسلم خواتین کے تئیں چچا کے رویے میں یہ بہت ہی غیر معمولی لیکن انتہائی قابل تعریف تبدیلی تھی۔ ایک چچا جو بھتیجی کو گھر سے دور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے حق میں نہیں تھے، انہوں نے نہ صرف اپنا رویہ بدلا ہے بلکہ وہ اپنی بیٹی کو تعلیم کے حصول کے لیے گھر سے دور بھیجنے پر بھی تیار تھے۔

وہ چچا جو پوسٹ گریجویشن مکمل کرنے کے بعد میرے یہاں آنے کے خلاف تھے۔اس نے اپنی بیٹی کو یہاں سے تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دی۔[IDI-13]

ایسا لگتا ہے کہ منفی رویہ رکھنے والے قریبی رشتہ دار کسی ایسی مثال کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں تاکہ حوصلہ ملے اور اپنے رویے اور عمل کو مل کر بدلیں۔ جواب دہندہ نے کزن کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا جو اسے خوش قسمت سمجھتی تھی اور تعلیم حاصل کرنا چاہتی تھی۔ لیکن کزن نے اندازہ لگایا کہ اسے اجازت نہیں دی جائے گی۔

میری ایک کزن ہے جس نے کہا کہ آپ خوش قسمت ہیں آپ تعلیم کے لیے حیدر آباد گئی، پوچھنے پر آپ بھی وہاں آئیں تو اس نے جواب دیا کہ کاش لیکن میرے سرپرست مجھے اجازت نہیں دیں گے۔[IDI-1]

پڑھی لکھی مسلم خواتین دوسری لڑکی کے بارے میں سوچ کو بدلنے کے قابل ہوتی ہیں۔ لیکن یہ کافی نہیں ہے، کیونکہ فیصلہ والدین خاص طور پر والد لیتے ہیں۔ لہٰذا بچیوں کو تعلیم کے دھارے میں لانے کے لیے باپ کی سوچ اور رویہ بدلنے کی ضرورت ہے۔ کزن storming phase میں چلی گئی؛ یہ بھی ایک مثبت علامت ہے.

کمیونٹی کی سطح پر اثرات:

رہنما اور تحریک کا ذریعہ بننا:

جواب دہندگان اپنے ارد گرد کی لڑکیوں کے سوالات کا حل پیش کر کے رہنما بن گئیں۔ انہوں نے داخلہ امتحان سے متعلق معلومات فراہم کیں۔ کبھی کبھار والدین بھی ان کے پاس یہ جاننے کے لیے آتے ہیں کہ کہاں اور کیسے داخلہ لینا ہے۔ جواب دہندگان میں سے ایک نے والدین کو شادی سے پہلے بیٹی کی تعلیم مکمل کرنے کے بارے میں مشورہ دیا۔

مجھے لگتا ہے کہ کچھ تبدیلی آئی ہو گی۔ کچھ لڑکیاں مجھ سے ٹیلی فونک رابطے کے ذریعے استفسار کرتی ہیں کہ داخلہ کا امتحان کیسے پاس کیا جائے۔[IDI-2]

لوگوں کو خیال آتا ہے کہ ان کی بیٹی کو کہاں داخل کرایا جائے۔ ہم بھی ان کی حمایت کرتے ہیں اور انہیں سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ شادی سے پہلے اپنی بیٹی کی تعلیم مکمل کروائیں۔[IDI-10]

جواب دہندگان میں سے ایک کزن کے علاوہ ایک اور لڑکی کو MANUU میں داخلہ لینے کی وجہ بنی۔ یہ رہنمائی سے ایک قدم آگے ہے۔ نہ صرف جواب دہندہ بلکہ اس کے والد سے بھی رہنمائی کے لیے مشورہ کیا گیا۔ جس باپ نے اپنی بیٹی کو تعلیم کے لیے بھیجا تھا، دوسرے والدین نے داخلہ اور داخلے کی جگہ کے معاملات میں مشورہ کیا۔ اسی جواب دہندہ نے ان لڑکیوں کو بھی علمی مدد فراہم کی جو چھٹیوں کا استعمال کر کے اپنی تعلیم جاری نہیں رکھ سکیں۔ جواب دہندگان میں سے ایک پڑوسی کے لیے تحریک کا ذریعہ بنی ہے جو اس کی تعلیم پر تنقید کرتی تھی۔ پڑوسی چاہتا تھا کہ بیٹی جواب دہندہ ہو۔ یہ دل کی مکمل تبدیلی تھی جو قریبی رشتہ دار کے معاملے میں بھی ہوئی۔

> میری ایک کزن بہن ہے جو میری وجہ سے آئی۔ میری ایک جونیئر ہے جس نے سائنس میں گریجویشن مکمل کیا ہے۔ کچھ لڑکیوں نے آرٹس میں گریجویشن کیا۔ ان لوگوں نے میرے ذریعے MANUU کے بارے میں معلومات حاصل کیا۔[IDI-9]

> کچھ والدین میرے والد سے پوچھتے ہیں کہ میری بیٹی کو کہاں داخلہ دلوایا جائے گا۔ جب میں گھر پر ہوتی ہوں تو انہیں یہ جاننے کا تجسس ہوتا ہے کہ کیا کریں۔[IDI-3]

> محلے میں ایسی لڑکیاں ہیں جو مالی تنگی اور تعلیمی شعور کی کمی کی وجہ سے مزید تعلیم حاصل نہیں کر سکیں۔ میں جب بھی چھٹیوں میں اپنے گھر جاتی ہوں تو ان کو مفت ٹیوشن دیتی ہوں۔[IDI-5]

> وہ پڑوسی جو میرے بارے میں میرے والدین سے کہتے تھے کہ آپ مجھے تعلیم کے لیے دور کیوں بھیج رہے ہیں، اب وہ اپنی بیٹی کو کہتے ہیں کہ تمہیں فلک آپا جیسا بننا ہے۔[IDI-5]

والدین کو قائل کرنے کا حوالہ بننا:

جواب دہندہ کے دوستوں میں سے ایک اس سے متاثر ہوئی۔ اس نے جواب دہندہ کو بطور حوالہ استعمال کیا۔ اس نے مختلف مواقع پر مزاحمت کرنے والے خاندان اور والد کو کامیابی سے قائل کیا۔ گریجویشن مکمل کرنے کے بعد شادی راستے میں آ گئی۔ باپ نے جواب دہندہ کا حوالہ دے کر قائل کیا۔ اس نے اجازت لی اور پوسٹ گریجویشن مکمل کیا۔ جامعہ سے ٹریننگ کے لیے پھر مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ جواب دہندہ نے دوبارہ رجوع کیا اور

اجازت لی۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ بیرونی دنیا کے سامنے آنے کی وجہ سے مسلم خواتین میں نمائندگی کا احساس پیدا ہوتا ہے اور اپنے ماحول کے ساتھ بات چیت کرتی ہیں۔

> میں نے حال ہی میں ایک مثبت تبدیلی کا تجربہ کیا ہے۔ میری ایک دوست ہے، اس خاندان میں لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم دینا قابل احترام نہیں سمجھا جاتا۔ گریجویشن کافی ہے۔اس کا تعلق بھی گاؤں سے ہے لیکن ماموں کے گھر میں رہنے سے دربھنگہ سے گریجویشن کی ہے۔ گریجویشن مکمل ہونے پر اسے شادی کے لیے آمادہ کیا جارہا تھا۔اس نے اپنے والدین سے کہا کہ جب وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرسکتی ہے تو میں کیوں نہیں کرسکتی۔اس نے اجازت لی اور ایم ایس سی مکمل کرلیا۔ (بایوٹیک)۔جب ٹرینگ کا وقت آیا تو اس نے مجھے دوبارہ ریفر کیا جب وہ حیدرآباد سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرسکتی ہے تو میں کیوں نہیں کرسکتی، مجھ پر دربھنگہ ضلع یا اس کے آس پاس سے اپنی تربیت کرنے کے لیے دباؤ کیوں ڈالا جارہا ہے۔گھر والوں نے اسے اجازت دے دی۔ وہ اب جامعہ ملی اسلامیہ میں ٹرینگ لے رہی ہے۔[IDI-5]

خلاصہ:

مسلم خواتین تعلیم کو شخصیت اور ذہنیت میں تبدیلی، خود اعتمادی میں اضافہ، تعلیم کو خود انحصاری کے آلے کے طور پر اور حیثیت میں بلندی کے طور پر دیکھتی ہیں۔ مسلم خواتین بہن بھائیوں کے لیے آنکھ کھولنے والی اور رہنما، والدین کے لیے فخر، خاندان میں ذہنیت کی تبدیلی پیدا کرنے کا باعث ثابت ہوئیں۔ مسلم خواتین کمیونٹی کی سطح پر رہنمائی، تحریک کا ذریعہ بنتی ہیں۔ خواتین کے بیانات اس بات کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں کہ وقت کے ساتھ ساتھ بیرونی دنیا کے سامنے آنے کی وجہ سے مسلم خواتین میں نمائندگی کا احساس پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنے ماحول کے ساتھ ایڈجسٹ کرسکتی ہیں۔

باب ہشتم: بحث، نتائج اور تجاویز

تعارف:

موجودہ مطالعے میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والی مسلم خواتین کے سیاق و سباق، مشکلات وچیلنجیز، معاون عناصر اوران کے ہونے والے اثرات ونتائج دریافت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اس مطالعے کا آغاز اعلیٰ تعلیم میں مسلم خواتین کی کم نمائندگی کی وجوہات جاننے کے مقصد سے کیا گیا تھا۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والی مسلم خواتین اس مطالعے میں شامل ہیں۔ مطالعہ کے دوران مجموعی طور پر چودہ تفصیلی انٹرویو کیے گئے تھے۔ موضوعات کی تعمیر اور نمونہ سائز کا تعین کرنے کے لئے اعداد وشمار کو اکٹھا کرنے کے درجہ انتہائی (سیچوریشن) کا طریقۂ مطالعہ میں استعمال کیا گیا ہے۔ مسلم خواتین کے مشترکہ نقطۂ نظر نے تحقیقی سوالات کے جوابات تلاش کرنے میں مدد کی۔اس عمل کے دوران، متعدد موضوعات نتائج کے طور پر سامنے آئے جن پر پہلے کے ابواب میں تبادلہ خیال کیا گیا ہے۔ یہاں محقق کا مقصد ان نتائج کا ادراک کرنا اور پہلے کے نتائج کی تصدیق یا اس کے برخلاف حاصل ہونے والے نتائج کو جاننے اور سمجھنے کی کوشش ہے۔

بحث:

یہ معلوم ہوا ہے کہ ابتدائی عدم دلچسپی والدین یا خاندان کی اپنی بیٹی کی تعلیم کے سلسلے میں لاپرواہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ والدین اپنی بیٹی کی جلد از جلد شادی کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔اس سے بیٹی اور اعلیٰ تعلیم کے تئیں ایک خاص قسم کا رویہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ والدین کی ترجیح مسلم خواتین کی تعلیمی رفتار کی نوعیت اور مدت کا تعین کرتی ہے۔ابتدائی عدم دلچسپی اسکول کے ماحول، نمائش، طلباء اور اساتذہ کے ساتھ تعامل سے محرومی کا سبب بن سکتی ہے جو شاید زندگی میں تعلیم کے لئے کم دلچسپی، حوصلہ افزائی اور خواہش کا باعث بنتی ہے۔ لہٰذا والدین اور اہل خانہ کا مثبت رویہ مسلم خواتین کی تعلیم، خاص طور پر ان کی اعلیٰ تعلیم کی جانب سفر کا تعین کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہ نتائج بھارت اور اسرائیل میں کیے گئے مطالعے سے ملتے جلتے ہیں جس میں اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ مسلم خواتین

کو ایک معاون خاندان کی ضرورت ہے جو اعلی تعلیم کے لئے بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے (Oplatka and Lapidot 2011, abidi & kazmi; 2019; jamal aldeen; 2019)۔ اعلیٰ تعلیمی قابلیت اور صنف کے تئیں مثبت رویہ رکھنے والے والدین سے قطع نظر ایسی صورتحال میں بھی ذہن میں پیدا ہونے والے خوف اور عدم تحفظ کی وجہ سے دوری رکاوٹ بن جاتی ہے۔ دوری سے وابستہ خوف کو بیٹی کے رویے پر قابو پانے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ فاصلے کے مسئلے کی وجہ سے کچھ معاملات میں بہتر تعلیمی ادارے میں تعلیم حاصل کرنے اور کوچنگ ورہنمائی حاصل کرنے کے مواقع سے سمجھوتہ کیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے تعلیم کا معیار اور تعلیمی رفتار کمزور ہو جاتی ہے۔ لمبی دوری کی صورت میں تنہا نقل و حرکت چیلنج بن جاتی ہے۔ فاصلہ اور تنہا نقل و حرکت جب منسلک ہوتی ہے تو یہ کہانی میں اضافہ کرتی ہے۔ فاصلے اور اکیلے نقل و حرکت کے مسئلے کو بھی مختلف مطالعات کے ذریعہ اجاگر کیا گیا ہے (Sahu,Jaffery & Nakkeram 2016; Natan, Ashkenazi and Massarwe ; 2015, Hasan & Menon; 2005, Chanana 1993, GoI; 2007)۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ نہ صرف خوف ہے بلکہ بیٹی کی تعلیم کے بارے میں والدین کے امتیازی رویے کا اظہار ہے جس نے والدین کو رکاوٹ کی شکل میں دوری اور تنہا نقل و حرکت کو سمجھنے پر مجبور کیا۔ لٰہذا خاموشی توڑنا مسلمان خواتین کے لیے پہلا چیلنج ہے جو انہوں نے اپنے خاندان میں نہیں دیکھا تھا۔ یہ مسلم خواتین اور ان کے والدین کی نفسیات میں بھی ایک اہم عبوری مرحلہ ہے۔

والد کی ناسازگار صحت کی حالت کی وجہ سے خاندانی حمایت کی کمی بیٹی کو تعلیمی کورس کے لئے ترجیح کی پہلی پسند کے ساتھ سمجھوتہ کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ جب خاندان میں سرپرست بہت بیمار ہو تو بیٹی کے ساتھ جانے کے لئے خاندان کے دیگر افراد بھی دستیاب نہیں ہوتے ہیں تو والدین اور بیٹی کو اکیلے طویل سفر سے متعلق بات چیت کرنی پڑتی ہے۔ تنہا بہت دور کا سفر اکثر دوسرے چیلنجوں کے ساتھ مل جاتا ہے۔ لڑکیوں کی تعلیم کے لئے معاون مالی حالت کی اہمیت پر بھی بہت سے مطالعات نے زور دیا ہے۔ مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کی سب سے اہم وجہ سماجی و اقتصادی عوامل ہیں خاص طور پر خاندان کے سربراہ کا پیشہ کیونکہ آبادی کی اکثریت ہنر مند اور نیم ہنر مند ملازمتوں سے وابستہ ہے(Abidi & kazmi 2019;Chanana 1993)۔

مسلم عورت کو میڈیکل سائنس میں پیشہ ورانہ کورس کے لئے اپنی خواہش کو قربان کرنا پڑتا ہے تاکہ اس کی والدہ اپنے تدریسی پیشے کو جاری رکھ سکے۔ تعلیم یافتہ اور ملازمت پیشہ ماں کی خواہش بیٹی کی خواہش سے متصادم پائی جاتی ہے۔ابتدائی تعلیمی اور کیریئر کی رہنمائی کی کمی تعلیمی سال کے نقصان کا باعث بنتی ہے۔رہنمائی کے بجائے، وہ بھاری مشورے کے ساتھ بمباری کرتے ہیں۔ تعلیمی اور کیریئر کی رہنمائی مسلم خواتین کی دلچسپی اور صلاحیت کو سوچنے اور سمجھنے کے بعد حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی ہے بلکہ یہ ان کی خواتین ہونے کی وجہ سے حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ بعض اوقات ان پر ایک خاص کورس کو مسلط کر دیا جاتا ہے اور یہ حیرت کی بات ہے۔ایسا لگتا ہے کہ اس طرح کا عمل خواتین کے تئیں مخصوص تصوراتی رویے سے پیدا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ تعلیمی کورس بھی صنف کے ساتھ تقسیم کیا جاتا ہے۔زیادہ تر والدین اپنی بیٹیوں کے لیئے تدریس کا پیشہ بطور کورس اور کیریئر منتخب کرنے میں ترجیح دیتے ہیں۔ کم آمدنی والے ممالک میں خاندانوں میں لڑکیوں اور لڑکوں کی تعلیمی ضروریات کے متنوع تصورات ہوتے ہیں، جب کہ لڑکوں کو مستقبل کے کمانے والے اور سربراہ کے طور پر سمجھا جاتا ہے اور لڑکیوں کی تعلیم کو وسائل کا ضیاع سمجھا جاتا ہے(Jayaweera ;2010)۔اس طرح کا رویہ خاندان میں صنفی امتیاز کو برقرار رکھتا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ معیاری تعلیمی اداروں کی مناسب تعداد کا فقدان ہے۔ایسے حالات میں مسلم خواتین تلنگانہ جیسی دیگر ریاستوں کا سفر کرنے پر مجبور ہیں۔اس طرح کے مسئلے کا سامنا نہ صرف خاتون طالب علم بلکہ مرد طلباء کو بھی کرنا پڑتا ہے۔ذریعہ تعلیم میں تبدیلی کی وجہ سے فہم کی صلاحیت میں کمی واقع ہوئی ہے اور اس کے نتیجے میں تعلیمی کارکردگی متاثر ہو سکتی ہے۔اس میں بعد میں اور اعلیٰ مرحلے میں تعلیمی راستے پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت ہے۔ ذریعہ تعلیم میں تبدیلی کا سب سے بڑا نقصان اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب مسلم خواتین مسابقتی دنیا اور یونیورسٹی کی زندگی میں داخل ہوتی ہیں۔دیہی علاقوں میں انگریزی میڈیم اسکول کی کم دستیابی اس کی ایک وجہ ہے۔ تنہا دور دراز مقامات کا سفر کرنا ایک اور مسئلہ ہے جو مسلم خواتین کو ہندی میڈیم اسکول میں بھی گھسیٹتا ہے جسے ان میں سے زیادہ تر جاری رکھنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ بعض اوقات مسلم خواتین کو والدین کے امتیازی رویے کی وجہ سے ہچکچاتے ہوئے ہندی ذریعہ تعلیم سے پڑھائی کرنی پڑتی ہے۔ مسلم خواتین اسکول اور کالج (سرکاری اور نیم سرکاری) میں باقاعدگی سے کلاس سے محروم ہیں جو ان کی مجموعی تعلیم کو متاثر کرتی ہیں۔انٹرمیڈیٹ کی سطح کی تعلیم کو علمی اور کیریئر کا سنگ بنیاد تصور کیا جاتا ہے اور وہ بھی سمجھوتہ کرنے کی پوزیشن میں معلوم ہوتا ہے۔ بعض اوقات،

بے قاعدہ کلاسوں والے کالج کو ترجیح دی جاتی ہے تاکہ مسابقتی دنیا میں ان کی بقا کے لئے کوچنگ کلاسوں کے لئے وقت وقف کیا جاسکے۔ سرکاری اسکول اور کالج مسابقتی معیار کی معیاری تعلیم فراہم کرنے میں ناکام نظر آتے ہیں۔ ایک بار جب فاصلے پر بات چیت کی جاتی ہے تو، ایک خاص قسم کی ہاسٹل کی سہولت مطلوب ہوتی ہے۔ والدین ایک ایسا ماحول چاہتے ہیں جو خاص طور پر لڑکیوں کے لئے سازگار ہو۔ ایک ایسا ماحول جہاں مسلمانوں کی اکثریت، علیحدہ ہاسٹل رہائش، اور محفوظ کیمپس ہو۔ اگرچہ، والدین نے مخلوط تعلیم کے ساتھ مفاہمت کی ہے۔ اگر اس طرح کے معیار کو پورا نہیں کیا جاتا ہے تو، کالج یا کوچنگ کے لئے شہر میں رہنے کے لئے تیار مسلم خواتین گھر سے تعلیم حاصل کرنے کے لئے مجبور ہیں۔ لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیوں کے لئے اسکول سے دوری اکثر زیادہ اہم ہوتی ہے، خاص طور پر ان ممالک میں جہاں سنگل سیکس اسکول اور شائستگی پر ثقافتی زور ہوتا ہے (Jacob, 1996)۔ مسلم خواتین سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ مسلم خواتین کے تصور سے پیدا ہونے والے طرز عمل کی وضاحت کردہ سیٹ کی پیروی کریں۔ امتیازی رویہ رکھنے والے والدین خاندان کے دوسرے ممبروں کے خلاف مزاحمت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو بیٹی کی تعلیم کی خواہش کے حامی ہیں۔ والدین یا دادا دادی کا یہ رویہ خاندان کے دیگر افراد جیسے ماں یا بہن بھائیوں کی طرف سے اشتراک کیا جاتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ امتیازی رویہ نسل در نسل سفر کر رہا ہے، دادا سے لے کر باپ اور بیٹے تک۔ اگر جانچ پڑتال اور مداخلت نہ کی گئی تو یہ دوسری نسل تک برقرار رہ سکتا ہے۔ امتیازی رویہ رکھنے والے والدین اور بہن بھائیوں کا یہ تصور پہلے سے طے شدہ ہے کہ مسلمان خواتین کا رویہ بے باک، آگے بڑھنے والا، بے عزتی کرنے والا، اپنا فیصلہ خود کرے گا اور چہرے کو بے نقاب کرے گا۔ ایسا لگتا ہے کہ امتیازی رویہ مسلم خواتین کے رویے کو کنٹرول کرنے کا ذریعہ ہے۔ مسلمان عورتوں کی تنہائی انہیں گھر سے باہر جانے پر مجبور کرتی ہے خاص طور پر جب یہ ضروری ہوتا اور یہ صورت حال انہیں تعلیم سے محروم کرتی ہے جب کہ تنہائی کرنے والے اصول کو توڑنے کے لئے گھر سے باہر آنے کی ضرورت ہوتی ہے (Menon; 1979)۔

اس کے علاوہ، امتیازی رویہ گھر کے قریب اسکول کو ترجیح دینے، انگریزی میڈیم اسکول پر ہندی میڈیم کو ترجیح دینے، تعلیم کے لئے دور جانے کی اجازت نہ دینے، مطالعہ کے کورس اور کیریئر کے انتخاب میں ظاہر ہوتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ والدین ماضی میں پھنسے ہوئے ہیں اور اپنی سماجی و مذہبی اقدار کو برقرار رکھتے ہوئے حال کے مطالبے کے ساتھ تنظیم نو اور گفت و شنید کرنے کی ضرورت سے ناواقف ہیں۔ امتیازی رویہ نسل در نسل، آباء واجداد سے

لے کر نئی نسل تک، باپ سے بیٹے تک ہر نسل میں سفر کرتا ہے۔ بہن بہن پر پابندیاں عائد کرتی ہے تاکہ رویے کو کنٹرول کیا جاسکے یہ فرض کرتے ہوئے کہ کہیں اس کی بہن ناقابل قبول طرز عمل نہ اپنالے۔ بہن بھائی خاص طور پر بھائی کا امتیازی رویہ اس فیصلے کے معاملات میں بہن پر غلبہ کا باعث بنتا ہے کہ اسے کس راستے پر چلنا چاہئے اور وہ کس سطح کی تعلیم حاصل کرے گی۔ بھائی کا غلبہ ماں پر بھی ظاہر ہوتا ہے اور وہ بیٹے کی زبان میں بات کرتی ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، امتیازی رویہ خود کو مختلف مرحلے پر ظاہر کرتا ہے۔ پہلے سے طے شدہ طرز عمل اور کردار مسلم خواتین کے ساتھ کس طرح کے سلوک کا تعین کرتے ہیں۔ خاندانی اقدار اور کارپوریٹ ثقافت تنازعات اور خاص کورس کے لئے خاندان کی ترجیح بنیادی طور پر طالب علم خواتین اور مسلمان ہونے کی طرف سے حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔ ایک بار پھر، ایسا لگتا ہے کہ مسلم خواتین کے لئے مواقع کے ساتھ بیرونی دنیا کے ساتھ بات چیت کرنے میں ناکامی ہے۔ بیٹی کی شادی کے معاملات میں والدین فیصلہ کرتے ہیں۔ والدین کا سامنا دو اختیارات کے ساتھ ہوتا ہے، بیٹی کی شادی کس مرحلے پر ہونی چاہیے اور تعلیم کے حصول کے بعد بیٹی کی شادی کس سطح پر کی جانی چاہیے۔ انتخاب اس بنیاد پر کیا جانا چاہئے جو زیادہ اہم ہے۔ شادی کے ساتھ بات چیت کے باوجود، شادی کو اعلی تعلیم پر ترجیح دی جاتی ہے۔ بسا اوقات والدین کی نظر میں شادی اتنی اہمیت کی حامل ہوتی ہے کہ بیٹی کی منگنی بچپن میں ہی کر دی جاتی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلم خواتین کے بیٹی ہونے کے تصور میں شادی کی جگہ اعلیٰ تعلیمی مقام سے زیادہ اہم ہے۔ مسلم کمیونٹی میں کم عمری میں شادی کا رواج، خواتین کو شادی کے بعد اپنی تعلیم جاری رکھنے سے روکنے میں اہم کردار ہے۔ (Menon; 1979)۔

اعلی تعلیم وہ مرحلہ ہے جہاں عام طور پر طالب علم کی عمر 18 سال سے زیادہ ہوتی ہے ان عوامل کو مد نظر رکھتے ہوئے، والدین کے پاس دو اختیارات رہ جاتے ہیں یا تو شادی کی عمر کے ساتھ بات چیت کریں یا دولہا کے ساتھ بات چیت کریں کہ بیٹی کو اعلی تعلیم مکمل کرنے کی اجازت دینے کا وعدہ کریں۔ بعض صورتوں میں، والدین شادی کی عمر کے ساتھ بات چیت کر سکتے ہیں، اور دولہا کے ساتھ بات چیت سے تین امکانات سامنے آتے ہیں، یا تو وہ اجازت نہیں دے گا، یا پھر خوشی سے اجازت دے گا اور تعاون کرے گا، یا پھر وہ اس شرط پر اجازت دے گا کہ اعلی تعلیم کی تکمیل اس کے تعلیمی سفر کا اختتام ہوگی۔ تین امکانات میں سے، پہلی شرط نہیں ملی تھی۔ دوسرا امکان پایا گیا جو حمایت حاصل کرتا ہے اور تیسری حالت پائی گئی۔ مالی بوجھ اور بچوں کی ایک بڑی تعداد چھوٹے بہن بھائیوں کو

تعلیم حاصل کرنے کے موقع سے محروم کرتی ہے۔ نتیجے کے طور پر، سب سے بڑے فرد کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے منتخب کیا جاتا ہے تاکہ وہ وسائل کا انتظام کرے اور خاندان میں معاش کا بندوبست کر سکے۔ یہ کہانی کے پہلوؤں میں سے ایک ہے۔ اسی کہانی کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ جن مسلم خواتین نے یہ کہانی شیئر کی، ان کی کئی بار مخالفت کی گئی جو کہ صنفی امتیازی رویے کا اظہار ہے۔ جب مالی وسائل کم ہوتے ہیں تو خاندان بیٹیوں کے بجائے بیٹوں کی اعلیٰ تعلیم کی حمایت کرتے ہیں کیونکہ وہ مستقبل میں کمانے والے ہوتے ہیں(Abidi & Kazmi 2019)۔

یہ جواب دہندہ کی مرضی تھی جس نے اسے تحقیق کرنے کے قابل بنایا۔ قریبی رشتہ دار اپنے دقیانوسی خیالات سے بالواسطہ طور پر دباؤ ڈالتے ہیں۔ وہ نقل و حرکت، شادی، شادی کی عمر، مسلم خواتین کی تعلیم کی سطح کے معاملات میں مناسب قدم اٹھانے کے معاملات میں تجاویز کے ذریعے والدین کے فیصلے پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ رشتہ داروں کے خیالات ان کے امتیازی نقطۂ نظر، بیٹی کے تصور اور بیٹی کے تصور میں تعلیم کی اہمیت کی عکاسی کرتے ہیں۔ کمیونٹی اور معاشرے نے اعلی تعلیم حاصل کرنے والی خواتین کے معاملات میں خاندان (والدین) کے فیصلے پر اثر انداز ہونے کے ذریعہ اپنے صنفی امتیازی رویے کا اظہار کیا ہے اور اس طرح کی دلیل پیش کی ہے کہ خواتین کو اس عمر تک نہیں سکھایا جانا چاہئے جب وہ 'صحیح عمر' (بلوغت کی عمر، 18) تک پہنچ جاتے ہیں۔ ان کی جلد از جلد شادی کی جانی چاہئے ورنہ 'بڑی عمر کی خواتین' کو دولہا نہیں ملے گا۔ انھیں اکیلے گھر سے دور نہیں ہونا چاہئے۔(Abidi & Kazmi 2019) کی تحقیق میں کہا گیا ہے کہ صنفی تعصب، گپ شپ اور سماجی کنٹرول کچھ سماجی وجوہات ہیں جو اعلیٰ سطح پر مسلم لڑکیوں کی تعلیمی پسماندگی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

مسلم خواتین کی امنگوں کی راہ میں حائل مزاحمت سے ہٹ دھرمی کا رویہ پروان چڑھتا ہے اور یہ تبدیلی پر مزید زور دیتا ہے۔ تبدیلی کا مطلب یہ ہے کہ خود اور اس کی خواہش کے لئے جگہ پیدا کرنا۔ ماں کا اعتماد جیتنے سے بیٹی کو نفسیاتی تسکین کا احساس ہوتا ہے۔ نفسیاتی تسکین دماغ کو سکون دیتی ہے جو ذہن کو اپنے مقصد کے علاوہ کہیں اور مشغول ہونے کی اجازت نہیں دیتی ہے۔ یہ نتیجہ آسٹریلیا میں ہونے والی ایک تحقیق سے ملتا جلتا ہے جس میں پایا گیا ہے کہ مسلم خواتین نے اپنے والدین کو ان کے مستقبل کے نقطۂ نظر کے ذریعے حل کرنے اور قائل کرنے کے لئے بات چیت کی کوشش کی ہے جہاں خواتین اپنے مفادات کو دیکھتی ہیں اور باہمی طور پر فائدہ مند سمجھوتہ کرنے والے مرحلے تک پہنچنے کے لئے اپنے والدین کے مفادات کو تسلیم کرتی ہیں(Jamal al-deen; 2019), جو کہ

گھر سے دور رہنے والی مسلم خواتین کے لئے توانائی کے زیادہ سے زیادہ استعمال کے لئے مددگار ثابت ہوتا ہے۔ بیٹی کے گھر سے دور ہونے کی وجہ سے جذباتی لگاؤ، غیر یقینی صورتحال ماں کو فکر مند کر دیتی ہے۔ بیٹی نے ماں کی تشویش کو دور کرنے کے لئے اپنی کی طرف سے یقین دہانی کرائی ہے۔ایسا لگتا ہے کہ مسلم خواتین کو اس بات کی آگہی ہے کہ اس طرح کی ناگزیر صورتحال سے کیسے نمٹنا ہے اور اپنے مقصد کے لئے خود کو سہولت فراہم کرنا ہے۔امنگوں کے تعاقب کے عمل میں جس جدوجہد کا سامنا کرنا پڑا، مسلم خواتین نے اپنی خواہشات کو پورا کرنے کی راہ میں درپیش چیلنجوں کا جواب دینے اور ان کا مقابلہ کرنے کے لئے تخلیقی صلاحیتوں کو ایک خاص انداز میں بہتری پیدا کی ہے۔ قائل کرنے، گفت وشنید، خاندان کے اعتماد اور بھروسہ کو جیتنے کا فن اور عزم مصمم سے، جواب دہندگان نے خود کی حمایت حاصل کی ہے۔ یہ تخلیقی مہارتیں بھی تعلیم کے لئے حوصلہ افزا نتیجے فراہم کرتی ہیں۔ یہ صرف ان کی حوصلہ افزائی اور ان کی زندگی میں تعلیم کی اہمیت کی وجہ سے ممکن ہے۔ دوسرے لفظوں میں، یہ کہا جاسکتا ہے کہ حوصلہ افزائی تخلیقی مہارت کی نشوونما کا باعث بنتی ہے جیسے قائل کرنا، بات چیت کرتے رہنا، سختی (ضد) جس کو پورا کرنے کے لئے، وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے لئے اہم ہے۔ یہ نتیجہ ایک دوسرے مطالعہ کی تصدیق کرتی ہے جو آسٹریلیا میں منعقد کیا گیا تھا کہ خود کی مضبوطی، زندگی میں ترقی کرنے کے لامتناہی عزائم کے ساتھ مل کر، خواتین کو ان کی اعلی تعلیم میں رکاوٹوں پر قابو پانے میں مدد کرتی ہیں(Jamal al deen; 2019)۔

خاندان مسلم خواتین کی دوری پر نقل وحرکت کے ساتھ بات چیت کر کے بیٹی کی حمایت کرتا ہے یہاں تک کہ جب انہیں تنہا منتقل ہونا پڑتا ہے۔ والدین کو شادی، دوری، تنہائی کی نقل وحرکت، شادی کی عمر کے نام پر پیدا ہونے والے سماجی دباؤ کو نظر انداز کرنا پڑتا ہے۔ والدین اعتماد کا مظاہرہ کرتے ہیں اور تنقیدی آزادی فراہم کرتے ہیں۔ والدین آزادی فراہم کرتے ہیں کیونکہ وہ سوچتے ہیں کہ بیٹی قابل اعتماد ہے اور تعلیم حاصل کرنے کے قابل ہے اور یہ دو چیزیں بہت اہم ہیں۔ آزادی (دوری اور تنہا سفر) ان بیٹیوں کو دی جاتی ہے جو والدین کی طرف سے اعتماد حاصل کرنے میں کامیاب ہیں۔ والدین کو پیشگی میں پیدا ہونے والے مفروضے عدم اعتماد سے چھٹکارا حاصل کرنا ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ پیشگی عدم اعتماد ہے جس کی وجہ سے کچھ والدین اپنی بیٹی کو نقل وحرکت کی آزادی کی اجازت نہیں دیتے ہیں۔ بیٹی کو کس حد تک آزادی دی جائے گی اس کا انحصار والدین کی نظر میں بیٹی کی ساکھ پر ہے۔ والد کو مزاحم خاندان کے ارکان اور قریبی رشتہ داروں کو ٹھنڈا کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ،

تعلیم یافتہ خاندان بیٹی کی خواہش کے ساتھ ان کی خواہش کو زینت بخش کر بیٹی کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ ماں اپنی بیٹی کے لئے اعلی مقصد مقرر کرتی ہے. والدین بچپن سے ہی تعلیمی ماحول اور مناسب رہنمائی فراہم کر کے مدد کرتے ہیں۔ کچھ والدین کو اس حقیقت کا احساس ہوتا ہے کہ وہ گھر میں مطلوبہ ماحول دینے سے قاصر ہیں، وہ جان بوجھ کر بیٹی کو ایسے ماحول میں بھیجتے ہیں جس میں وہ مہارت حاصل کر سکتی ہے۔ والدین بھی ملازمت کی منظوری اور اجازت دے کر اپنی حمایت کا اظہار کرتے ہیں۔

اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والی شادی شدہ مسلم خواتین کے معاملے میں شوہر اور شوہر کے والدین دونوں اپنی حمایت کرتے ہیں اور وہ تعلیم کو ترک یا روکنا نہیں چاہتے ہیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے تعلیم جاری رکھنے اور ملازمت کرنے کے منصوبے کی حمایت اور خیر مقدم کیا۔ تعلیم یافتہ شوہر خاص طور پر تعلیم یافتہ ساس جو یہ کام کر رہی ہیں، شادی شدہ مسلم خواتین کے تعلیمی اور کیریئر کے امکانات کے خلاف صرف مزاحمت کرتی نظر آتی ہیں۔ یہ نتیجہ آسٹریلیا میں کی جانے والی ایک تحقیق سے ثابت ہوتا ہے جس میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ مسلم خواتین کو ایک ایسے معاون خاندان کی ضرورت ہے جو اعلیٰ تعلیم کو اہمیت دے اور اس کے علاوہ ایک معاون شوہر کی بھی ضرورت ہے(Jamal al deen; 2019)۔ کمیونٹی کے لوگ بھی ایک بہت ہی منفرد، غیر معمولی اور بظاہر غیر متوقع طریقے سے حمایت کرتے ہیں.۔ تعلیمی سفر کے ساتھی مانو(MANUU) کو تلاش کرنے میں مدد کرتے ہے، گاؤں میں ٹیوشن کی سہولت نے پی سی ایم اسٹریم کے لئے دلچسپی پیدا کی، اسی ٹیوٹر نے پوسٹ گریجویشن کی سطح (ایم سی اے) پر کورس کے انتخاب میں رہنمائی کی، استاد نے والدین کو قائل کرنے میں مدد کی۔

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی جیسا تعلیمی ادارہ مسلم خواتین کی زندگی میں بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ مانو مسلم خواتین اور ان کے والدین یا شوہر کی مدد کرتا ہے اور ان کی پسند کا مناسب ثقافتی ماحول فراہم کرتا ہے جس کے ساتھ وہ وابستہ ہو سکتے ہیں۔ ہاسٹل کی سہولت کے ساتھ محفوظ کمپاؤنڈ کے تصور نے والدین اور شوہر کے لئے خاص طور پر شادی شدہ مسلم عورت کے معاملے میں اعتماد پیدا کیا۔ یونیورسٹی اور ہاسٹل کی زندگی گھر کے مقابلے میں تعلیمی فضا اور علمی ماحول فراہم کرتی ہے جہاں مسلم خواتین کو گھر کی ذمہ داریوں کی انجام دہی میں وقت صرف کرنا پڑتا تھا۔ کچھ جواب دہندگان کے لئے، سخت مقابلہ کی وجہ سے مانو آخری امید ہے۔ اردو میڈیم کے طالب علموں کے لئے یہ مرکزی یونیورسٹی مانو تعلیم حاصل کرنے کے مواقع کا دروازہ کھولتی ہے۔

اعلیٰ تعلیم کی سطح تک پہنچنے کا مسلم خواتین پر گہرا اثر پڑتا ہے جس سے شخصیت اور ذہنیت میں تبدیلی آتی ہے۔ سوچ میں وسعت رویے میں تبدیلی کا باعث بنتی ہے۔ یہ سوچ اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت میں مثبت عمل کو جنم دیتا ہے۔ تعلیم کا مطلب زندگی کی ہر جہت سے لطف اندوز ہونا ہے بجائے اس کے کہ ملازمت پر زیادہ زور دیا جائے۔ ایسا لگتا ہے کہ خود اعتمادی کی تشکیل میں اضافہ ہوا ہے۔ اس کی وجہ سے تنہا سفر کرنے، بے باک ہونے اور زندگی کے حالات کے ساتھ مقابلہ اور گفت و شنید کرنے میں اعتماد پیدا ہوا ہے۔ نیکی کے احساس کی نشوونما ہوتی ہے، صحیح اور غلط میں تمیز کرنے، اور اچھے اور برے میں فرق کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ تعلیم کو خود انحصاری، بااختیار بنانے اور آزادی کے ایک آلے کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ تعلیم کو غلط روایات کی مخالفت کرنے والا حقوق کی حفاظت کرنے والا شادی کے بعد خود انحصاری کے ذرائع کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ انتہائی ناسازگار شادی کی حالت میں الگ راستے اختیار کرنا اور مالی آزادی کے لئے ملازمت حاصل کرنا، ان سب سے تعلیم کو حیثیت اور رتبہ میں اضافے کے طور پر بھی دیکھا جاتا ہے اس سے مسلم عورت اور اس کے خاندان کو کمیونٹی میں پہچان ملتی ہے۔ مسلمان خواتین کو شوہر کی نظر میں باعزت بناتا ہے۔ مسلم خواتین کو شادی کے لئے تعلیم یافتہ خاندان مل جائے گا۔ تعلیم سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ زندگی گزارنے کی مہارت حاصل کر سکیں جیسے بچے کی پرورش سمیت مختلف چیزوں کو سنبھالنے کی صلاحیت۔ مالی طور پر خود مختار ہو کر بیوہ یا طلاق کے معاملات میں تعلیم کو حفاظتی چادر کے طور پر بھی دیکھا گیا ہے۔ تعلیم کو ان پڑھ ہونے سے پیدا ہونے والی مشکلات سے بچنے کے طور پر بھی سمجھا جاتا ہے۔ تعلیم کے بارے میں مسلم خواتین کا نقطۂ نظر مشکلات، ناپسندیدہ شادی، خود مختاری حاصل کرنے سے حفاظتی ڈھال کے طور پر بھ دکھا جاتا ہے جو کہ بہت سارے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے(idi & Kazmi 2019; Sahu,Jaffery & Nakkeram 2016)۔

مسلم خواتین موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے سخت کوشش کرنا چاہتی ہیں اور مستقبل میں فائدہ حاصل کرنے کے لئے اعلی مقصد مقرر کرنا چاہتی ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ سفری فاصلے کے معاملات میں خود انحصاری کی بتدریج نشوونما ہو رہی ہے۔ تعلیم خود کی شناخت کی تلاش اور یہ جاننے کے ذریعہ کہ آیا وہ آزادانہ طور پر زندہ رہ سکتی ہے یا نہیں، آزادانہ بقا کی تربیت کے لئے بھی ہے۔ تعلیم کے راستے سے گزرتے ہوئے مسلم خواتین ابتدائی رہنمائی کی اہمیت اور ان کی دلچسپی کی پیروی کے بارے میں اپنے ماضی کے تجربے سے سیکھتی

ہیں۔ تعلیم مستقبل کے شوہر کے ساتھ ان کی شرائط کے ساتھ اپنی بات منوانے کی صلاحیت فراہم کرتی ہے جس میں کورس کی تکمیل اور تحقیق کرنا شامل ہے۔ خاندان پر اعلی تعلیم کے حصول کا اثر بھی ہے۔ جواب دہندہ خاتون اپنے بہن بھائیوں کے لئے آنکھ کھولنے والی ثابت ہوئی ہے۔ ان میں جوش و خروش اور دلچسپی پیدا ہوئی۔

مسلم خاتون نے اچھے تعلیمی کورس، کالج اور نوکری حاصل کرنے میں تعلیم کی اہمیت کے بارے میں بہن بھائیوں کی رہنمائی کی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ مسلم خواتین خاندان میں تبدیلی کے لئے ایک تحریکی کردار ادا کرتی ہیں۔ تعلیم یافتہ مسلم خواتین خاندان اور قریبی رشتہ دار میں ممکنہ رول ماڈل معلوم ہوتی ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے کمیونٹی میں بھی رول ماڈل کے طور پر کام کیا ہے۔ مسلم خواتین کے ذریعہ اعلی تعلیم کی پیروی نے خاندان میں فخر اور خوشی لائی ہے۔ والدین بھی بیٹی کے کام کرنے سے خوش اور آرام دہ اور پر سکون تھے لیکن تمام معاملات میں نہیں۔ مسلم خواتین کی آواز نہ صرف سنی جارہی ہے بلکہ انہیں خاندان میں فیصلہ سازی کے عمل میں مصروف کیا جارہا ہے۔ مسلمان عورت قریبی رشتہ داروں کا دل بدل دیتی ہے۔ ماموں، جو گھر سے دور اپنی بھانجی کی تعلیم کے خلاف تھے، انہوں نے اپنی بیٹی کو بھانجی کے ساتھ تعلیم کے لیے بھیجا۔ یہی رجحان کمیونٹی کی سطح پر بھی پیش آیا۔ جواب دہندگان میں سے کچھ ماموں زاد یا چچازاد بھائی بہنوں کے دماغ کو ہلانے اور طوفان برپا کرنے میں کامیاب رہے ہیں لیکن اسے تعلیم کی لائن میں لانے کے لئے کافی نہیں ہے۔ والد صاحب اس کے سخت مخالف تھے۔

مسلم خواتین جنہوں نے اعلی تعلیم حاصل کی ہے وہ کمیونٹی میں خاندانوں کے لئے رہنما اور حوصلہ افزائی کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔ مسلم خواتین اور ان کے والدین بعض اوقات لڑکیوں اور ان کے والدین کو داخلہ امتحان، کالج اور کورس کے بارے میں رہنمائی کرتے ہیں۔ جواب دہندگان کے والدین شادی سے پہلے تعلیم کی تکمیل پر زور دیتے ہیں۔ جواب دہندگان میں سے ایک نے اپنی چھٹیوں میں مالی طور پر معذور لڑکیوں کو ٹیوشن فراہم کی۔ کمیونٹی میں دل کی تبدیلی بھی ہوتی ہے جیسا کہ خاندان کے معاملے میں بھی ہوا تھا۔ والدین جو جواب دہندہ کی تعلیم کے بارے میں اہم تھے، انہوں نے جواب دہندہ کو اپنی بیٹی کے لئے ایک رول ماڈل بنایا۔ ایسا لگتا ہے کہ مسلم خواتین معاشرے میں لڑکیوں کے لئے حوالہ بن جاتی ہیں تاکہ والدین کو والدین کی طرف سے مطالبہ قبول کرنے کے لئے راضی کیا جاسکے۔

مسئلہ کی تصوراتی تفہیم:

نتائج اور محقق کے اپنے خیال کے مطابق ایک تصوراتی ڈھانچہ پیش کیا گیا ہے جو مسلم خواتین کے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے رجحان کی وضاحت کرتا ہے۔اس فریم ورک میں چیلنجز، معاونت اور انجام شامل ہیں جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے رجحان سے متعلق ہیں۔اس رجحان میں مسلم عورت (انفرادی طور پر)، خاندان اور بڑی برادری بھی شامل ہے۔

خاکہ 8.1: رویہ، اظہار اور منتقلی:

رویہ
بیٹیوں کی اعلیٰ تعلیم کی طرف (خاندان) کا رویہ
لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم کی طرف (کمیونٹی) کا رویہ
اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی طرف (مسلم خواتین) خود کا رویہ
اظہار
عمل میں رویہ کا اظہار (خاندان کی طرف سے)
عمل میں رویہ کا اظہار (کمیونٹی کی طرف سے)
عمل میں رویہ کا اظہار (مسلم خواتین کی طرف سے)
منتقلی
رویہ اور عمل کا خاندان پر منتقلی
رویہ اور عمل کا کمیونٹی پر منتقلی
رویہ اور عمل کی منتقلی مسلم خواتین پر

رویہ:

اعلیٰ تعلیم کے حوالے سے خاندان، برادری اور مسلم خواتین کا بیٹی، مسلم خواتین اور خود کے تئیں رویہ بیٹیوں کی اعلیٰ تعلیم کے تئیں والدین کا رویہ صنفی امتیازی رویہ اور ترقی پسندانہ رویہ سے ابھرا ہے۔

ایک بھی مثال ایسی نہیں تھی جہاں مطلق صنفی امتیازی رویہ یا مطلق صنفی ترقی پسندانہ رویہ موجود ہو۔ مطلق صنفی امتیازی رویہ کا مطلب ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کے ساتھ بالکل مختلف طریقوں سے سلوک کیا جاتا ہے۔ ترقی پسند رویہ کا مطلب ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کے ساتھ مکمل طور پر ایک جیسا سلوک تو نہیں کیا جاتا بلکہ لڑکیوں کے مقابلے لڑکوں کے ساتھ بہتر سلوک کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے۔ صنفی امتیازی رویہ سے ترقی پسند رویہ کی طرف میلان مسلم خواتین کی طرف سے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے معاملات میں رونما ہونے والی تبدیلی کا اظہار ہے۔ جو کہ خاندان، مسلم خواتین، اور کمیونٹی کے رویے اور ان کے اقدامات سے ظاہر ہوتے ہیں۔ خاندان (والدین، بہن بھائی، دادا دادی، قریبی رشتہ دار) اور برادری کا رویہ امتیازی اور ترقی پسند بھی پایا گیا ہے۔ جو امتیازی رویہ عمل سے ظاہر ہوتا ہے وہ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے چیلنج بن جاتا ہے۔ اور جو ترقی پسند رویہ عمل میں ظاہر ہوتا ہے وہ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے معاون بن جاتا ہے۔ یہ مطالعہ دو مختلف اور متضاد رویوں کو ظاہر کرتا ہے اور یہ امتیازی اور ترقی پسند رویہ کے ابھرنے کی وجہ جواب دہندگان کے بیانات سے جھلکتی ہے۔ یہ بیانیے خاندان، مسلم خواتین اور سماج کی طرف سے 'خواتین کے تصور' اور اس تصور میں 'اعلیٰ تعلیم کا مقام' کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

خواتین کا تصور اور اس تصور میں اعلیٰ تعلیم کا مقام:

خاندان، مسلم خواتین اور کمیونٹی کی طرف سے خواتین کا تصور اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ انہوں نے کس طرح سے سمجھا اور کس طرح کی بیٹی چاہتے ہے، اور خود کو اور مسلم خاتون کی حیثیت سے کیسا دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور اس تصور کے اندر، اس کی اہمیت کے لحاظ سے اعلیٰ تعلیم کا کیا مقام ہے جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے خاندان، مسلم خواتین اور کمیونٹی کے رویے کو تشکیل دیتا ہے۔ رویوں کی تشکیل پدرانہ ذہنیت اور ترقی پسند ذہنیت کے عنصر سے ہوتی ہے۔ پدرانہ ذہنیت کا مطلب ہے مسلم خواتین کے رویے کو کنٹرول کرنا اور ان کے لیے فیصلہ کرنا۔ مسلم خواتین کو درپیش تمام چیلنجز کو پدرانہ ذہنیت اور صنفی امتیازی رویہ سے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ مسلم خواتین کو درپیش چیلنجز جیسے معیاری تعلیمی اداروں کی عدم موجودگی اور کالجوں میں کلاسز کا نہ ہونا پدرانہ ذہنیت اور صنفی امتیازی رویہ سے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ ترقی پسند ذہن سازی کا مطلب ہے مسلم خواتین کے کردار میں تبدیلی لانے کی خواہش اور وقت کے تقاضوں کے مطابق مسلم خواتین کے کردار کی تشکیل میں اعلیٰ تعلیم کی اہمیت کو جگہ دینا ہے۔ تجزیہ کردہ بیانیہ کے مطابق 'خواتین کا تصور' اور اس تصور میں 'اعلیٰ تعلیم کا مقام' کی تشکیل ایک پیچیدہ عمل

معلوم ہوتا ہے۔ مسلم خواتین اور اس کے خاندان اور برادری کے درمیان مقابلے ہوتے ہیں۔ مسلم خواتین، خاندان اور برادری اس عمل سے گزرنے کے پابند ہیں۔ اس عمل کا نتیجہ گفت وشنید، انکار یا اقرار کی صورت میں نکلتا ہے۔

خاکہ 8.2: گفت وشنید، انکار اور اقرار

مسلم خواتین، خاندان اور کمیونٹی ذہنی سطح پر ایک دوسرے سے متصادم نظر آتے ہیں۔ مسلم خواتین عام طور پر خاندان کے ساتھ مقابلہ کرتی ہیں۔ کیونکہ بیٹی کی تعلیم کے معاملے میں خاندان کو فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ خاندانی مقابلہ بیٹی اور برادری کے ساتھ ہوتا ہے برادری بالواسطہ اور کبھی کبھی براہ راست خاندان کے ساتھ مقابلہ کرتی ہے اور کبھی برادری بالواسطہ طور پر خاندان کے ذریعے مسلم خواتین سے مقابلہ کرتی ہے۔ کبھی کبھی کمیونٹی براہ راست مسلم خواتین پر اپنے اثرات ڈالتی ہے۔ یہ مقابلے صرف اس لیے ہوتے ہیں کہ مسلم خواتین، خاندان اور برادری میں مسلم خواتین اور اعلی تعلیمی مقام کے بارے میں مختلف قسم کا تصورات ہیں۔ اس تصوراتی کش مکش کا نتیجہ گفت وشنید، انکار اور اقرار کی صورت میں نکلتا ہے۔ اس تحقیق میں یک طرفہ اقرار کی کوئی مثال نہیں ملی ہے۔ وہ مسلم خواتین جنہوں نے تعلیم چھوڑ دی اور اعلیٰ تعلیم حاصل نہ کر سکیں شاید خود کو خاندان کے سامنے تسلیم خم کر دیا ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ خاندان برادری کے ساتھ گفت وشنید نہ کر سکی۔ یا پھر خاندان نے بیٹی کو خود کو تسلیم کرنے پر مجبور کیا ہو گا۔ اس سے ایسا لگتا ہے کہ یہ بہت پیچیدہ عمل ہے۔ ایک دلچسپ بات ذہن میں رکھنے کی ضرورت ہے کہ ایک مسلمان عورت کے ماموں اپنی بھانجی کو تعلیم دینے کے حق میں نہیں تھے۔ دو سال کے بعد

اس نے اپنی بیٹی کو بھانجی کے ساتھ تعلیم کے لیے بھیج دیا۔اس مسلم خاتون کی سوچ اپنے ماموں کے برعکس تھی اور بالآخر وہ ماموں کا ذہن بدلنے میں کامیاب ہو گئی،اس طرح کے واقعات کمیونٹی کی سطح پر بھی پیش آتے ہیں۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خاندان اور برادری میں فرد کا ذہن اور رویہ بدلتا رہتا ہے۔اس تحقیق میں مسلم خواتین نے ضدی رویے کا مظاہرہ کرتے ہوئے خاندان میں مزاحمت کرنے والوں کے خلاف کھڑی نظر آتی ہیں۔کچھ مسلم خواتین نے بات چیت کے ذریعے اپنے خاندان کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے راضی بھی کیا۔والدین نے کمیونٹی کی طرف سے ڈالے گئے سماجی دباؤ ہینڈل کیا تاکہ بیٹی کو دور دراز جا کر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دی جا سکے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ذہن سازی اور رویہ جامد نہیں بلکہ متحرک ہیں جو بدلتے اور ارتقا پذیر ہوتے ہیں۔

خاندان، برادری اور مسلم خواتین کے عمل میں رویے کا اظہار:

عمل میں رویہ کا اظہار ذہنی تصور اور رویہ کی توسیع ہے۔خاندان، برادری اور مسلم خواتین کے رویے دو طریقوں سے ظاہر ہوتے ہیں۔یہ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے معاون یا چیلنجنگ ہو سکتا ہے۔خاندان کی طرف سے عمل میں معاون رویہ کا اظہار جیسے کہ دوری اور تنہائی کے سفر کی مشکلات کی پرواہ نہ کرنا، سماجی دباؤ کو نظرانداز کرنا، بیٹی پر اعتماد کا اظہار، اخلاقی حمایت، شادی کی عمر کے حوالے کی جانے والی فکر کو پیچھے چھوڑ دینا وغیرہ۔گھر سے دور داخلہ لینا، کم عمری میں منگنی، اپنی پسند کے کسی خاص کورس میں داخلے کی اجازت نہ دینا اس سے خاندان کے عمل میں چیلنجنگ یا منفی رویہ کا اظہار ہوتا ہے۔کمیونٹی کی طرف سے عمل میں معاون رویہ کا اظہار تعلیمی ادارے کا پتہ لگانے، کورس کے انتخاب میں رہنمائی اور دور دراز جا کر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے حوصلہ افزائی اور اعتماد حاصل کرنے کے معاملے میں کمیونٹی میں لوگوں (استاد، کالج، گاؤں کی تعلیم یافتہ بہن) کی اتفاقی حمایت کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

کمیونٹی کی طرف سے عمل میں چیلنجنگ یا منفی رویہ کا اظہار مسلم خواتین کی اعلیٰ تعلیم کے لیے دوری اور تنہا سفر کرنے پر سوال اٹھاتے ہیں، اور 'صحیح عمر' میں شادی پر زور دیتے ہیں۔مسلم خواتین کی طرف سے عمل میں معاون رویہ کا اظہار والدین کو اعلیٰ تعلیم کے لیے قائل کرنے اور ماں کا اعتماد جیتنے کے مترادف ہے۔بعض اوقات

مسلم خواتین اپنی خواہش پر اٹل ہو جاتی ہیں اس لیے والدین کو اپنا فیصلہ بدلنا پڑتا ہے۔ مسلم خواتین کی طرف سے عمل میں چیلنجنگ یا منفی رویہ کا اظہار اس تحقیق میں نہیں ملا۔

ٹیبل 8.1 : غیر معمولی پڑاؤ اور عمل میں فکر کا اظہار معاونت یا چلینج

غیر معمولی پڑاؤ اور عمل میں فکر کا اظہار معاونت یا چلینج		
• معاونت • چلینج	• گھر سے دوری • تنہائی میں سفر • تنہا دور دراز کا سفر • شادی (عمر)	• بات منوانے کی کوشش • بات منوانے کے مواقع کا نہ ہونا
• بھروسہ • پیشگی عدم اعتماد	• والدین اپنے آپ میں غیر یقینی صورت حال میں ہوتے ہیں • والدین غیر یقینی صورت حال کا سامنا نہیں کرنا چاہتے	• فیصلہ سازی • انحصار

مسلم خواتین کی زندگی میں نازک موڑ اس وقت آتا ہے جب انہیں فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے، اکیلے چلنا پڑتا ہے، فاصلے کا سفر کرنا پڑتا ہے خاص طور پر اس عمر میں جس میں اس کی شادی ہو۔ چونکہ خاندان ہی وہ اکائی ہے جسے اپنی بیٹی کی اعلیٰ تعلیم کے لیے فیصلہ کرنا ہوتا ہے، اس لیے وہ ایک ایسے عمل سے گزرتے ہیں جس کا کچھ پیٹرن (نقوش) ہوتا ہے۔ پیٹرن کو جدول-2 میں دکھایا گیا ہے اور اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔ معاون خاندان اعلیٰ تعلیم

کے لیے دوری اور شادی کی عمر میں زیادہ بیٹی کا اکیلا سفر کرنا جیسے مسئلوں کو نظرانداز کرتے ہیں بلکہ والدین ان پر اعتماد ظاہر کر کے اپنی بیٹی کی حمایت کرتے ہیں۔ میری بیٹی کے ساتھ کیا ہوگا اس کے بارے میں منفی سوچ کو نظرانداز کر کے والدین خود کو غیر یقینی خطرے میں ڈال دیتے ہیں اور معاون والدین اپنی بیٹی کو اپنے اندر ایجنسیوں (قوت فیصلہ) کو تیار کرنے کی گنجائش دیتے ہیں۔ فیصلہ سازی ایک اہم ایجنسی ہے۔ اس طرح سے معاون خاندان شعوری اور جان بوجھ کر کوشش کرتے ہیں۔ ان کے پاس آگے کی طرف بڑھنے والا نقطۂ نظر ہے جو کمیونٹی کی روایتی حیثیت کا انکار کر کے اور گفت وشنید کے ذریعہ تبدیلی کو جنم دیتے ہیں جس سے مسلم خواتین کے لیے ایک موقع پیدا ہوتا ہے۔ تمام مسلم خواتین اعلیٰ تعلیم کی سطح تک پہنچ سکتی ہیں کیونکہ حمایت کا وزن چیلنج سے زیادہ ہے۔ مسلم خواتین کی طرف سے اعلیٰ تعلیم کے حصول کا مطلب یہ نہیں ہے کہ چیلنج کی عدم موجودگی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ چیلنج حمایت سے زیادہ شدید یا بڑا نہیں ہے۔ جو مسلم خواتین اعلیٰ تعلیم حاصل نہیں کر سکیں، ان کے لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کا خاندان مذکورہ مسائل پر بات چیت نہ کر سکے ہوں۔ نتیجتاً والدین اپنی بیٹی پر اعتماد ظاہر کر کے ان کا ساتھ نہیں دے سکے اور میری بیٹی کے ساتھ کیا ہوگا اس کے بارے میں منفی سوچ کو قبول کر کے خود کو غیر یقینی کے خطرے میں ڈال دیتے ہیں اور ایسے والدین اپنی بیٹی کو تعلیم کے ذریعے ترقی کی گنجائش فراہم نہیں کر سکے۔ اس طرح، ان خاندانوں نے شعوری اور جان بوجھ کر کوشش نہیں کی ہوگی۔ ان کے پاس جمود کا شکار یا پسماندہ نظر آنے والا نقطۂ نظر ہو سکتا ہے جو کمیونٹی کے روایتی ذہنیت کے مطابق تبدیلی کو آسان نہیں بنا سکتا۔ نتیجتاً وہ اپنی بیٹی کے لیے مواقع پیدا نہ کر سکے۔ عمل میں رویہ کا اظہار اعلی تعلیم کے حصول کے نتیجے میں منتقلی کو مزید متحرک کرتا ہے۔

خاندان، برادری اور مسلم خواتین پر رویہ اور عمل کی منتقلی:

- مسلم خواتین، خاندان اور کمیونٹی پر عمل میں رویہ کے اظہار نے اپنے اثرات چھوڑے ہیں، اس رجحان کی منتقلی نے خاندان، برادری اور مسلم خواتین میں نئی قسم کی تبدیلیوں کو جنم دیا ہے۔ اس مطالعے میں ایک موقع پر نتائج مثبت اور منفی پائے گئے۔ مجموعی طور پر، مثبت نتیجہ (تبدیلی) تھا. خاندان پر اس کے اثرات مرتب ہوئے ہیں، خاندان کے بہن بھائیوں کو تحریک اور رہنمائی ملی ہے۔ یہ والدین کے لیے خوشی اور مسرت کی بات تھی۔ گھر سے دور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والی لڑکیوں کے بارے میں قریبی رشتہ داروں کی سوچ میں تبدیلی آئی ہے۔ کوئی منفی نتیجہ نہیں ملا۔ مزید برآں، معاشرے پر اس کے اثرات مرتب ہوئے ہیں کہ مسلم

خواتین رول ماڈل، رہنما اور تحریک کا ذریعہ بنیں۔ مسلم خواتین کمیونٹی کی دیگر مسلم خواتین کے لیے اپنے والدین کو اعلیٰ تعلیم کے لیے قائل کرنے کا حوالہ بھی بنتی نظر آتی ہیں۔ مسلم خواتین پر اس کا بہت بڑا اثر ہوا ہے۔اعلیٰ تعلیم کے حصول کا براہ راست اثر مسلم خواتین پر پڑا۔ شخصیت میں تبدیلی اور زندگی کے بارے میں جو تصورات تھے اس میں تبدیلی آئی ہے۔انہوں نے خوداعتمادی، راست بازی کے احساس کو بلند کیا ہے۔ انہوں نے تعلیم کو بااختیار بنانے، خودانحصاری اور حیثیت میں بلندی پیدا کرنے والے ذرائع کے طور پر دیکھا ہے۔ خاندان نے انہیں فیصلہ سازی کے عمل میں شامل کرنا شروع کر دیا ہے۔ نتیجہ کے حوالے سے ایک بات کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ مزاحمت کے چیلنج سے نمٹنے کے دوران انہوں نے قائل کرنے، لچک، جدوجہد اور اعتماد سازی جیسی بلند مہارتیں پیدا کیں ہیں۔ مسلم خواتین نے چیلنج کو مواقع میں بدلا ہے۔اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ پدرانہ ذہنیت اور ترقی پسند ذہنیت ''مسلم خواتین کا تصور'' اور ''اس تصور میں اعلیٰ تعلیم کا مقام'' کے تصور کی تشکیل کرتا ہے۔ مسلم خواتین کا تصور اور تعلیم کی اہمیت مزید امتیازی اور ترقی پسند رویہ کی تشکیل کرتے ہیں۔امتیازی اور ترقی پسند رویہ حمایت یا چیلنج کے طور پر عمل میں ظاہر ہوتا ہے۔ وہ حمایت اور چیلنجز مسلم خواتین، خاندان اور معاشرے میں تبدیلی کا باعث بنتے ہیں۔ یہ رجحان یا طرز عمل جامد نظر آتا ہے لیکن یہ فطرتا متحرک ہے۔ مسلم خواتین کی طرف سے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے رجحان میں یہ ممکنہ طور پر قابل فہم ہے۔ مندرجہ بالا بحث کی بنیاد پر مندرجہ ذیل نکات کو واضح کیا جاسکتا ہے۔

- خاندان (والدین) ایک قریبی پس منظر ہے جس میں جواب دہندہ رہتا ہے اور ایک ہی وقت میں جواب دہندہ خاندان کے لئے علاقائی پس منظر میں بھی ہے۔ان دو سیاق وسباق کے درمیان تعامل دوطرفہ تبدیلیوں کا باعث بنتا ہے۔مزید یہ کہ مسلم خواتین خاندان میں خاندان کے ایک عنصر کے طور پر رہتی ہیں۔ خاندانی اثر مسلم خواتین پر ہوتا ہے اور مسلم خواتین بھی خاندان کے دیگر افراد (ماں، باپ، بہن بھائی) کو متاثر کرتی ہیں۔
- اسی طرح، معاشرہ خاندان کے لیے سیاق وسباق ہے اور ساتھ ہی خاندان ان عناصر میں سے ایک ہے جو معاشرے کے سیاق وسباق پر مشتمل ہے۔ سادہ لفظوں میں معاشرہ خاندانوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ معاشرہ خاندانوں پر اقدار، روایت اور ثقافت کی شکل میں اپنے اثرات مرتب کرتے ہیں جو وقت کے ساتھ اکٹھا ہوتا

چلا گیا ہے۔ خاندان اپنی متحرک نوعیت کی وجہ سے مؤثر وجود رکھتے ہیں جو معاشرے پر اثرانداز ہوتے ہیں اور پہلے سے موجود روایت اور ثقافت میں تبدیلی لاتے ہیں۔

نتیجہ:

اس طرح فرد (مسلم خواتین)، خاندان، معاشرہ ایک دوسرے کے ساتھ متحرک تعلقات میں ہیں اور ایک دوسرے پر مسلسل اثرانداز ہوتے ہیں۔ ان کی ساختیاتی حیثیت سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ خاندان اپنے رویہ، اقدار، روایت کو فرد (مسلم خواتین) میں منتقل کرنے میں ایک علامتی کردار ادا کرتے ہیں۔

خاندان بنیادی مداخلت کی سطح کے طور پر:

انفرادی (مسلم خواتین،) خاندان اور سماج/ برادری کے درمیان متحرک اور باہمی تعلقات کو سمجھنا اور خاندان کی علامتی نوعیت کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ یہ وہ نازک موڑ ہے جہاں کمیونٹی کا اثر جمع ہوتا ہے اور مزید افراد تک پہنچایا جاتا ہے۔

خاکہ 8.3: خاندان بطور ریسورس پرسنز

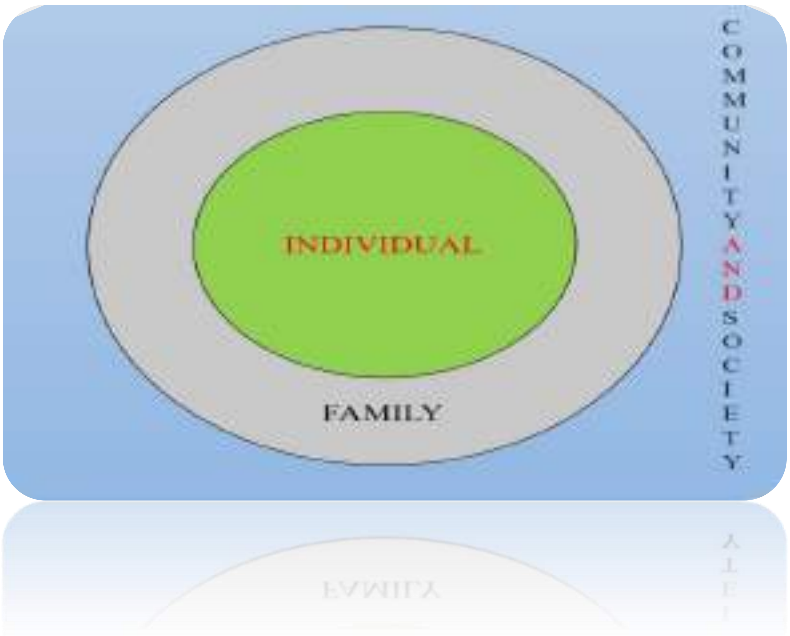

ریسورس پرسنز:

سوشل ورک میں روایتی وسائل کے افراد (کمیونٹی لیڈرز، مذہبی افراد اور کمیونٹی کی بااثر شخصیات) کے علاوہ، مسلم خواتین جنہوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے، ان کے والدین اور معاشرے میں اچھی شہرت کے حامل

استاد وغیرہ رویے کو تبدیل کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔اور بیٹی کا مجموعی تصور۔ وہ مسلم خواتین جنہوں نے اپنی اعلیٰ تعلیم مکمل کر لی ہے یا اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہی ہیں، انہیں کمیونٹی کے لیے ریسورس پرسن یا تبدیلی ایجنٹ کے طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ چونکہ وہ اس معاملے میں مثالی ہیں۔انہوں نے مطالعہ میں معلم، تحریک اور رہنما کا کردار ادا کیا ہے۔ وہ غیر حساس والدین کو قائل کرنے میں بہت کار آمد ثابت ہوں گے اور مزید اپنی بیٹیوں کی حوصلہ افزائی اور رہنمائی کر سکتے ہیں۔ خاندان کے ایسے والدین جنہوں نے اپنی بیٹی کو اعلیٰ تعلیم کی اجازت دی ہے وہ ممکنہ وسائل کے حامل افراد ہیں جو امید کے ساتھ کمیونٹی کے دوسرے فرد کو راضی کر سکتے ہیں۔اس طرح سے والدین کی آپسی بات چیت رویے میں تبدیلی کو بہتر طور پر سہولت فراہم کر سکتی ہے۔

اعلی تعلیم کا معاونتی سسٹم:

ادارہ جاتی معاونت سے مراد تعلیمی نظام کی حمایت ہے۔ تعلیمی ادارہ جاتی ذرائع سے سپورٹ کا مطلب باقاعدہ کلاسز کا انعقاد اور معیاری تعلیم ہے۔ یہ ہائر ایجوکیشن سپورٹ سسٹم ایسے عناصر کو ظاہر کرتا ہے جو مسلم خواتین کو اعلیٰ تعلیم کی سہولت فراہم کرتے ہیں اور خواتین کے لیے مزید تعلیمی سفر کے امکانات کو بڑھاتے ہیں۔

خاکہ 8.3:اعلی تعلیم کا معاونتی سسٹم

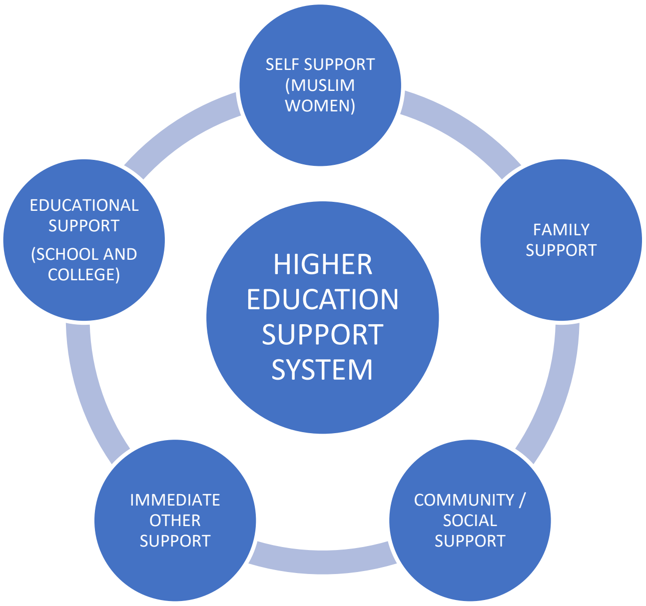

1. **مسلم خواتین:** مسلم خواتین سب سے پہلے اپنے آپ سے بہت قریب ہوتی ہیں۔ یہ بہت اہم ہے کہ آیا اس نے خود کو اعلیٰ تعلیم کی اہمیت کا احساس دلایا ہے اور اسے کس حد تک اعلیٰ تعلیم کی ضرورت ہے۔ اگر وہ اعلیٰ تعلیم کی غیر فعال طور پر متلاشی ہے، تو وہ دیگر ناموافق حالات کے ساتھ بات چیت نہیں کر سکے گی۔ اسے اعلیٰ تعلیم کی خواہش ضرور ہونی چاہئے۔ اس کے علاوہ اسے اپنے خاندان کے ساتھ بات چیت کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، خاندان کی مرضی کے خلاف اصرار کرنا چاہیے، کبھی کبھی باغیانہ رویہ کا بھی اظہار ہو سکتا ہے مگر یہ سب شدید خواہش اور چاہت کے بعد آتے ہیں۔
2. **خاندان:** خاندان وہ فوری تناظر یا قریبی پس منظر ہے جس میں وہ رہتی ہے۔ خاندان مسلم خواتین کی بالواسطہ اور براہ راست مدد کرتا ہے۔ گھر کا علمی ماحول، پڑھے لکھے والدین، تعلیم حاصل کرنے والے بہن بھائی، خاندان کے افراد کی پڑھنے لکھنے کی عادت بالواسطہ طریقے ہیں جو مسلم خواتین کو تعلیم کے لیے تحریک دیتے ہیں۔ مالی امداد بھی بہم پہنچاتے ہیں، تعلیم اور کیریئر کے مختلف مواقع سے آگاہی، اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیٹی کو سفر کرنے کی اجازت دینا وغیرہ شامل ہے۔ برادری اور معاشرے یا رشتہ داروں کی طرف سے پیدا ہونے والے دباؤ کو برداشت کرتے ہیں تاکہ بیٹی دباؤ سے پاک ماحول میں پروان چڑھ سکے۔
3. **کمیونٹی یا سماجی تعاون:** معاشرہ یا کمیونٹی سماجی اقدار اور روایت کے مطابق چلتی ہے جو اس نے بنائی ہے۔ یہ اقدار اور روایات فرد اور نسل کے رویے، رائے، ادراک، نقطۂ نظر اور دانستہ انحراف کا مجموعہ ہے جو کہ وقت کے ساتھ ساتھ سماجی نفسیات یا کمیونٹی سائیکی کی تشکیل کرتے ہیں۔ معاشرہ اور برادری ایک ایسا غیر مرئی ماحول پیدا کرتی ہے جس میں مسلم خواتین کے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے بارے میں ملا جلا نقطۂ نظر ہوتا ہے جو منفی کے ساتھ ساتھ مثبت بھی ہوتا ہے۔ اس طرح کا تصور جیسے کہ عورتیں مردوں کے مقابلے میں کمزور ہیں، لڑکے کمانے والے ہیں، لڑکیاں دوسروں کی دولت ہیں (لڑکی پرائی دھن ہوتی ہے) مسلم خواتین کے لیے گھر میں غیر مساوی میدان پیدا کرتی ہے۔ اس طرح کا تاثر والدین میں خواتین کی تعلیم کے تئیں منفی جذبات پیدا کرتا ہے۔ لیکن، ان تصورات اور عمل کے برعکس ایسے عناصر بھی موجود ہیں جو اعلیٰ تعلیم کی حمایت کے طور پر مثبت کردار ادا کرتے ہیں۔

4. **رشتہ داروں کی حمایت:** رشتہ داروں کی حمایت بالواسطہ طور پر اپنی بیٹی کی تعلیم کے حوالے سے والدین کے فیصلے پر اثر انداز ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر پھوپھی اور ماموں کی طرف سے اٹھائی گئی تشویش، ''بیٹی کو تعلیم کے لیے بہت دور دراز جگہ بھیجنے کی کیا ضرورت ہے، میٹرک یا انٹر میڈیٹ کی تعلیم لڑکیوں کے لیے کافی ہے، اب اس کی شادی کا وقت آگیا ہے''۔ یہ خدشات دادا، نانا اور دیگر رشتہ داروں کی طرف سے اٹھائے جا سکتے ہیں۔ اگر اس قسم کی تشویش کی نوعیت پسندیدگی میں بدل جاتی ہے، 'بھائی میں آپ کی بیٹی کو اعلیٰ تعلیم کے لیے دور بھیجنے کے لیے آپ کی ہمت کی داد دیتا ہوں، آپ اپنی بیٹی کو جتنی چاہے تعلیم دیں۔ خواتین کی تعلیم کے حوالے سے ان کے مثبت رویہ کے ذریعے رشتہ دار بھی ایک اچھا معاون کردار ادا کر سکتے ہیں۔

تعلیمی مدد (اسکول اور کالج): تعلیمی مدد سے مراد اسکولوں اور کالجوں کی طرف سے فراہم کی جانے والی مدد ہے جو مسلم خواتین کو موثر معیاری تعلیم حاصل کرنے کے قابل بناتی ہے تاکہ وہ مقابلہ آرائی سے بچ سکیں اور اعلیٰ تعلیم کے مواقع حاصل کر سکیں اور اپنے تعلیمی کورس یا کیریئر کا انتخاب کر سکیں۔ مسلم خواتین کے ارد گرد حمایت کو مضبوط بنانے کے لیے، سوشل ورکر کو مختلف سطحوں پر مشاورت اور وکالت جیسے مختلف کردار میں مداخلت کرنے کی ضرورت ہے۔ Translation is too long to be saved

مائیکرو، میزو اور میکرو سطحوں پر سوشل ورک کی مداخلت:

1. چونکہ سوشل ورک فلاح و بہبود کو بڑھانے کے لیے لوگوں اور سماجی ساخت شریک عمل رکھتا ہے۔ فلاح و بہبود کو بڑھانے کا مقصد سماجی تبدیلی اور ترقی، سماجی ہم آہنگی اور لوگوں کی آزادی فراہم کرنا اور بااختیار بنانا ہے (IFSW&IASSW؛2014)۔ سماجی کام کی عملی مشق کی روشنی میں، یہ مطالعہ مسلم خواتین کی بہتری، آزادی اور بااختیار بنانے کے لیے ان میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کی درجہ بندی کو بڑھانا چاہتا ہے۔ لہذا، تین سطحوں پر یہ مطالعہ مائیکرو (مسلم خواتین)، میزو (خاندان اور برادری)، میکرو (پالیسی) کی سطح پر مداخلت کی سفارش کرتا ہے۔

مائیکرو لیول پر مداخلت (مسلم خواتین):

- ان کی حوصلہ افزائی کرنا کہ وہ کم از کم 8ویں جماعت سے اپنی دلچسپی کو لے کر آگے بڑھیں والدین کے ساتھ اس کے بارے میں بات کریں۔

- ان کی حوصلہ افزائی کریں کہ وہ اپنی دلچسپی، خواہش، کیریئر اور مواقع کے بارے میں اپنے والدین کے ساتھ ساجھا کریں، ان کو قائل کریں، اور گفت وشنید میں مشغول ہوں۔
- انہیں تعلیمی زندگی کی مشکلات اور غیر یقینی صورتحال سے نمٹنے کے لیے لچکدار بننے کی تعلیم دیں۔
- انہیں اپنے والدین اور انفرادی صلاحیتوں کے تئیں بھروسہ منداور وفادار رہنے کی تعلیم دیں۔
- ان طلباء کے ساتھ خصوصی سلوک اور مدد فراہم کریں جو ناخواندہ والدین کی وجہ سے مناسب رہنمائی حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔

میزو کی سطح پر مداخلت (خاندان):

- ابتدائی مرحلے سے ہی بیٹی کی دلچسپی کا پتہ لگانے میں مدد کریں۔
- اگر والدین چاہتے ہیں کہ ان کی بیٹی کسی خاص کورس کا انتخاب کرے تو انہیں اس قابل بنائیں کہ وہ بیٹی پر کوئی کورس یا کیریئر مسلط نہ کریں۔ بیٹی کے ساتھ دو طرفہ مواصلت کے ذریعے بات چیت کریں، یک طرفہ نہیں۔
- بیٹی کی تعلیم میں سال کے ضائع ہونے سے بچانا۔
- بیٹی کو اس کے تمام تعلیمی خوابوں کی تکمیل کے لیے باہر جانے کی اجازت دینا۔
- والدین کو مشورہ دیں کہ وہ اپنے خوف، عدم تحفظ اور غیر یقینی کے احساس سے باہر نکلنے کی کوشش کریں۔ اور ان کی حوصلہ افزائی کریں کہ وہ اپنی بیٹی کو خوف، عدم تحفظ اور غیر یقینی صورتحال کے خاتمے کے لیے بات چیت کرنے کی تربیت دیں۔
- والدین کو مشورہ دیں کہ وہ بیٹی کی دوری اور اکیلے نقل و حرکت پر بات چیت کریں اور اپنی بیٹی کو اس کے لیے تربیت دیں۔
- انہیں اپنی بیٹی کی ناموافق حالات سے نبرد آزما ہونے ور خواہشات کا انتظام کرنے کی صلاح دیں۔
- والدین کو مشورہ دیں کہ وہ اپنی بیٹی کو تعلیم کی اجازت دینے کے لیے پہلے سے رونما ہونے والے غیر یقینی صورتحال کے بارے میں بات چیت کریں۔
- ہر بہن بھائی کے لیے ان کی خواہش کے مطابق جدوجہد کرنے کے لیے مواقع تلاش کریں۔

- انہیں اس قابل بنائیں کہ وہ بڑے بہن بھائیوں کو چھوٹے بہن بھائیوں کے ساتھ تعاون کرنے کی اجازت دیں نہ کہ اپنی رائے، ترجیحات اور مفروضوں کے ساتھ بہن بھائیوں پر غلبہ حاصل کریں۔
- والدین اپنی بیٹی کو مشکلات سے لڑنے کی تربیت دینے کے قابل بنیں۔
- اپنی بیٹیوں میں فیصلہ سازی کرنے والی ایجنسی کو بڑھائیں۔
- ان کی حوصلہ افزائی کریں کہ وہ اپنی بیٹی کو ابتدائی مرحلے (عربی، اردو، ہندی اور انگریزی) سے ہی کثیر لسانی انداز میں تعلیم دیں اور ان میں سے کسی ایک پر سب سے زیادہ توجہ دیں، جو کہ بیٹی کی اعلیٰ تعلیم کی طرف دلچسپی یا کسی مخصوص کیریئر کی طرف جھکاؤ پر منحصر ہے۔
- اگر مالی رکاوٹیں ہیں تو والدین کو ریاستی، مرکزی اور دیگر اسکالرشپ اسکیموں سے مطلع کریں اور جوڑیں۔
- والدین کو رشتہ داروں، برادری اور معاشرے کی طرف سے 'بیٹی کی تعلیم مخالف' دباؤ سے بات چیت کرنے اور نمٹنے کے قابل بنائیں، ساتھ ہی ساتھ والدین کو مثبت تبدیلی کے لیے ان کی شمولیت کی ترغیب دیں۔
- ان کی حوصلہ افزائی کریں کہ وہ اپنی بیٹی پر اعتماد ظاہر کریں۔
- والدین کو اس بات پر راضی کریں کہ وہ تعلیم کو دوستانہ گفتگو اور گھر کے ماحول کو آگے دیکھنے کے انداز کے ساتھ بنائیں۔
- ماں کو اپنی بیٹی کی نقل و حرکت سے وابستہ اپنے خوف اور عدم تحفظ کے ساتھ بات چیت کرنے کے قابل بنائیں۔

میزو کی سطح پر مداخلت (کمیونٹی):

- پہلے سے موجود کمیونٹی لیڈرشپ اور ادارے کو بااختیار بنائیں جو والدین اور مسلم خواتین کو دلچسپی، تعلیمی اور کیریئر کے مواقع، تعلیمی ادارے اور دیگر تمام قیمتی معلومات کا پتہ لگانے کے معاملات میں مشورہ اور تعلیمی رہنمائی کر سکیں۔

- تعلیم یافتہ خاندان، والدین، مسلم خواتین کو بالترتیب تعلیم کے تئیں ہچکچاہٹ کے شکار خاندان، والدین اور مسلم خواتین کے ساتھ مشغول ہونے کی ترغیب دیں اور راضی کریں۔
- والدین کو تعلیم حاصل کرنے کے مختلف طریقوں کے بارے میں آگاہ کریں اور انہیں کیریئر کے مختلف مواقع سے آگاہ کریں۔
- لڑکیوں کے لیے تعلیم (اعلیٰ تعلیم) کی اہمیت کے دائرے میں لڑکی کی شادی، لڑکی اکیلا سفر کرنا، اور لڑکی کا نہ صرف دور بلکہ اکیلا جانا جیسے معاملے پر والدین کو حساس بنائیں۔
- کمیونٹی کو اپنی بیٹی کی شادی کی عمر کے بارے میں حساس بنائیں اور انہیں اپنی بیٹی کی تعلیم اتنی جلدی شروع کرنے پر راضی کریں تاکہ وہ کم از کم شادی کے وقت اپنی گریجویشن یا پوسٹ گریجویشن مکمل کر سکیں۔
- ممکنہ دولہا (والد اور ساس) کی حوصلہ افزائی کریں کہ وہ اپنی دلہن کو اپنی تعلیمی اور کیریئر کی خواہش کو آگے بڑھانے کی اجازت دے اگر وہ چاہے۔
- شوہروں کو راضی کریں کہ اگر وہ چاہیں تو اپنی بیویوں کو اپنی تعلیمی اور کیریئر کی خواہش کو آگے بڑھانے کی اجازت دیں۔ اور بیویوں کو اس بات کی ترغیب دیں کہ اگر وہ چاہیں تو اپنے شوہر کو تعلیم یا کیریئر کے بارے میں جاننے کے لیے مشغول کریں۔
- قابل لوگوں کی حوصلہ افزائی کریں کہ وہ حکومتی پہل اور کوشش کے علاوہ اپنی کمیونٹی کے لیے اسکول، کالج اور یونیورسٹی کی تعلیم قائم کر کے طویل مدتی پہل کریں۔
- کمیونٹی، کالج میں اساتذہ کو چاہیے کہ وہ مسلم خواتین کو اپنی تعلیمی اور کیریئر کی خواہشات کو سمت دینے میں مدد کریں، اور اس کے لئے والدین کو بھی راضی کر سکتے ہیں اور یہ بہت مؤثر ثابت ہو سکتے ہیں۔
- کمیونٹی کے تعلیم یافتہ افراد کو کم از کم اس بات کی ترغیب دینی چاہیے کہ مسلمان خواتین کے لیے مختلف تعلیمی اور کیریئر کے مواقع کیا ہیں اس کا پتہ لگائیں۔

میکرو (پالیسی) کی سطح پر مداخلت:

- خواتین کی نقل و حرکت اور بیرونی دنیا کے سامنے آنے کے لیے ان کی حفاظت کو یقینی بنانا تاکہ وہ تیار ہو سکیں۔
- تعلیمی ادارے میں باقاعدہ کلاسز، تعلیم کے معیار کو یقینی بنانا۔

- طالب علم کی دائمی تعلیمی کارکردگی اور استاد کے مشاہدے کی بنیاد پر ابتدائی مرحلے میں ہی اسکول اور کالج کے طالب علم کی دلچسپی کا پتہ لگانا اور والدین کو اس سے آگاہ کرنا۔
- کم از کم 8 ویں جماعت سے 12 ویں جماعت تک تعلیمی اور کیریئر کونسلنگ کے لیے لازمی انتظام کرنا۔
- اسکولوں اور کالجوں کی طرف سے متواتر والدین کی واقفیت اور مشاورت کو یقینی بنانا۔
- ہر قسم کے میڈیا (پرنٹ/الیکٹرانک) بالخصوص ٹیلی ویژن کے لیے حوصلہ افزائی کریں اور اسے لازمی بنائیں کہ وہ کم از کم ہفتہ وار بنیادوں پر عام مسلم خواتین کے بارے میں کہانی کا احاطہ کریں جو مختلف شعبوں سے تعلق رکھتی ہیں جنہوں نے تعلیم اور کیریئر کے ذریعے اپنی زندگی میں کامیابی حاصل کیا ہے۔
- دیہی اور شہری علاقوں میں وسائل (اسکول، کالج، یونیورسٹی) کی موجودگی کے درمیان فرق کو ختم کرنا۔
- دیہی مسلم خواتین کے لیے قصبے اور شہری علاقوں میں ہاسٹل کی سہولیات کا انتظام کرنا۔

مائیکرو، میزو اور میکرو کی سطح پر مداخلت سے امید ہے کہ یہ ایک ماحولیاتی نظام کو فعال کرے گی جس میں اعلی تعلیم میں مسلم خواتین کی شرکت کو بہتر بنایا جاسکتا ہے۔اس سے نہ صرف مسلم خواتین بلکہ معاشرے اور قوم کی سماجی تبدیلی اور ترقی ہوگی۔

خلاصہ:

اس مطالعے کے نتائج اور اعلی تعلیم کے حصول میں مسلم خواتین کو درپیش چیلنجز، ان کے لیے معاون عناصر اور ان کے اندر اعلی تعلیم کے اثرات ونتائج کے درمیان باہمی ربط کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسلم خواتین میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کا رجحان بنیادی طور پر معاشرے میں عورت کے ذہنی تصور، اور اس تصور (ذہنیت) میں ان کے لیے اعلیٰ تعلیم کی جگہ، اس کے تئیں ان کے رویے اور عمل میں رویے کے اظہار سے طے ہوتا ہے (چیلنجز اور تعاون) اور عمل کی منتقلی (نتائج)۔ اس مطالعے میں یہ مشاہدہ کیا گیا کہ خواتین کے تعلق سے ایک خاص ذہنی تصور کی تشکیل اور اس تصور میں ان کے لیے اعلی تعلیم کی جگہ کے تعین میں پدرانہ/ترقی پسند ذہنیت کا بہت اہم رول رہا ہے۔اور یہی ذہنیت ان امتیازی یا ترقی پسند رویوں کو تشکیل دیتی ہے جو چیلنجنگ یا معاون اعمال میں جھلکتے ہیں ۔ اور یہی اعمال مسلم خواتین، ان کے خاندان اور کمیونٹی پر اثرات ونتائج کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ

مطالعہ کچھ ایسی تجاویز پیش کرتا ہے جو سوشل ورک پریکٹس کے تناظر میں مائیکرو (مسلم خواتین)، میزو (فیملی اور کمیونٹی) اور میکرو (پالیسی) کی سطحوں پر مسلم خواتین کے لیے اعلیٰ تعلیم کے حصول کو آسان اور بہتر بنانے کے لیے مداخلت کے ممکنہ راستے ہو سکتے ہیں۔

کتابیات

Abidi, A. (2015). Educational Marginalization of Muslim Girls: A Study on the Role of State and Religion. *IOSR Journal of Research & Method in Education Ver. III*, *5*(4), 2320–7388. http://doi.org/10.9790/7388-05436268

Abidi, A., & Kazmi, R. (2019). Muslim Girls and Higher Education : A Sociological Analysis of Patriarchy, Policy and Poverty. *Islam and Muslim Socities: A Social Science Journal*, *12*(2), 1–15.

Agarwal, P. (2007). Higher Education in India: Growth, Concerns and Change Agenda. *Higher Education Quarterly*, *61*(2), 197–207. http://doi.org/10.1111/j.1468-2273.2007.00346.x

Al-deen, T. J. (2019). Agency in action: young Muslim women and negotiating higher education in Australia. *British Journal of Sociology of Education*, *40*(5), 598–613. http://doi.org/10.1080/01425692.2019.1576120

Basant, R. (2007). Symposium on Sachar Committee Report: Social , Economic and Educational Conditions of Indian Muslim. *Economic and Political Weekly*, *42*(10), 828–832.

Basant, R., & Sen, G. (2010). Who Participates in Higher Education in India? Rethinking the Role of Affirmative Action. *Journal of Development Economics*, *xiv*(39), 62–70. http://doi.org/10.1016/j.jdeveco.2006.04.005

Ben Natan, M., Ashkenazi, M., & Masarwe, S. (2016). Intentions of Muslim Arab women in Israel to attend prenatal classes. *Women and Birth*, *29*(1), e8–e12. http://doi.org/10.1016/j.wombi.2015.07.009

Berringer, K. R. (2019). Reexamining epistemological debates in social work through American pragmatism. *Social Service Review*. http://doi.org/10.1086/706255

Bhoi, D. (2013). Educational Privatisation and Access to Higher Education: Experiences of Scheduled Caste Students in Odisha. *Social Change*, *43*(3), 341–363. http://doi.org/10.1177/0049085713494289

Bryman, A. (2015). Social Research Methods (4th Edition) by Alan Bryman. *Abhigyan VO - 32*.

Chanana, K. (1993). Accessing higher education: the dilemma of schooling women, minorities, Scheduled Castes and Scheduled Tribes in contemporary India. *Higher Education*, *26*(1), 69–92. http://doi.org/10.1007/BF01575107

Chanana, K. (2007). Globalisation, Higher Education and Gender: Changing Subject Choices of Indian Women Students. *EPW*, *42*(7), 590–98. Retrieved from https://www.epw.in/journal/2007/07/special-articles/globalisation-higher-education-and-gender.html

Chanana, K. (2011). Policy Discourse and Exclusion-Inclusion of Women in Higher Education in India. *Social Change*, *41*(4), 535–552. http://doi.org/10.1177/004908571104100403

Chanana, K. (2012). Policy discourse and Exclusion-Inclusion of women in higher education in India. *Social Change*, *41*(4), 535–552. http://doi.org/10.1177/004908571104100403

Cherayi, S., & Jose, J. P. (2016). Empowerment and social inclusion of Muslim women: Towards a new conceptual model. *Journal of Rural Studies*, *45*, 243–251. http://doi.org/10.1016/j.jrurstud.2016.04.003

Crossan, F. (2003). Research philosophy: towards an understanding. *Nurse Researcher*, *11*(1), 46–55. http://doi.org/10.7748/nr2003.10.11.1.46.c5914

Crotty, M. (2020). *The foundations of social research*. *The foundations of social*

research. http://doi.org/10.4324/9781003115700

Denzin, N. K., & Lincoln, Y. S. (2006). The Sage Handbook of Qualitative Research, 2nd ed. Edited by Norman K. Denzin, and Yvonna S. Lincoln. *Library*.

Department of Women's Studies. (2002). *Education of Muslim Girls: A Study of the Area Intensive Programme*. National Council of Educational Research and Training New Delhi. Retrieved from https://citeseerx.ist.psu.edu/viewdoc/download?doi=10.1.1.626.8214&rep=rep1&type=pdf

Edannur, S., PK, A., & Myers, S. D. (2014). Intergenerational Social Mobility among Muslim Minority in Kerala State of India: Formal and Religious Education. *Journal of Educational and Social Policy*, *1*(2), 23–35.

Engineer, A. A. (1994). Status of Muslim Women. *Economic and Political Weekly*, *29*(6), 297–300. Retrieved from ttps://www.jstor.org/stable/4400757

Fehmi, S. A. (2011). The Multicultural Deficit and Emancipation of Indian Muslim Women. *Social Change*, *41*(4), 523–534. http://doi.org/10.1177/004908571104100402

Ghosh, J. (2004, September). Muslim women in India. *Frorntline*. Retrieved from https://frontline.thehindu.com/static/html/fl2119/stories/20040924002810300.htm

Ghosh, J. (2006). Case for Caste-based Quotas in Higher Education. *Economic and Political Weekly*, *41*(24).

GoI. (2007). Social, Economic and Educational Status of the Muslim Community of India. *Contemporary Education Dialogue*, *4*(2), 266–271. http://doi.org/10.1177/0973184913411149

Hasan, Z., & Menon, R. (2004). *Unequal citizens : a study of muslim women in India*. New Delhi: Oxford University Press. Retrieved from

https://www.worldcat.org/title/unequal-citizens-a-study-of-muslim-women-in-india/oclc/449201159?referer=di&ht=edition

IIPS & ICF. (2019). *National Family Health Survey (NHFS-5) Bihar*. Mumbai.

Iqbal, S. (2012). *Indian Muslims and Higher Education:A Study of Select Universities in North and South India*. Jamia Millia Islamia.

Jacobs, J. A. (1996). Gender Inequality and Higher Education. *Annual Review of Sociology*, *22*, 153–185. http://doi.org/10.1146/annurev.soc.22.1.153

Jayaweera, S. (1997). Women, Education and Empowerment in Asia. *Gender and Education*, *9*(4), 411–424. http://doi.org/10.1080/09540259721169

John, A., & Shinde, S. V. (n.d.). Educational status of Muslim women in India. *Review of Research*, *1*(Vi), 1–4.

Joshi, H. (2015). Social Research Methods (4th Edition) by Alan Bryman. *Abhigyan VO - 32*.

Katiyar, S. P. (2016). Gender Disparity in Literacy in India. *Social Change*, *46*(1), 46–69. http://doi.org/10.1177/0049085715618558

Kumar, R. (2014). Influence of Muslim women on their families' political alignments. NDTV. Retrieved from https://www.youtube.com/watch?v=jCJ9WGt6AM0

Kumar, R. (2015). Ye Jo Mera Bihar Hai: Empowerment of Muslim girls. NDTV. Retrieved from https://www.youtube.com/watch?v=DOo7Rdo7GY8&t=1036s

Kumar, S. (2014). Privatisation of Higher Education in India: Hopes and Despairs. *Social Change*, *44*(3), 451–458. http://doi.org/10.1177/0049085714536805

McClendon, D., Hackett, C., Potančoková, M., Stonawski, M., & Skirbekk, V. (2018). Women's Education in the Muslim World. *Population and*

Development Review, *44*(2), 311–342. http://doi.org/10.1111/padr.12142

Menon, I. (1979). Education of Muslim Women : Tradition versus Modernity. *Journal of Comparitive Family Studies*, *10*(1), 81–89.

Ministry of Women and Child Development. (2007). *An Analytical Study of Education of Muslim Women and Girls in India*. Department of Women and Child Development New Delhi. Retrieved from http://www.jeywin.com/wp-content/uploads/2009/12/An-Analytical-Study-of-Education-of-Muslim-Women-and-Girls-in-India.pdf

Moon, K., & Blackman, D. (2014). A Guide to Understanding Social Science Research for Natural Scientists. *Conservation Biology*. http://doi.org/10.1111/cobi.12326

NCERT. (2017). *Minority Education: Policies, programmes and schemes*. New Delhi: National Council of Educational Research and Training.

Oplatka, I., & Lapidot, O. (2012). Muslim women in graduate studies: some insights into the accessibility of higher education for minority women students. *Studies in Higher Education*, *37*(3), 327–344. http://doi.org/10.1080/03075079.2010.514899

Paleček, M., & Risjord, M. (2013). Relativism and the Ontological Turn within Anthropology. *Philosophy of the Social Sciences*, *43*(1), 3–23. http://doi.org/10.1177/0048393112463335

Patton, M. Q. (2002). Qualitative research and evaluation methods. Thousand Oaks. *Cal.: Sage Publications*.

Pereira, F. R. (2017). The Big Picture - Higher Education Reforms in India. *Rajya Sabha TV*. Retrieved from https://www.youtube.com/watch?v=50zJnfAreFc

Ragin, C. (1994). The goals of social research. *Constructing Social Research*.

Rajan, J. (2011). Strengthening women's rights:Challenges for education. *Social Change*, *41*(4), 507–521. http://doi.org/10.1177/004908571104100401

Rao, K. S., & Chatrapathi, A. (2005). Implementation of policies and programmes in higher education for disavantaged sections. *Social Change*, *35*(1), 105–119. http://doi.org/10.1177/004908570503500111

Rastogi, S. (2007). *Indian Muslim women's education and employment in the context of modernization, religious discrimination and disadvantage, and the rise of Hindu fundamentalism and Muslim identity politics.* University of Maryland, College Park,.

Ritchie, J., & Lewis, J. (2003). Ritchie, J. and Lewis. J. (eds.) (2003) Qualitative Research Practice: A Guide for Social Science Students and Researchers . Sage Publications, London (336 pages). *Qualitative Research Practice: A Guide for Social Science Students and Researchers*.

Rubin, A., & Babbie, E. R. (2016). *Empowerment Series: Research Methods for Social Work. Cengage Learning*.

Sahni, R., & Kalyan, S. V. (2012). Girls' higher education in India on the road to inclusiveness: on track but heading where? *Higher Education*, *63*(2), 237–256. http://doi.org/10.1007/s10734-011-9436-9

Sahu, B., Jeffery, P., & Nakkeeran, N. (2016). Barriers to higher education: commonalities and contrasts in the experiences of Hindu and Muslim young women in urban Bengaluru. *Compare: A Journal of Comparative and International Education*, *47*(2), 177–191. http://doi.org/10.1080/03057925.2016.1220825

Sanyal, S. (2011). Representation, Identity and Socio-Economic Positioning of Muslim Women in India. *Social Change*, *41*(3), 345–357. http://doi.org/10.1177/004908571104100301

Saxena, P. (2014). Muslim women in Higher Education in India and Pakistan: A comparative study. *Islam and Muslim Societies: A Social Science Journal*, *7*(1), 1–17. Retrieved from https://www.semanticscholar.org/paper/Muslim-

Women-in-Higher-Education-in-India-and-A-Saxena/706261275725d17fc1e41c2beeeef9c15589cbf0

Shah, P. P., & Khurshid, A. (2017). Muslim womanhood: Education and empowerment in India and Pakistan. *Discourse: Studies in the Cultural Politics of Education*, *40*(3), 424–435. http://doi.org/10.1080/01596306.2017.1346587

Snyder, H. (2019). Literature review as a research methodology: An overview and guidelines. *Journal of Business Research*, *104*, 333–339. http://doi.org/10.1016/j.jbusres.2019.07.039

Thasniya, K. T. (2014). Girls' Higher Education in the Era of Globalization: Issues of Access and Quality. *International Journal of Education and Psychological Research (IJEPR)*, *3*(4).

TheQuint. (2018). Education neglected by all Muslim segments: Hamid Ansari. Retrieved September 9, 2019, from https://www.thequint.com/news/hot-news/education-neglected-by-all-muslim-segments-hamid-ansari

Tilak, J. B. G. (2015). How Inclusive Is Higher Education in India? *Social Change*, *45*(2), 185–223. http://doi.org/10.1177/0049085715574178

Verma, S. (2014). Women in Higher Education in Globalised India: The Travails of Inclusiveness and Social Equality. *Social Change*, *44*(3), 371–400. http://doi.org/10.1177/0049085714536801

Wankhede, G. G. (2008). Accessing higher education: Affirmative action and structured inequality – The Indian experience. *Social Change*, *38*(1), 31–51. http://doi.org/10.1177/004908570803800102

ضمیمہ جات

ضمیمہ اول: رضامندی فارم

موجودہ مطالعہ ایک علمی تحقیق کا حصہ ہے۔ یہ مطالعہ مسلم خواتین کی اعلیٰ تعلیم کے حصول سے متعلق باریکیوں کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ شرکاء کے مزید تجربات علمی تحقیق کے لیے مددگار ثابت ہوں گے اور محقق کو مسلم خواتین کی اعلیٰ تعلیم کے حصول کے بارے میں بصیرت حاصل کرنے میں بھی مدد کریں گے۔ اور یہ جاننے کے لیے کہ مسلمان عورت کس پس منظر سے تعلق رکھتی ہیں، انہیں کن چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، وہ کس مدد سے فائدہ اٹھاتی ہیں اور اس نے انفرادی، خاندانی اور برادری کی سطح پر کن نتائج کو محسوس کیا یا ترقی کی۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں گا، اگر آپ کا فارغ وقت ہمارے ساتھ گہرائی سے انٹرویو کے لیے فراہم ہو سکے۔ چونکہ آپ کی سمجھ سے متعلقہ چیلنجز، تعاون اور اعلیٰ تعلیم کے حصول سے متعلق نتائج ہمارے لیے بہت اہم ہیں اور ہم اپنی گفتگو کے کسی بھی پہلو کو نہیں چھوڑنا چاہتے، اس لیے میں آپ سے انٹرویو ریکارڈ کرنے کی اجازت کی درخواست کرتا ہوں۔ آپ بغیر کوئی وجہ بتائے کسی بھی وقت انٹرویو سے دستبردار ہو سکتی ہیں یا واپس لے سکتی ہیں۔ انٹرویو سے جمع کی گئی معلومات کو صرف تحقیقی مقصد کے لیے استعمال کیا جائے گا اور تمام تفصیلات کو خفیہ رکھا جائے گا۔

میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ سوچ سمجھ کر درج ذیل باتوں کے لیے اپنی تحریری/زبانی باخبر رضامندی دیں:

1. میں اس مطالعہ میں حصہ لینے کے لیے راضی ہوں۔
2. میں جانتی ہوں کہ اس مطالعہ میں میری شرکت مکمل طور پر رضاکارانہ ہے۔
3. میں اس حقیقت سے واقف ہوں کہ اس مطالعے میں جمع کردہ مواد کو صرف تحقیق سے متعلق سرگرمیوں کے لیے استعمال کیا جائے گا۔
4. میں جانتی ہوں کہ حتمی تجزیے میں مجھے اپنے اصل نام سے نہیں جانا جائے گا۔

5. میں رضامندی کے فارم کی ایک کاپی اسے اپنے پاس رکھنے کے لیے حاصل کروں گی، میرے دستخط/انگوٹھے کا نشان/زبانی رضامندی یہ بتائے گی کہ میں نے تحقیق کے بارے میں مکمل طور پر پڑھا اور سمجھ لیا ہے۔

6. میں اس حقیقت سے واقف ہوں کہ تمام ریکارڈز خفیہ رکھے جائیں گے اور ادارے/ محقق کے محفوظ قبضے میں ہوں گے۔

نوٹ: رضامندی دینا: زبانی/تحریری (مناسب پر نشان لگائیں)

شرکاء کا پورا نام اور دستخط:

محقق کا نام اور دستخط:

موبائل فون کا نمبر:

ضمیمہ دوم: انٹرویو گائیڈ

یہ انٹرویو تقریباً ایک گھنٹہ سے زیادہ کا ہے اور جواب دہندہ کو کسی بھی مرحلے پر بغیر کوئی وجہ بتائے وقفہ لینے یا انٹرویو کو روکنے / چھوڑنے کا حق ہے۔ انٹرویو ایک سے زیادہ سیشنز تک ہو سکتا ہے۔ جمع کی گئی معلومات کو خفیہ رکھا جائے گا سوائے تحقیقی تجزیہ کے اور صرف تحقیقی مطالعہ اور متعلقہ مستقبل کی تحقیق کے لیے استعمال کیا جائے گا۔ انٹرویو کے پہلے حصے میں 20-25 منٹ لگنے کی امید ہے۔ انٹرویو لینے والے کو انٹرویو کے درمیانی اور آخری مرحلے میں جوابات حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ انٹرویو لینے والے کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے کہ وہ معمولی مداخلت کے ساتھ بیانیے کو بیان کرے جب تحقیق میں حصہ لینے والا اپنے تجربات کے بارے میں بات کرے یا بیان کرے۔

حصہ اول: جواب دہندگان کی پروفائل

مسلم خواتین کے نام:	عمر: ....
موجودہ کورس:	ازدواجی حیثیت: (شادی شدہ/غیر شادی شدہ)
بہن بھائیوں کی تعداد (مرد+عورت):	
باپ کا پیشہ:	ماں کا پیشہ: ....

حصہ دوم: سیاق وسباق

1. میرے ساتھ تین نسلوں کے خاندان کی تعلیمی قابلیت کا اشتراک کریں۔

2. تیسری نسل سے شروع کریں، بھائی بہنوں کی تعلیمی قابلیت کیا ہے اور وہ کیا کر رہے ہیں۔

3. والد اور والدہ کی تعلیمی قابلیت اور ان کے پیشے کے بارے میں شیئر کریں۔

4. کیا آپ نے اپنے دادا دادی کو دیکھا ہے، ان کی تعلیمی قابلیت کے بارے میں بتائیں؟

5. اگر آپ شادی شدہ ہیں تو آپ کا شوہر کیا کر رہا ہے اور اس کی تعلیمی قابلیت کیا ہے۔ کیا اس نے آپ کا ساتھ دیا ہے؟

6. آپ کس قسم کے خاندان میں رہتے ہیں (جوائنٹ/نیو کلیئر)۔ کن طریقوں سے خاندانی قسم نے آپ کی تعلیم میں کردار ادا کیا ہے؟

7. آپ کا گھر کہاں واقع ہے۔ آیا دیہی علاقوں میں یا شہری علاقوں میں۔ آپ کی رہائش گاہ نے کس طرح سے آپ کی تعلیم کو چیلنج کیا ہے یا اس کی حمایت کی ہے؟

8. خاندان کے اندر تعلیمی ماحول کے بارے میں تفصیل سے شیئر کریں۔ کن طریقوں سے خاندان کا ماحول آپ کی مدد کرتا ہے۔ کیا یہ بھی آپ کو پریشان کرتا ہے؟

9. آپ کے خاندان سے باہر تعلیمی ماحول کیا ہے؟ آپ کے پڑوس میں عورت کیا کر رہی ہے اس کے بارے میں شیئر کریں۔ آج کل آپ کے دوست یا آپ کی عمر کی خواتین کیا کر رہی ہیں؟

10. اگر آپ کسی چیز کا اضافہ کرنا چاہتے ہیں جو آپ کے مطابق اہم ہوں اور آپ نے ابھی تک شیئر نہیں کیا ہے؟

حصہ سوم: چیلنجز

11. آپ نے اب تک بہت قیمتی معلومات شیئر کی ہیں، اب مجھے بتائیں کہ آپ نے اب تک کن چیلنجز کا سامنا کیا ہے۔ شروع سے شروع کریں، اپنے اسکول کے دنوں سے۔ ان چیلنجز نے آپ کی تعلیم کو کیسے متاثر کیا؟

12. کیا خاندان کا کوئی فرد آپ کی اعلیٰ تعلیم کی خواہش کو چیلنج کرتا ہے۔ والدین، بہن بھائیوں اور قریبی رشتہ داروں کے بارے میں بتائیں کہ کیا انہوں نے کوئی ایسا کام کیا جو آپ کی تعلیم کی راہ میں رکاوٹ بنے۔

13. کیا آپ کا لڑکا یا عورت بہن بھائی کبھی اعلیٰ تعلیم کی خواہش کے راستے میں آیا ہے؟

14. کمیونٹی سے آپ کو کن چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا۔ یا برادری نے خاندان کے ذریعے بالواسطہ آپ کے راستے میں کسی قسم کی رکاوٹ ڈالی ہے۔ اپنے تجربے کا اشتراک کریں اور اپنے ماضی کے تجربات سے جواب کو مزین کرنے کی کوشش کریں؟

15. اگر آپ شادی شدہ ہیں، تو کیا آپ کے خیال میں شوہر یا شوہر کے خاندان نے آپ کی تعلیم کی راہ میں کسی قسم کی رکاوٹ ڈالی ہے؟

16. فیملی اور کمیونیٹی کے طرف سے در پیش چیلنجز اور ان کے علاوہ دیگر چیلنجز جن کا آپ نے سامنا کیا ان میں سے کچھ بتانا باقی رہ گیا ہو تو بیان کریں نیز انٹرویو کے دوران کوئی اہم بات آپ کے ذہن میں آرہی ہو تو اسے بھی بیان کریں۔

حصہ چہارم: سپورٹ

17. آپ نے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو کس طرح سپورٹ کیا۔ آپ نے خود کو سہارا دینے کے لیے کیا کیا؟ نیز کن طریقوں کو اپنایا؟

18. آپ یہاں تک پہنچ چکے ہیں، اس میں خاندان کا تعاون ضرور ہو گا۔ خاندان کے افراد اور قریبی رشتہ داروں نے آپ کو کس طرح سپورٹ کیا ہے؟

19. اگر آپ کے بہن بھائیوں نے کسی بھی طرح سے آپ کا ساتھ دیا ہے۔ براہ کرم تفصیل سے شئیر کریں۔

20. کیا آپ کو لگتا ہے کہ کمیونٹی نے بھی آپ کا ساتھ دیا ہے؟ تفصیل سے شئیر کریں؟

21. آپ نے اب تک بہت قیمتی ان پٹ دیا ہے، کیا آپ کچھ اور بھی شامل کرنا چاہتے ہیں جو آپ نے پہلے شیئر کیا ہے؟

22. آپ نے مطالعہ کے ارادے کو سمجھ لیا ہو گا، کوئی بھی چیز جسے آپ شیئر کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ شیئر کرنے میں ہچکچاہٹ نہ کریں۔

23. اگر آپ شادی شدہ ہیں تو مجھے بتائیں کہ آپ کے شوہر اور اس کے گھر والوں نے آپ کی مدد کیسے کی؟

حصہ پنجم: نتائج

24. آپ ایک خاص فیملی بیک گراؤنڈ سے آتے ہیں، آپ کو خاندان اور کمیونٹی کی سطح پر چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا اور ان کی مدد بھی حاصل رہی۔ آپ یہاں تک پہنچنے کے بعد اپنے اندر تعلیم کی وجہ سے کیا تبدیلی محسوس کرتے ہیں؟

25. تعلیم /اعلیٰ تعلیم کے مقصد سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟ کیا آپ کے لیے تعلیم کا مفہوم بدل گیا ہے؟

26. تعلیم آپ کی زندگی میں کن طریقوں سے مفید ہے؟

27. پہلے کے مقابلے میں اب آپ اپنے ساتھ اپنے خاندان کے رویے کو کیسا پاتے ہیں؟

28. آپ کی تعلیم خاندان میں آپ کے بہن بھائیوں، رشتہ داروں اور چچازادوں کے لیے کس طرح مددگار رہی ہے؟

29. کیا آپ کو لگتا ہے کہ آپ کی تعلیم سے معاشرے میں کسی بھی طرح کی تبدیلی آئی ہے؟

30. کیا آپ کی اعلی تعلیم کی وجہ سماجی ترقی میں نمایاں تبدیلی پیدا ہوئی؟ اسے مثال کے ساتھ تفصیل سے بیان کریں۔

31. آپ نے اب تک جو کچھ شیئر کیا ہے وہ میرے مطالعہ کے لیے بہت قیمتی ہے، ایک آخری گزارش، ذرا اس پر غور کریں کہ آپ نے کیا شیئر کیا ہے، کیا آپ کے خیال میں کچھ اہم شیئر کرنا باقی رہ گیا ہے؟

ضمیمہ 3: محقق کا مختصر تعارف

فیاض احمد

مستقل پتہ: گاؤں: کانسی سمری؛ دربھنگہ؛ بہار-انڈیا، پن: 847106

موجودہ پتہ: PM/407; FLT-202; 2nd/398-1-8 فلور؛ رائل ریذیڈنسی؛ پیراماؤنٹ کالونی؛ ٹولی چوکی؛ حیدرآباد: پن: 500008

ای میل: faiyaz09alig@gmail.com ☎ موبائل نمبر: 918328467861+

تعلیمی اور پیشہ ورانہ ترقی

2014 سے 2022: پی-ایچ ڈی سوشل ورک

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد تلنگانہ

UGC-JRF، سوشل ورک، جون 2013

2010-2012: پوسٹ گریجویٹ، سوشل ورک (MSW)

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ یوپی: شعبہ سوشل ورک

2006-2009: نفسیات میں بیچلرز (آنرز)

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ یوپی: شعبہ سوشل ورک

پیپر پریزنٹیشن:

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، گچی بوولی حیدر آباد (تاریخ-2018/03/20) کے شعبہ سوشل ورک کے زیر اہتمام دو روزہ قومی سیمینار بعنوان ''سوشل ورک اور پسماندہ جماعت'' میں "مسلم خواتین اور تعلیم: چیلنجز اور مواقع" کے عنوان سے ایک تحقیقی مقالہ پیش کیا۔

ڈپارٹمنٹ آف پیڈاگوجی آف سائنس، سالٹ کرسچن کالج آف ٹیچر ایجوکیشن، ناگالینڈ کے زیر انتظام ICSSR کے تعاون سے منعقدہ نیشنل سیمینار بعنوان ''2047 میں اساتذہ کی ٹریننگ: حالیہ رجحانات اور مستقبل کے تناظر'' میں ایک تحقیقی مقالہ بعنوان ''مسلم خواتین کی تعلیمی رفتار میں ان کی اعلی تعلیم کی سطح تک رسائی میں معاون عناصر کا رول'' پیش کیا۔

شایع کردہ مضامین

احمد، فیاض (2022)۔ مسلم خواتین اور تعلیم: مواقع اور درپیش مسائل، سبق اردو، 7(4)، 67-70

CONTEXT AND CONSEQUENCES OF MUSLIM WOMEN PURSUING HIGHER EDUCATION

Thesis Submitted for the award of the degree of

Doctor of Philosophy

In

Social Work

By

FAIYAZ AHMAD

Enrolment No. A161463

Under the Supervision of

PROF. MD. SHAHID RAZA

Department of Social Work

School of Arts & Social Sciences

Maulana Azad National Urdu University

Hyderabad, India

December 2022